فروری 2016

ماہنامہ

سچی اور دکھی کہانیوں کا مجموعہ

جواب عرض



RS:90

CPL No.220

ماہنامہ
جوابِ عرض
لاہور

جلد نمبر 41۔ شمارہ نمبر 9

ماہ فروری 2016

قیمت۔ 90 روپے

امتحان ہے زندگی نمبر
جوابِ عرض

پوسٹ بکس نمبر 3202 غالب مارکیٹ گلبرگ IIIلاہور

بانی۔ شہزادہ عالمگیر

نگران اعلیٰ۔ شہلا عالمگیر

چیئرمین۔ شہزادہ التمش

چیف ایگزیکٹو۔ شہزادہ فیصل

آفس منیجر۔ ریاض احمد

فون۔ 0341.4178875

سرکولیشن منیجر۔ جمال الدین

فون۔ 0333.4302601

مارکیٹنگ۔ کرن۔ ماہا۔ نور۔

فاطمہ۔ رابعہ۔ سارا۔ زارا



ماہنامہ جواب عرض ماہ فروری 2016 کے شمارے امتحان ہے زندگی نمبر کی جھلکیاں

انتظار فصل گل معاویہ عنبر ونو۔ساہیوال۔144	محبت لہولہو 62 ایم عمر دراز۔ساہیوال
امتحان ہے زندگی سیدہ امامہ علی۔کہوٹہ۔22	غلطی کس کی 130 عامر جاوید ہاشمی۔
روٹھا نصیب حاجی انور لانگ 90	نصیبوں جلی کشور کرن۔پتوکی 68
وقت کے تقاضے شاہد رفیق سہو۔112	روح کہانی محمد سلیم اختر۔راولپنڈی 42
مجھ سے روٹھے میرے ساجن انتظار حسین ساقی۔188	آہ زندگی 58 احمد حسن عرضی۔قبولہ شریف

کہانیوں کی صداقت ہر شک وشبہ سے بالاتر ہوتی ہیں ایسی تمام کہانیوں کے تمام نام واقعات قطعی طور تبدیل کر دیے جاتے ہیں جن سے حالات میں تنگی پیدا ہونے کا امکان ہو جس کا ایڈیٹر۔رائٹر۔ادارہ۔یا پبلیشرز ذمہ دار نہ ہوگا۔(پبلیشر زشہزادہ عالمگیر۔پرنٹرز زاہد بشیر۔ریٹی گن

خدا کا انصاف عافیہ گوندل	محبت ایک دھوکہ عارف شہزاد۔6
تم ہی ہو وقاص انجم۔136	آہ زندگی احمد حسن عرضی۔58
سحر ہونے کو ہے زاہد ملک	کرن تم کہاں ہو ایم یونس ناز۔102
بدلا رت جلال عینی۔96	امتحان ہے زندگی نمبر قیمت۔90 روپے
اب پیار نہیں کرنا یاسر وکی۔124	آخری ملن مقصود احمد بلوچ۔80

اسلامی صفحہ

حضرت حمزہؓ کا کفن

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ غزوہ احد میں شہید ہو گئے اور بیدرد کافروں نے آپؓ کے کان ناک وغیرہ اعضاء کاٹ دیئے اور سینہ چیر کر دل نکال لیا اور طرح طرح کے ظلم کئے لڑائی کے ختم پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے صحابہؓ شہیدوں کی لاشیں تلاش فرما کر ان کی تجہیز و تکفین کا انتظام فرما رہے تھے کہ حضرت حمزہؓ کو ایسی حالت میں دیکھا نہایت صدمہ ہوا اور ایک چادر سے ان کو ڈھانپ دیا اتنے میں حضرت حمزہؓ کی حقیقی بہن حضرت صفیہؓ تشریف لائیں کہ اپنے بھائی کی حالت کو دیکھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ آخر ایک عورت ہیں ایسے ظلموں کو دیکھنے کا تحمل مشکل ہو گا ان کے صاحبزادے حضرت زبیرؓ سے ارشاد فرمایا کہ اپنی والدہ کو دیکھنے سے منع کر دو انہوں نے والدہ سے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھنے سے منع فرمایا ہے انہوں نے کہا کہ میں نے یہ سنا ہے میرے بھائی کے ناک کان وغیرہ کاٹ دیئے گئے ہیں اللہ کے راستے میں یہ کون سی بڑی بات ہے ہم اس پر راضی ہیں میں اللہ سے ثواب کی امید رکھتی ہوں اور انشاء اللہ صبر کروں گی حضرت زبیرؓ نے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کلام کا ذکر کیا تو آپ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب سن کا دیکھنے کی اجازت دے دی آ کر دیکھا اِنَّا للہ پڑھی اور ان کے لیے استغفار اور دعا کی ایک روایت میں ہے کہ غزوہ احد میں جہاں نعشیں رکھی ہوئی تھیں ایک عورت تیزی سے آ رہی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو عورت کو روکو حضرت زبیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے پہچان لیا کہ میری والدہ ہیں میں جلدی سے روکنے کے لیے آگے بڑھا مگر وہ قوی تھیں ایک گھونسا میرے مارا اور کہا پرے ہٹ میں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے تو فوراً کھڑی ہو گئیں اس کے بعد دو کپڑے نکالے اور کہا کہ میں اپنے بھائی کے کفن کے لیے لائی تھی کہ میں ان کے انتقال کی خبر سن چکی تھی ان کپڑوں میں ان کو کفنا دینا ہے ہم لوگ وہ کپڑے لے کر حضرت حمزہؓ کو کفنانے لگے تو برابر میں ایک انصاری شہید پڑے ہوئے تھے جن کا نام حضرت سہیلؓ تھا ان کا بھی کفار نے ایسا ہی حال کر رکھا تھا جیسا حضرت حمزہؓ کا تھا ہمیں اس بات سے شرم آئی کہ حضرت حمزہؓ کو دو کپڑوں میں کفن دیا جائے اور انصاری کے پاس ایک بھی نہ ہو اس لیے ہم نے دونوں کے لیے ایک ایک کپڑا تجویز کیا مگر ایک کپڑا ان میں بڑا تھا ایک چھوٹا تھا تو ہم نے قرعہ ڈالا اور قرعہ میں جو کپڑا جن کے حصے میں آئے ان کے کفن میں لگ جائے گا قرعہ میں بڑا کپڑا حضرت سہیلؓ کے حصے میں اور چھوٹا کپڑا حضرت حمزہؓ کے حصے میں آیا جو ان کے قد سے بھی کم تھا اگر سر کو ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں کی طرف کیا جاتا تو سر کھل جاتا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سر کو کپڑے سے ڈھانک دو اور پاؤں پر پتے وغیرہ ڈال دیئے جائیں تو یہ سرکار دو جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چاچا کا کفن ہے...............کشور کرن پتوکی

عفوو درگزر

عفو کے لغوی معنی ڈھانپنا، مٹانا، معاف کرنا اور درگزر کرنا ہے یعنی اللہ کا بندے کے گناہ پر پردہ ڈالنا اسے مٹا دینا اور اسے بخش دینا ہے قرآن پاک میں یہ لفظ مغفرت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اصطلاح شریفت میں عفو سے مراد ہے کسی کی زیادتی اور برائی کو انتقام کی قدرت کے باوجود معاف کر دینا اور انتقام نہ لینا قدرت اور طاقت نہ ہونے کی وجہ سے اگر انسان انتقام نہ لے سکتا ہو تو یہ عفو نہیں ہو گا بلکہ اسے بے بسی کا نام دیا جائے گا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا عفو صرف قادر اور طاقت ور ہونے کی صورت میں ہوتا ہے۔ عفو کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ آدمی معاف کر دے خواہ طبیعت اس پر آمادہ نہ ہو اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ دل کی خوشی کے ساتھ معاف کرے اور اگر ممکن ہو تو اس کے ساتھ کچھ احسان بھی کرے۔ آپؐ نے ایسا ہی کیا ہے آپؐ نے ایک کافر سے کھجوریں قرض لیں آپ حضرت عمر کے ساتھ جا رہے تھے کہ وہ کافر آ گیا اور وقت مقررہ سے پہلے ہی اپنے قرض کا تقاضا شروع کر دیا اور گستاخی شروع کر دی کہ آپؐ کے گلے میں چادر ڈال کر بل ڈالے اور کھینچنا شروع کر دیا حضرت عمر نے اس پر تلوار کھینچ لی آپؐ نے حضرت عمر کو روک دیا اور اس کافر کو معاف کر دیا اور حضرت عمر کو حکم دیا کہ اسے کھجوریں واپس کر دو اور جو غصہ تم نے اس پر کیا ہے اس کے بدلے میں احسان کے طور پر کچھ کھجوریں اور زیادہ دے دو۔ ارشاد ربانی ہے ''اور چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کیا کریں تم یہ نہیں چاہتے کہ خدا تم کو معاف کر دے''۔ نیکی اور بدی برابر نہیں ہو سکتے آپؐ نے برائی کا بدلہ اچھائی سے دیجئے۔ ایک مرتبہ ایک صحابی نے آپؐ سے پوچھا یا رسول اللہ میں اپنے خادم کا قصور کتنی مرتبہ معاف کروں۔ آپؐ نے تھوڑی دیر خاموش رہے اور پھر فرمایا۔ سعین مرہ ترجمہ، ہر روز ستر مرتبہ، حضرت ابو مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ اپنے غلام کو مار رہا تھا کہ پیچھے سے آپ کی آواز آئی جان لو اے ابو مسعودؓ جتنا اختیار تم کو اس غلام پر ہے اس سے زیادہ اختیار اللہ تعالیٰ کو تم پر ہے، ایک دوسرے کو معاف کرتے رہا کرو تمہارے باہمی کینے دور ہو جائیں گے اسلام عفو درگزر اخوب، برداشت، اور رواداری، کا دین ہے اور اپنے ماننے والوں میں بھی یہی اوصاف حمیدہ کے فروغ کا داعی ہے قرآن پاک نے متقین اور مومنین کی ایک اہم صفت یہ بھی بیان فرمائی ہے (متقین) غصہ کو پی جانے والے لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں۔ آخر خطبہ حج میں آپؐ نے ارشاد فرمایا ''مسلمان کا خون، مال اور عزت اتنی ہی قابل احترام ہے جتنا قابل احترام یوم عرفہ اور شہر مکہ، اسلام محبت، احترام، اخوت، رواداری اور عفو درگزر سکھاتا ہے جس کی بدولت اسلام جسموں کو نہیں بلکہ دلوں کو فتح کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو نیک کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

محمد ہارون قمر۔ سیج پور ہزارہ

☆☆☆

محبت ایک دھوکہ

۔۔۔تحریر: عارف شہزاد۔صادق آباد۔0315.6736148

آفس مینجر ریاض احمد صاحب اور شہزادہ صاحب آج آپ کی بزم میں یہ جو کہانی میں نے بھیجی ہے یہ بہت ہی محنت سے لکھی ہے یہ میری اپنی کہانی ہے اس کا عنوان میں نے محبت ایک دھوکہ رکھا ہے قارئین کرام اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازیے گا مجھے آپ کا رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ادارہ جواب عرض کے پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی مین شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام بدل دیۓ ہیں تا کہ کی کسی کی دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ذمہ دار ادارہ جواب عرض یا میں نہ ہوں گے سب کو میری طرف سے سلام اور نیا سال 2016 مبارک ہو۔ہپی رہو سب ہی۔آمین۔

میرا نام عارف شہزاد ہے میں چک 148/p صادق آباد کا رہنے والا ہوں میری ہر تحریر پڑھنے کے بعد قارئین کرام اکثر یہی سوال کرتے تھے کہ آپ اپنی زندگی کی کہانی کب لکھو گے بہت ہمت پکڑ کر میں نے آج قلم تھاما ہے مجھ سے ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ میں اپنی آپ بیتی لکھوں پر میں اپنے چاہنے والوں اور قارئین کو ناراض نہیں کر سکتا تھا اس لیے آج میں اپنی زندگی کی کہانی لے کر حاضر ہوا ہوں۔

آئیں چلتے ہیں کہانی کی طرف۔

قارئین کرام میں جواب عرض 2006 سے پڑھ رہا ہوں جواب عرض میں میں کہانیاں پڑھ کے اداس ہو جاتا تھا اور دل میں سوچتا تھا کتنا دکھ بھرا ہے ان لکھنے والوں میں پر جب خود پر بیتی تو تب پتہ چلا کہ دکھ درد اور محبت کا زخم کیا ہوتا ہے قارئین کرام جب کوئی انسان بہت زیادہ ہنستا ہے یہاں تک کہ احمقانہ باتوں پر بھی تو وہ دراصل اندر سے بہت زیادہ اداس اور رنجیدہ ہوتا ہے۔

گھر کی تعمیر چاہے جیسی ہو عارف
اس میں رونے کی کچھ جگہ ضرور رکھنا

اور جب کوئی انسان لمبی نیند لینے لگے بہت ہی سونا شروع کر دے تو در حقیقت وہ سخت تنہائی کا شکار خود کو بہت اکیلا محسوس کرتا ہے۔ جب کوئی شخص یک دم خاموش گم صم ہو جائے اور اگر کوئی بات کرے بھی تو بہت تیز تیز جلدی جلدی میں کرے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ کوئی بہت اہم گہری بات راز رکھنا چاہتا ہے جب کوئی شخص رونے والی بات پر بھی نہ روئے تو وہ اندر سے بالکل ٹوٹ پھوٹ چکا ہوتا ہے جب کوئی شخص بہت بے ہنگم طریقے سے کھانا پینا شروع کر دے تو وہ یقیناً کسی ڈپریشن کا شکار ہوتا ہے جب کوئی انسان بہت عام معمولی باتوں پر بھی رو دے تو وہ در حقیقت نہایت بھولا بھالا معصوم اندر سے بہت زور رنج ہوتا ہے

اور جب کوئی شخص چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی غصہ اور بے وجہ خفا ہونے لگے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ کسی کی محبت میں بری طرح گرفتار ہو چکا ہے پور پور ڈوبنے لگا ہے وہی محبت جس کے متعلق شاعر کہتا ہے محبت کانچ کا سودا محبت آگ کا دریا محبت جون جیسی ہے محبت برف جیسی ہے محبت کالی رات ہے محبت نیلا موسم ہے محبت کچا آنگن ہے محبت تتلیوں کا گھر مگر پھر بھی محبت ہو ہی جاتی ہے کسی نامعلوم بس سے کسی ان جان ہستی سے کسی کاغذ کی کشتی سے کسی کھڑکی کے منظر سے کسی دھندلی سی حسرت سے محبت ہو ہی جاتی ہے۔اور محبت ہاتھ میں نہیں چوڑی کے چہرے سنورتی ہے کھنکتی ہے کھنک کر ٹوٹ جاتی ہے۔

تجھ سے کوئی گلہ نہیں اے جاں
ہماری قسمت میں ہی کوئی ملا نہیں

قارئین کرام یہ محبت بھی ناں خدا قسم انسان کو بہت رسوا کرتی ہے کسی انا کہاں کی خودداری کس بات کا گھمنڈ کیسا رعب سب کروفر سارا طنطنہ بس مٹی کر کے رکھ دیتی ہے محبت تو کسی جانور سے بھی ہو جائے تو بندہ اس کی منت سماجت پر اتر آتا ہے کجا کہ انسان سے محبت ہو جانا اور اس معاملے میں شاید ہی کوئی خوش نصیب ہو جس نے محبت کی اور اس حاصل بھی کیا اور جو محبت میں جدا ہو جاتا ہے تو وہی محبت ببول کے کانٹے بن جاتی ہے۔

آنکھوں میں مرنے والے سپنے
کالے حلقے بن جاتے ہیں

قارئین میں نو کلاس کا طلب عالم تھا میرے ابو سعودی عرب سے واپس آ رہے تھے دن بہت اچھے گزر رہے تھے میں پڑھنے میں بہت ہوشیار تھا اسی وجہ سے میرے دادا اور میرے ابو مجھے اعلیٰ تعلیم دلوانا چاہتے تھے تاکہ میں اپنے شہر میں ایک بہت بڑا ڈاکٹر بن سکوں مگر میں ان کا کوئی خواب بھی پورا نہ کر سکا میں نے محبت کی تو سارا زمانہ میرا دشمن بن گیا۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں جواب عرض پڑھ رہا تھا کہ ہمارے محلے کی ایک لڑکی جس کا گھر ہماری گلی سے دو گلیاں چھوڑ کر آتا ہے وہ کسی کام سے آئی تھی کافی دیر امی سے باتیں کرتی رہی پھر پوچھنے لگی۔

یہ لڑکا کون ہے۔

امی نے کہا یہ میرا ہی بیٹا ہے عارف شہزاد نام ہے اس کا یہ ملتان میں اپنے ماموں کے پاس رہتا تھا وہیں پڑھتا ہے یہ ان دنوں چھٹیوں پر آیا ہے پھر اچانک وہ امی سے کہنے لگی۔

خالہ مجھے جواب عرض پڑھنا ہے پلیز عارف شہزاد سے لے کر دیں میں پڑھ کر واپس دے جاؤں گی تو امی بھی فوراً ہی مان گئیں اور مجھے کہنے لگیں عارف بیٹا نازیہ کو یہ جواب عرض چاہیے یہ پڑھ کر واپس دے جائے گی۔

میں نے امی سے کہا۔میں آج تو لایا ہوں ابھی میں نے خود بھی نہیں پڑھا ہے امی آپ انہیں کہو کہ کل لے جانا اور یہ وہ ضد پر اڑی رہی امی سے کہنے لگی۔

نہیں خالہ پلیز پلیز مجھے ابھی لے جانا ہے میرا بہت دل کر رہا ہے جواب عرض پڑھنے کو پلیز عارف شہزاد کو کہیں کہ جواب عرض مجھے دے دیں پلیز پلیز خالہ جان۔

وہ ضد کی بہت پکی تھی اور پھر میری امی بھی ضد کرنے لگی کہ اسے جواب عرض دے دو کل واپس کر دے گی خیر میں نے امی کی بات مان کر

جواب عرض نازیہ کو دے دیا تو وہ ہنسنے لگی اور شکریہ بول کر اپنے گھر چلی گئی۔

آج تین دن ہو گئے تھے مگر وہ جواب عرض واپس کرنے نہیں آئی تھی میں نے امی سے کہا امی ان کے گھر سے جواب عرض تو لا دیں۔

امی کہنے لگی بیٹا تم خود جا کر لے آؤ میں نے روٹی اور ابھی کھانا بھی بنانا ہے۔امی نے مجھے ان کا گھر سمجھا دیا تھا۔خیر میں فوراً ہی نازیہ کے گھر کی جانب چلنے لگا دروازے پر دستک دی تو اندر سے آواز آئی بیٹا کون ہے۔

جی میں عارف شہزاد ہوں۔آپ کی بیٹی میرا ڈائجسٹ لے کر آئی تھی وہ لینے آیا ہوں۔

عارف بیٹا اندر آ جاؤ۔انہوں نے مجھے اس انداز میں کہا جیسے وہ ہم لوگوں کو اچھی طرح سے جانتے ہوں۔

نہیں آنٹی جان پھر کبھی سہی میں اس وقت جلدی میں ہوں۔میں نے انکار کرتے ہوئے کہا عارف بیٹا اندر آ جاؤ پھر چلے جانا۔وہ بولیں خیر بار بار اصرار کرنے پر میں اندر چلا گیا

آنٹی جی نازیہ کہاں ہے میرا رسالہ جواب عرض ہے نازیہ کے پاس وہ لینے آیا ہوں۔

انہوں نے میرے گھر والوں کے بارے میں پوچھا اور میں سب کچھ ان کو بتاتا گیا۔پھر نازیہ کی امی کہنے لگی۔

بیٹا وہ کمرے میں ہے اپنے شاید جواب عرض ہی پڑھ رہی ہے تم کمرے میں جا کر لے آؤ تب تک میں تمہارے لیے چائے بنا کر لاتی ہوں۔

نہیں آنٹی جان میں چائے نہیں پیتا۔

اچھا بیٹا پھر کیا لینا پسند کرو گے۔

جی آنٹی مجھے کچھ نہیں کھانا پینا میں فل ہوں یہ کہہ کر میں نازیہ کے کمرے کی جانب بڑھ گیا میں نے کمرے کے پاس جا کر دروازہ پر دستک دی تو نازیہ بولی۔

جی عارف شہزاد صاحب اندر آ جاؤ۔میں اندر داخل ہوا تو میں نے کہا۔

نازیہ جی اسلام وعلیکم۔

جواب میں نازیہ بولی۔جی عارف شہزاد جی وعلیکم اسلام۔وہ ساڑھی میں ملبوس تھی اور کہنے لگی میں کیسی لگ رہی ہوں۔

جی نازیہ تم واقعی ہی بہت اچھی لگ رہی ہو فون رنگ کے ساتھ سیاہ و سرخ کی ہم آہنگی جسے ایک حسین اچھوتے خیال سا خوش نما انداز غضب ڈھا رہا تھا تو سرخ رنگ بنارسی بلاؤز کے ساتھ وہ بہت ہی خوبصورت لگ رہی تھی اتنے میں نازیہ کی امی جگ میں جوس لے کر آ گئی نازیہ کو ڈانٹنے لگی کہ تم نے مہمان کو بیٹھنے کو نہیں کہا ہے خیر بیٹا بیٹھ جاؤ اور جوس پیو۔

میں نے جوس کا گلاس پکڑا اور سامنے پڑی کرسی پر بیٹھ گیا آنٹی کہنے لگی۔

بیٹا امی کیسی ہے تمہاری۔

جی وہ ٹھیک ہیں۔

اور تمہارے ابو کیسے ہیں۔سنا ہے وہ پندرہ سال کے بعد سعودی عرب سے گھر آئے ہیں۔

جی آنٹی جان آپ نے ٹھیک سنا ہے وہ پندرہ سال کے بعد گھر آئے ہیں اور ابو بالکل اللہ کی رحمت سے ٹھیک ہے بس دو دن سے اپنی نیند پوری کر رہے ہیں اچھا آنٹی اب مجھے اجازت دیں۔

نہیں بیٹا تم اب کھانا کھا کر جانا۔

جی ضرور کھاؤں گا لیکن آج نہیں پھر کبھی

ابھی میں جلدی میں ہوں۔ نازیہ جی۔ میرا جواب عرض مجھے دو مجھے جانا ہے اب۔

جی جی عارف جی یہ لیں اپنا جواب عرض یہ رسالہ بہت ہی گریٹ ہے مجھے سب کی سٹوریاں بہت پسند آئی ہیں۔ اور شاعری بھی بہت پیاری لگی۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

تم سے زیادہ آج کوئی چیز پیاری نہیں میں نازیہ کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

اب مکھن نہ لگاؤ۔ عارف جی۔ میں اتنی بھی پیاری نہیں ہوں۔

اوکے اوکے جی میں چلتا ہوں۔ میں اپنے گھر پہنچا تو کھانا تیار تھا وہ کھانا پھر اپنے روم میں چلا گیا اور جواب عرض پڑھنے لگا میں نے جواب عرض کھولا ہی تھا کہ اس میں سے ایک لیٹر نکلا جو کچھ یوں تھا۔

پیارے عارف شہزاد جی۔ ہمیشہ خوش رہو۔ بات یوں ہے کہ تم مجھے بہت ہی اچھے لگے ہو میں تم سے پیار کرنے لگی ہوں پہلی ہی نظر میں دل چرالیا ہے میرا تم نے پلیز میرا دل مت توڑنا اور میرے پیار کا جواب پیار سے دینا صرف تمہاری پجارن نازیہ کنول۔

کبھی تیری پلکوں میں جھلملاؤں میں
تیرے خیالوں میں خود کو بھول جاؤں میں
بیچ سمندر جا کر دھکا مت دینا
کہو تو کنارے پر ہی ڈوب جاؤں میں

خط کی دوسری طرف یہ لکھا ہوا تھا عارف شہزاد جی تم اور تمہارا جواب عرض بہت پسند آیا ہے لیکن میں تم کو ایک بات بتانا چاہتی ہوں کہ اگر تم ناراض نہ ہو تو پھر میں وہ بات تم کو ضرور بتاؤں گی جان سے پیارے عارف شہزاد جی آئی لو یو اینڈ آئی مس یو۔ صرف اور صرف تم کو چاہنے والی نازیہ کنول جوابی خط کا ویٹ رہے گا مجھے۔

قارئین میرا جوابی خط کچھ یوں تھا۔

نازیہ جی میں تمہاری محبت کی دل سے قدر کرتا ہوں اور میں بھی تمہیں دیکھتے ہی دل ہار بیٹھا ہوں میں بھی تم سے بے حد محبت کرنے لگا ہوں اب میں تمہیں لفظوں میں کیا بتاؤں میں خود نہیں جانتا کہ میں تمہیں کتنا چاہتا ہوں بعد یہ بھی نہیں جانتا کہ تمہیں اتنا کیوں چاہنے لگا ہوں بس اتنا جان لو کہ تم میری زندگی ہو اور اگر تم مجھے نہ ملی تو میں اپنی زندگی کا خاتمہ کرنے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں کروں گا اور جان نازیہ جو بات تم مجھے بتانا چاہتی ہو وہ لکھ کر مجھے بھیجو تمہارے جواب کا شدت سے منتظر عارف شہزاد۔

قارئین کرام جو نازیہ نے مجھے خط لکھا وہ یوں تھا میری زندگی کے مالک میرے سرتاج عارف شہزاد جی امید ہے آپ خریت سے ہوں گے جان مجھے بہت خوشی ہوئی کہ آپ نے میری محبت کو تسلیم کیا۔ عارف جی میں تمہیں ایک دن نہ دیکھوں تو لگتا ہے کہ جیسے وہ دن طلوع ہی نہ ہوا ہو تم اندھیری رات میں چٹکی شفاف چاندنی جیسے ہو تمہیں پانا میری زندگی کی اولین خواہش بن چکا ہے مگر کبھی کبھی میں سوچتی ہوں کہ ہمارا ملن کیونکر ممکن ہوگا اگرچہ حالات ناموافق ہیں مگر میں جانتی ہوں کہ اگر عزائم پختہ ہوں تو مشکل کا کوئی پہاڑ بھی ذرے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ میں جان تم سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ آپ میرا ساتھ دیں گے اور جان جو بات تمہیں بتانی تھی وہ آج رات کو بتاؤں گی۔ رات کو گھر میں کوئی نہیں ہوگا آپ پلیز پلیز ملنے ضرور آنا مجھے بہت بے تابی سے ویٹ رہے گا۔ فقط صرف اور صرف آپ کی نازیہ کنول۔

دنیا میں انا کچھ تو ہوتا ہے
تم بھی میرے ہو جاؤ نا عارف

قارئین کرام میں اب شام ہونے کا بے تابی سے انتظار کرنے لگا۔ وقت جیسے رک سا گیا ہو مر مر کے کہیں رات کے نو بجے میں کھانا کھا چکا تھا۔ اور نازیہ کے گھر کی طرف چلنے لگا دروازے پر دستک دی تو نازیہ کی ملازمہ نے دروازہ کھولا میں نے کہا۔

جی۔ جی مجھے نازیہ سے کچھ بات کرنی ہے۔

وہ بولی آؤ ڈرائنگ روم میں بیٹھو۔ میں نازیہ بی بی کو اطلاع دیتی ہوں۔ میری آواز سن کر نازیہ کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ اور چہرے پر عجیب سی خوشی بکھر گئی نازیہ بی بی نے ملازمہ سے پوچھا امی ابو بھائی دادا سب کہاں ہیں۔

جی وہ تو سب ڈیرے پر گئے ہیں۔ تم سو رہی تھی تو وہ چلے گئے اور کہہ رہے تھے کہ دیر سے آئیں گے ان کے کچھ جاننے والے ہیں وہ ڈیرے پر آئے ہیں۔

اوکے اب تم جاؤ اور عارف کو کمرے میں بھیج دو میرے پاس کمرے میں۔

ٹھیک ہے بی بی جی میں جاتی ہوں ملازمہ کے کہنے پر میں جب نازیہ کے کمرے میں گیا کمرے میں ملگجا سا اندھیرا تھا اور کافی تیز آواز میں گانا چل رہا تھا۔ نازیہ نے میں نے اس کو پکارا لیکن مجھے اندھیرے میں کوئی بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا پھر اچانک مجھے نازیہ کی بہکی بہکی اور نشیلی سی آواز سنائی دی میں کرنٹ کھا کر کمرے سے باہر نکلنے لگا مگر نازیہ نے دروازہ بند کر لیا میں نازیہ کا حلیہ دیکھ کر گنگ ہو گیا۔ وہ ملگجے سے اندھیرے میں بھی بہت واضح نظر آ رہی تھی اور نازیہ کا حلیہ ایسا تھا کہ میں نے اپنی نگاہیں زمین پر گڑ لیں میں نازیہ کو ایک نظر دیکھ کر دوسری نظر دیکھ نہیں پایا پھر وہ کچھ یوں بولی آئی لو یو عارف جی آئی لو یو۔ نازیہ بے اختیار ہو کر میری طرف بڑھی

یہ کیا کر رہی ہو نازیہ۔ میں بدک کر پیچھے ہٹ گیا۔

عارف جی میں تم سے محبت کرتی ہوں تمہیں بہت چاہتی ہوں تمہارے پیار میں پاگل ہو چکی ہوں میں عارف جی کسی کو کچھ پتہ نہیں چلے گا سب گھر والے ڈیرے پر گئے ہیں اور ملازمہ بھی سو گئی ہے تم ڈرو مت عارف۔

نازیہ بولے جا رہی تھی اور میں ششدر سا کھڑا تھا نازیہ نے اپنے نفس کی خاطر کس حد تک خود کو گرا لیا تھا میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

عارف تم میری زندگی ہو میرا حاصل ہو پلیز میرا دل مت توڑو پلیز عارف تم اسی چیز سے سوچ لو کہ ہمیں ایک تو ہونا ہی ہے ساتھ جینا مرنا ہے۔

نازیہ جی تم بھول رہی ہو میں نے تم سے محبت کی ہے جسم کا سودا نہیں کیا میں تمہاری یہ خواہش شادی سے پہلے ہرگز نہیں پوری کر سکتا نازیہ مجھے پھر محبت کا واسطہ دینے لگی۔

عارف میں تمہیں پانے کے لیے کچھ بھی کر سکتی ہوں میں جانتی ہوں ہماری شادی بہت مشکل سے ہوگی لیکن محبت کرنے پر تو پابندی نہیں ہے بس ایک بار میرے بن جاؤ مجھے پلیز جان نازیہ بہکی ہوئی آواز میں بولی۔

لیکن مجھے اس پر مسلسل غصہ آ رہا تھا میرا دماغ کھول رہا تھا۔ میں برداشت کرتا جا رہا تھا۔

ہاں اتنا کہا کہ میں چلتا ہوں جب تم ہوش میں آجاؤ گی تو پھر ملنے کے لیے آجاؤں گا۔ یہ کہہ کر میں دروازے کی سمت بڑھ گیا۔

پلیز میری جان رک جاؤ مت جانا مجھے چھوڑ کر وہ جیسے ہوش میں آنے لگی اور پھر ساتھ ہی بولی عارف میں تمہیں آزما رہی تھی یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ تم میرے جسم سے پیار کرتے ہو یا مجھ سے پر جان میں جان گئی ہوں تم سچے پریمی ہو مجھ سے بہت محبت کرتے ہو کیونکہ جو جسم سے پیار کرتے ہیں وہ مجھے بہت برے لگتے ہیں۔ آئی لو یو جان آئی لو یو آج سے تم ہی میری زندگی کے مالک ہو میں تمہارے بنا کبھی جینے کا تصور بھی نہیں کرسکتی میں تمہارے بنا اس مچھلی کی طرح ہوں جو جیا نک پانی ختم ہونے سے مرجاتی ہے پلیز کبھی مجھے دھوکہ مت دینا۔ ہم ایک دوسرے سے سچا پیار کرتے ہیں اور میں سچے لوگوں کے ساتھ خدا ہوتا ہے انشاء اللہ ہماری ضرور مدد کرے گا ہمیں ایک کردے گا ہم کبھی جدا نہیں ہوں گے عارف پلیز تم بھی کچھ بولو۔

ہاں جان نازیہ میں بھی تمہارا ہی بن کر رہوں گا کبھی دھوکہ نہیں دوں گا پر تمہارے یوں مجھے آزمانے پر دکھ ہوا ہے خیر چلو تمہیں مجھ پر یقین آگیا ہے میری سچی محبت کا اعتبار ہوگیا یہ سچ ہے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں تمہارے جسم سے نہیں اچھا جان رات بہت ہو چکی ہے تمہارے گھر والے بھی آنے والے ہیں میں چلتا ہوں۔ ابھی میں ان کے دروازے کے پاس ہی تھا اور نازیہ مجھے دروازے تک چھوڑنے آئی تھی کہ ان کے گھر والے آگئے میں یکدم دروازے کی اوٹ میں ہو گیا۔ میرے دل کو ایک جھٹکا سا لگا یہ خدا کی شان تھی کہ کسی نے مجھے دیکھا نہ تھا میں بچ گیا تھا اور ان کے اندر جاتے ہیں میں دروازے سے باہر نکل گیا میں سمجھا تھا کہ انہوں نے مجھے دیکھا نہ تھا لیکن میری یہ سوچ غلط تھی انہوں نے صرف مجھے دیکھا نہ تھا بلکہ میرے دشمن بھی ہوگئے تھے اور ایک بہت بڑا تماشہ لگ گیا تھا ہمارا ملنا مشکل ہوگیا تھا کئی دن تک میں اس کی صورت کو دیکھنے کو ترستا رہا تھا پھر ہمارا خط وکتابت سے رابطہ ہونے لگا۔ ہم صرف خط پر ہی بات کرسکتے تھے وہ بھی مشکل سے ایک دوسرے کو خط دیتے تھے یہ کتنا مشکل کام ہوتا تھا یہ میں ہی جانتا ہوں۔ چند دن بعد ہی اس کا خط آگیا۔

عارف جان کیا تم مجھ سے ناراض ہو میری جان میں نے تو اس دن صرف تمہیں آزمایا تھا کیونکہ تم نے ہی کہا تھا جب چاہو مجھے آزما لینا لیکن تم نے تو میری آزمائش کے بدلے میں مجھے ہی آزمائش میں ڈال دیا ہے کیا تم مجھ سے اتنی سی محبت کرتے تھے کہ تم مجھے چھوڑ کر چلے گئے میری جان اس وقت مجھے بہت غصہ تھا جب تمہارا کزن مجھے خط دینے آیا تھا اس وقت بھائی نے مجھے ڈانٹا تھا کیونکہ ہماری ملازمہ اور میرے چھوٹے بھائی نے گھر والوں کو سب کچھ بتادیا ہے کہ ہم دونوں محبت کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملتے بھی ہیں میں اس وقت بہت رو رہی تھی کیونکہ میں تم سے جدا نہیں ہونا چاہتی تھی اب ہمارے گھر والوں کو پتہ چل گیا ہے اب ہمیں اپنا خیال رکھنا چاہیے میری جان تم غصہ بہت کرتے ہو پلیز غصہ مت کرنا اپنا خیال رکھنا اور جواب ضرور دینا۔

نازیہ کنول۔

قارئین کرام نازیہ بہت اونچے خاندان کی

لڑکی تھی اس کے ابو کی نہ صرف زمینیں تھیں بلکہ شہر میں کوٹھیاں بھی تھیں جو کرائے پر دے رکھی تھیں یہ سب کچھ میں نے جان لیا تھا۔ میں نے ایک خط لکھ کر اس کو کچھ حوصلہ دیا تھا میں نے لکھا تھا۔

میری جان نازیہ۔ میرا ارمان میری زندگی میری چاہت اور میرا سب کچھ تم ہو اگر تم مجھے نہ ملی تو میں کبھی جی نہ پاؤں گا جان میں تمہیں اپنا چاہتا ہوں کیا ہمارا ملن ہوگا کیا ہم ایک ہوسکتے ہیں کیا ہمارے گھر والے رشتے کے لیے مان جائیں گے بس یہی سوچتا رہتا ہوں۔

وہ میرے خط پر بہت خوش ہوئی اور پھر ایک دن میں نے اس کے گھر سے کسی لڑکے کو دیکھا تو مجھے ایک دھچکا سا لگا میں نے دوسرے دن ہی اس کو خط لکھ دیا۔ اور کہا۔

جان میں کل آپ کی گلی کی نکڑ پر کھڑا تھا اور میں نے ایک لڑکے کو تمہارے گھر سے نکلتے دیکھا ہے اس وقت ٹائم رات کے گیارہ بجے کا ہوگا یہ کیا چکر ہے جان میں تب سے بہت پریشان ہوں یہ لڑکا اتنی رات گئے کیا لینے آیا تھا اور میں تمہیں مل کر کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

قارئین کرام نازیہ کا جوابی خط کچھ یوں تھا۔

جان سے پیارے عارف شہزاد۔ وہ جو لڑکا تم نے دیکھا ہے وہ بھی مجھے چاہتا ہے بہت پیار کرتا ہے پر میں تو تم سے پیار کرتی ہوں بے شک تم قسم لے لو ہر طرح کا یقین دلانے کے لیے تیار ہوں میں پلیز میرے بارے غلط مت سوچنا اور جان ہمارے گھر والے ایک دوسرے سے بہت نفرت کرنے لگے ہیں اب بہت مشکل ہے ہمارا ملن ہوسکے۔ لیکن میں تمہارے ساتھ ہوں میں تمہارے ساتھ کہیں بھی بھاگنے کو تیار ہوں۔ نہیں جی سکتی تمہارے بغیر مجھے زندگی میں کبھی دھوکہ مت دینا کیونکہ میں نے اپنے آپ سے بڑھ کر تم سے پیار اور اعتبار کیا ہے۔ اگر تم نے زندگی میں مجھے دھوکہ دینا ہو تو مجھے برباد ہونے سے پہلے ہی بتا دینا۔ کیونکہ میں دھوکہ برداشت نہیں کر سکوں گی میں ہمیشہ ہی تم سے وفا کروں گی اگر زندگی نے ساتھ نہ دیا تو مجھے بے وفا نہ کہنا اور تم نے یہ کیسے کہہ دیا کہ میں تمہارے خط کو اہمیت نہیں دیتی ہوں میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں۔ میں گھر والوں کے خلاف بھی جاسکتی ہوں۔ تمہارا پیار پانے کے لیے کیونکہ پیار ہی دنیا کی انمول چیز ہے اور میں جیتے جی تمہیں کھونا نہیں چاہتی ہوں اپنی زندگی بنانا چاہتی ہوں اپنا خیال رکھنا تم کو چاہنے والی۔ نازیہ کنول۔

میں نے جواب میں لکھ دیا۔ میں تمہیں کبھی دھوکہ نہیں دے سکتا یہ تم بھی میرا مان ٹوٹنے نہ دینا جان مجھے تم پر اعتبار ہے پر میں تمہیں بتادوں مجھے محبت میں خیانت پسند نہیں ہے آج کے بعد میں اس لڑکے کو تمہارے گھر کے قریب بھی نہ دیکھوں میں سچا انسان ہوں اس لیے مجھے محبت میں ملاوٹ پسند نہیں ہے جان میں جانتا ہوں ہمارا ملنا بہت ہی مشکل ہے پر ناممکن نہیں ہے ہمارے ارادے سچے ہیں باقی اللہ ہماری مدد کرے گا جان میں تم سے کہا تھا ایک بار ملو کسی طرح میں نے ایک بات کہنی ہے پلیز کوئی راہ نکالو صرف چند منٹ کے لیے ملاقات کرو جان اپنا حال ضرور بتایا کرو مجھے کہ تم کیسی ہو اور ٹھیک بھی ہو کہ نہیں جان میرا پیار صرف تمہارے لیے ہے۔

لوگ کہتے ہیں نبھانا عشق بہت مشکل ٹھہرا
یہی ہے تو پھر مجھے عشق سے نجات نہ ہو

راستے ہوں دشوار بیزار پر ایسا نہ ہو
جب میرے ہاتھ میں جان کا ہاتھ نہ ہو

میں بھی تمہیں کھونا نہیں چاہتا ہوں اور تمہیں پانا میری ضد بن چکا ہے چاہے زمانے والے کچھ بھی کر لیں پر ہم جدا نہیں ہوں گے ہمارا پیار انداق نہیں ہے ہم نے پیار کیا ہے کوئی جرم نہیں کیا جو ان لوگوں سے ڈریں جان اور نہ ہی ہمیں ڈرنا ہے اب ہمارا ملن ضرور ہوگا بس تم ہمت نہ ہار دینا جان پلیز اپنا خیال رکھنا۔

تمہاری چاہت کا طلبگار عارف شہزاد۔

میں نے خط اس تک پہنچا دیا اور دوسرے دن ہی اس کا جواب مجھے مل گیا۔لکھا تھا۔

آزمائش رشتوں میں ضروری ہوتی ہے
نہ مل پاتا کسی کی مجبوری ہوتی ہے
یاد تو ہم دور سے بھی کر سکتے ہیں
لیکن دل کی حسرت تو مل کر پوری ہوتی ہے

جان میرا حال پوچھ کر تم کیا کرو گے۔جب سے تم سے جدا ہوئی ہوں مجھے ہر وقت کوئی نہ کوئی پریشانی رہتی ہے جان تم سے جدا ہونے کو دل نہیں کرتا تھا لیکن تم تو آخری دن بھی نہ آئے تھے مجھے بہت افسوس ہوا کہ آخری دیدار بھی نہ کر سکے بات تو ہماری پہلے بھی نہیں ہوتی تھی لیکن ایک دوسرے کو دیکھ لیتے تھے جب ہم سامنے ہوتے تھے تو وقت کا پتہ نہیں چلتا تھا لیکن اب تو ایک پل بھی بہت مشکل سے ۔رتا ہے ہر وقت تمہارا ہی خیال ر۔ ہے۔جان تم سے ملنے کو میرا دل بھی بہت چ۔تا ہے مگر قسمت میں ہماری شاید ملاقات لکھی ہی نہیں ہے کسی نے سچ ہی کہا جہاں محبت وہاں جدائی۔جو محبت کرتے ہیں انہیں اس موقع کی تلاش ہوتی ہے کہ انکی ملاقات ہو اور ایک دوسرے سے دل کی باتیں کریں ملیں انکی روزانہ ملاقات ہو مگر ظالم دنیا اور وقت کو کون سمجھائے۔ جان ہماری ملاقات کیسے ہوگی کوئی بھی راستہ دکھائی نہیں دیتا ہے۔جان تم سے باتیں کرنے کو دل کرتا ہے مگر کیا کریں دینا بہت ظالم ہے لیکن دنیا سے زیادہ ظالم اپنے والے ہیں جو محبت کرنے والوں کو ملنے نہیں دیتے ہیں جان میں آج کھیتوں میں گئی تھی وہاں درخت پر کچھ لکھا ہوا تھا کیا وہ سب تم نے لکھا یا کسی اور نے لکھا ہے مجھے ضرور بتانا۔اور اپنا خیال رکھنا۔

تمہاری دیوانی نازیہ کنول۔

اس کا خط پڑھ کر دل کو تسلی ہوئی کہ وہ میری ملاقات کے لیے بے چین ہے لیکن کچھ دن بعد مجھے وہ لڑکا پھر اس کے گھر سے نکلتا ہوا نظر آیا تو میرا پارہ چڑھ گیا میں نے فوری نازیہ کو خط لکھ دیا اور کہا۔جان میں نے تمہیں روکا تھا کہ وہ لڑکا تمہارے گھر کے قریب بھی دکھائی نہیں دینا چاہیے کل پھر وہ تمہارے گھر سے نکل رہا تھا آخر ماجرہ کیا ہے وہ کیا لینے آتا ہے کہیں تم مجھے دھوکہ تو نہیں رہی ہو پلیز جو سچ ہے وہ مجھے بتا دو اور میں نے ہی درخت پر تمہارا نام اور اپنا نام لکھا تھا یہ تمہارے بھائی نے اسے کلہاڑیوں سے مٹا دیا ہے اور جان گھر والوں گھر والوں کی نفرت بہت شدید ہے پر میں بھی کوشش کروں گا کہ نفرت کم ہو سکے مجھے بس تم ایک بار ملو۔تمہارا عارف شہزاد۔

نازیہ کا جواب جلد ہی مل گیا اس نے لکھا تھا مجھے اتنا تو بتا دو کہ میں نے کس بات پر دھوکہ اور بے وفائی کی ہے میں نے تو ابھی تک تمہارے خط کا جواب بھی نہیں لکھا تھا اور تم نے جو جواب عرض پر میرے اور تمہارے نام لکھے تھے وہ بھی مٹا دیئے آخر وجہ کیا ہے صبح میں نے جب تمہارے خط کا جواب لکھا تھا لیکن جب جواب عرض دیکھا تو بہت رونا آیا اور میں نے خط جلا دیا بس مجھے صرف اتنا بتا دو کہ میں نے بے وفائی کس بات پر کی ہے تم نے خود ہی تو کہا تھا میں تم سے ناراج نہیں ہو سکتا لیکن تم اب مجھ سے کیوں ناراض ہو۔

محبت کے رشتے بے وفا ہو نہیں سکتے
ہم آپ سے خفا ہو نہیں سکتے
آپ ہمیں یاد کریں یا نہ کریں
ہم آپ کو یاد کیے بغیر سو نہیں سکتے

شاید تم اس وجہ سے ناراض ہو کہ میں نے جواب عرض سے نام مٹائے ہیں لیکن نام میں نے نہیں مٹائے تھے میں نے تو اپنی طرف سے بھی نام لکھے تھے شاید تمہیں میرے نام لکھے پسند نہیں آئے ہوں گے۔جب مجھ سے صلح کرو گے تب میں تم کو سب باتیں بتاؤں گی جو میں نے تم سے کہنی تھیں آئی لو یو جان آئی لو یو۔

صرف آپ کی نازیہ کنول۔

میں نے اس کو جواب دے دیا۔

میں تم سے خفا نہیں ہوں ہاں میں نے ہی جواب عرض سے نام مٹائے تھے کیونکہ جب سے اس لڑکے نے تمہارے گھر آنا جانا شروع کیا ہے تمہارے انداز ہی بدل گئے ہیں اور تمہاری آنٹی نے مجھے بتایا کہ نازیہ پیار کرتی ہے اور اسے ہر روز ملتی ہے۔جب گھر والے ڈیرے پر چلے جاتے ہیں تو۔۔۔تم نے تو یہ سب مجھے نہیں بتایا یہ دیکھو لو تمہاری آنٹی نے بتا دیا ہے مجھے سب کچھ میں کئی دنوں سے ملاقات کا کہہ رہا تھا میرے لیے تو ٹائم نہیں ہے تمہارے پاس پھر اس کے لیے کیوں کیا یہ وہی لڑکا ہے جس کا تم نے ذکر کیا تھا مجھے ان تمام سوالوں کے جواب چاہیے۔

فقط عارف شہزاد

میں نے خط اس تک پہنچا دیا اور پھر دوسرے دن ہی مجھے اس کا جواب مل گیا۔جان میں تمہارے سوالوں کے جواب دے رہی ہوں ہاں یہ لڑکا وہی ہے جو تمہاری طرح مجھ سے پیار کرتا ہے پر میں اسے پیار نہیں کرتی ہوں وہ میری خالہ کا بیٹا ہے میں اسے آنے سے نہیں رو تو سکتی کیونکہ اگر میں نے ایسا کیا تو وہ پاپا سے شکایت کر دے گا اور پھر میری شامت آ جاتی ہے جان تم نے بے وفائی کا الزام دے کر میرا دل ہی توڑ دیا ہے میں تمہیں خوش نظر آتی ہوں اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ میں بہت خوش نصیب ہوں یا میری زندگی میں خوشیاں ہی خوشیاں ہیں بلکہ جتنے میری زندگی میں دکھ ہیں شاید تم ہو تو رونے لگ جاؤ میں تو صرف اس وجہ سے مسکراتی ہوں کہ شاید تم میری وجہ سے ہی خوش نظر آؤ۔لیکن شاید تمہیں میرا ہنستا ہوا چہرہ پسند نہیں ہے میری جان میں تمہیں یہ تو نہیں کہا تھا کہ میں تمہارا نہیں دوں گی بلکہ میں نے تو صرف یہ کہا تھا کہ کیا تم اپنے گھر والوں کو راضی کر سکتے ہو لیکن مجھے بہت افسوس ہوا کہ تم نے مجھے اتنا غلط سمجھا پتہ نہیں کیوں تمہیں میری محبت کا یقین نہیں ہے میں تو تم سے بہت محبت کرتی ہوں شاید تم اس کا اندازہ بھی نہ لگا سکو پتہ نہیں کیوں تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں رہا۔بہت افسوس ہوا ہے تم میری محبت کو نہیں سمجھ سکے اور جان تمہاری طرف میں نے دیکھنا نہیں چھوڑا بلکہ میری طرف دیکھنا تم نے چھوڑ دیا ہے میں جب بھی تمہاری طرف دیکھتی ہوں تو تم نفرت سے منہ پھیر لیتے ہو ۔شاید اس لیے کہ میں تمہیں ہنستی ہوئی اچھی نہیں

لگتی۔ میں نے تمہارے ساتھ وعدہ کیا تھا زندگی بھر ساتھ نبھانے کا جس پر آج بھی قائم ہوں۔ میں تمہیں کبھی بھی اکیلا نہیں چھوڑ سکتی جان تمہیں کیا پتہ ہر وقت صرف تمہارا ہی چہرہ نظروں سامنے رہتا ہے رات کو بھی بہت دیر سے نیند آتی ہے یہ مت سمجھنا کہ میں صبح دیر سے اٹھتی ہوں میں سوتی نہیں ہوتی۔ بلکہ میرا دل نہیں چاہتا ہے کہ اٹھوں کیونکہ ہر وقت دل میں صرف تمہاری یاد ہوتی ہے اس لیے دل کو خوش رکھنے کے لیے کچھ تو کرنا پڑتا ہے میری جان تم کیا سمجھتے ہو کہ صرف تم ہی مجھ سے محبت کرتے ہو بلکہ میں تم سے کہیں زیادہ تم سے محبت کرتی ہوں تم نے تو کہہ دیا کہ تمہارا خط پڑھ کر میرے دل کو بہت دکھ ہوا لیکن افسوس تم نے بھی تو میرا دل توڑ دیا ہے۔

صرف تمہاری۔نازیہ کنول

قارئین کرام یہ نازی کا آخری خط تھا اس کے بعد نازیہ نے مجھ سے مکمل رابطہ ختم کر لیا میں روزانہ رات کو اس لڑکے کو نازیہ کے گھر سے آتا جاتا دیکھتا تھا جی چاہتا تھا کہ اس سے پوچھوں کہ وہ کس سے ملنے آتا ہے پھر ایسا ہی کیا میں نے وہ نازیہ کے گھر سے نکل رہا تھا کہ میں نے اسے گریبان سے پکڑ لیا اور اس سے پوچھنے لگا کہ وہ یہاں کیوں آیا ہے تو وہ فورا بول پڑا۔

اپنی محبت نازیہ سے ملنے آتا ہوں۔ نازیہ مجھے کال کرکے بلاتی ہے۔ ہم روز ہی ملتے ہیں اور رومانس بھی کرتے ہیں تم کون ہو کیا لگتی ہے نازیہ تمہاری اور مجھ سے یہ سوال کرنے کی جرات کیسے ہوئی تمہاری میں چپ چاپ گم صم سا ہو گیا۔ اور وہ بکواس کرتا ہوا چلا گیا میں اپنے ہوش وحواس کھو چکا تھا۔ جب وہ نازیہ کا نام لے رہا تھا تو دل کرتا تھا اسکی جان لے لوں پر کسی نے سچ ہی کہا ہے کہ جب اپنا ہی سکہ کھوٹا ہو تو دوسروں سے کیا شکایت یہی سوچ سوچ کر میرا دماغ پھٹا جا رہا تھا میں نازیہ سے ملنا چاہ رہا تھا مگر کوئی ترتیب دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

دو ماہ گزر گئے لیکن نازیہ کی طرف سے کوئی بلاوہ نہ آیا پھر ایک دن وہی لڑکا نازیہ کے گھر میں جا رہا تھا میں بھی اس کے پیچھے نازیہ کے گھر میں گھس گیا وہ نازیہ کے کمرے میں جا چکا تھا۔ میں باہر دروازے کے پاس کھڑا رہا۔ مجھ سے برداشت نہ ہوا تو میں نے دروازہ توڑ دیا۔ وہ دونوں ایک ساتھ اندر موجود تھے میں نے اس لڑکے کو گریبان سے پکڑ لیا۔ اور خوب مارا پھر سارے گھر والے شور کی وجہ سے اٹھ گئے میں نے نکلنے کی کی لیکن نازیہ پوری تیاری کے ساتھ کھڑی تھی نازیہ نے مجھے پورے قوت سے پیچھے دھکیلا اور مجھ کو نوچنے لگی۔

تمہاری یہ ہمت کیسے ہوئی میرے منگیتر کو مارنے کی اب دیکھنا تم چند روز پہلے میں جو تڑپی تھی آج تم تڑپو گے اس روز تم نے میری توہین کی تھی اور میری نہیں سنی تھی آج تمہاری کوئی نہیں سنے گا آج تمہاری باری ہے بس پھر دو منٹ کی بات تھی اور گھر کے تمام لوگ جمع ہو گئے نازیہ کے ابو ان کی بیگم بھائی ملازم سب کمرے میں آ گئے اور سب ہی پھٹی پھٹی نظروں سے مجھے دیکھنے لگے نازیہ کا دوپٹہ کارپٹ پر گرا ہوا تھا خود وہ بلند آواز میں رو رہی تھی۔

کیا ہوا ہے یہ سب یہاں کیوں جمع ہیں۔۔ انکی آواز گونجی۔

بابا جی۔ نازیہ روتی ہوئی لپک کر انکے سینے

سے لگ گئی۔ بابا یہ لڑکا عارف زبردستی گھر میں گھس آیا ہے اور مجھے گھر میں اکیلا دیکھ کر مجھے بدنام کرنا چاہتا تھا یہ تو اچھا ہے کہ میرا منگیتر آ گیا۔ ورنہ میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتی۔ اس نے میرا دوپٹہ چھینا ہے اگر میں شور نہ کرتی تو نجانے یہ کیا کچھ کر جاتا۔

نازیہ کہتے کہتے یکدم ہچکولی سے رونے لگی پھر انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ میری طرف بڑھے اور مجھے گریبان سے پکڑ لیا میں نے اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہا لیکن وہ چیخے۔

بکواس بند کرو اپنی تم کہنا کیا چاہتے ہو کہ تم نے ایسی حرکت نہیں کی تو کیا میری بیٹی جھوٹ بول رہی ہے تمہارا گھر میں آنے کا مقصد کیا تھا۔ وہ بولتے ہی چلے گئے۔ میرا دماغ بند ہو رہا تھا جب اچانک دوپٹے کو تنکے کے سہارے کے مصداق نازیہ کا خیال آیا لیکن نازیہ کی موٹی موٹی آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی تیر رہی تھی جو جھوٹی مکاری تھی۔ ۔میں نے کہا۔

آپ نازیہ سے پوچھ لیں۔ میں نے کچھ بھی نہیں کیا ہے۔ نازیہ بتاؤ ناں میں سچ کہہ رہا ہوں میں نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا ناں پلیز بتایئے میں بے قصور ہوں میرا دامن میرا کردار صاف ہے میری نیت میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔ میرا ضمیر زندہ ہے ایسا میں اپنے جسم پر پڑنے والی مار کے لیے نہیں بول رہا تھا بلکہ کردار پر لگنے والے داغ کے لیے تڑپ رہا تھا۔ میں ایسا نہیں چاہتا تھا لیکن ایسا بتایا جا رہا تھا۔ دوسروں کی نظروں میں گرایا جا رہا تھا۔ نازیہ کچھ تو بولو پلیز بتاؤ اپنے پاپا کو یہ سب جھوٹ ہے لیکن نازیہ کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکلا بلکہ اس نے خاموشی سے نظریں جھکا لیں اور نازیہ کی جھکی نظر اور خاموشی نے مجھے ساکت کر دیا تھا میں چپ چاپ سر جھکائے نازیہ کو بے یقین نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ نجانے کیوں اتنے بہت سارے لوگوں میں مجھے لگا کہ نازیہ یہ یہ ضرور بولے گی وہ جب نہیں رہے گی لیکن ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔ اسکی خاموشی نے مجھے جھوٹا ثابت کر دیا یہ سب ڈرامہ ہونے کے بعد انہوں نے مجھے چوری کے کیس میں جیل بھیج دیا۔ جیل میں بہت بدل چکا تھا تین سال تک میں جیل میں رہا۔ پھر مجھے اطلاع ملی کہ نازیہ کی اسی لڑکے سے شادی ہو گئی ہے اور وہ دونوں سعودی عرب چلے گئے ہیں میں نازیہ کی بے وفائی پر دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔

خوشبو سے ہواؤں سے بھی ملتے نہیں کچھ لوگ
موسم کی اداؤں سے بھی ملتے نہیں کچھ لوگ
مل جائیں تو جیون کو سجا دیتے ہیں لیکن
بچھڑیں تو دعاؤں سے بھی ملتے نہیں کچھ لوگ

قارئین کرام میں تین قید کاٹ کر آیا تو نازیہ بھی پاکستان آئی ہوئی تھی ایک دن میں نازیہ کے گھر سے گزر رہا تھا کہ وہ سامنے سے آ گئی اور کہنے لگی عارف میری بات سن کر جانا پلیز۔ میں آپ سے بہت شرمندہ ہوں میں محبت کو پایا تکمیل تک نہ لے جا سکی۔ میری وجہ سے تمہیں لیکن میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

تم شرمندہ ہو صرف شرمندہ ہو میرا کردار داؤ لگ پر گیا۔ اور تم صرف شرمندہ ہو تم سمجھتی ہو کہ تمہاری یہ ذرا سی شرمندگی میرے تین سالوں کی اذیتوں کو مداوا کر سکتی ہے میں آج اس حالت میں ہوں تو صرف تمہاری وجہ سے اب یہ تمہارا شرمندہ ہونا میرے کس کام کا کیا کریں گے ہم اس شرمندہ لفظ

کا لفظ کا۔ اور تمہاری اس شرمندگی سے جو جھیلنا تھا وہ تو ہم نے جھیل لیا اب تمہاری اس شرمساری کو کوئی فائدہ نہیں ہے۔ میں بڑا حیران ہوں کہ لوگ کتنی آسانی سے جھوٹ بولتے ہیں اور پھر کہہ دیتے ہیں میں شرمندہ ہوں اب ان لوگوں سے بندہ یہ پوچھے کہ کیا آپ کی اس شرمندگی سے دوسرے انسان پر گزری قیامت کا ازالہ ہوسکتا ہے یا نہیں اگر ہوسکتا ہے تو ٹھیک ہے میں تمہیں معاف کرتا ہوں اور اگر نہیں ہوسکتا تو آئندہ مجھ سے بات کرنے کی ہمت نہ کرنا میں چاہتا تو تمہیں ذلیل کروا دیتا تمہارے خطوں سے پر میں نے تم سے سچا عشق کیا ہے میں ایسا نہیں کرسکتا تھا نہ ایسا کیا۔

میں نے خدا حافظ کہا اور کہا کہ میں چلتا ہوں یہ نازیہ کی شادی اور میں سزا پوری ہونے کے بعد آخری ملاقات تھی

قارئین کرام بھول جانا انسان کے بس میں کہاں ہوتا ہے کسی حادثے کسی بہت پیارے کی یاد انسان کو بار بار رلاتی رہتی ہے دراصل کسی بہت پیارے کو بھولنے کی کوشش ہی ہمیشہ ان پیاروں کو ہماری یادوں میں زندہ رکھتی ہے موسم گزر جاتے ہیں لیکن یاد نہیں جاتی خود سے بچھڑے ہوئے پیارے کو یاد انسان کے وجود کو ڈھانپ لیتی ہے لباس کی طرح نہیں جلد کی طرح کھال کی طرح مگر یہ بھی سچ ہے کسی نے کہا ہے۔

اس کائنات میں کوئی وجود ہمیشہ کے لیے ایک جگہ پر موجود نہیں رہ سکتا۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اپنا مقام بدلتا ہے سانس کی آ رہی ہوتی ہے ہستی کے سایہ دار درخت کو کاٹتی چلی جاتی ہے۔

قارئین کرام میں سوچوں کی یلغار سے گھبرا کر میں نے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھا۔

اے خدا تو تو جانتا ہے ناں میں بے قصور ہوں صرف تو ہی تو جانتا ہے آنسو میری آنکھوں سے بھل بھل نکل رہے تھے ان پر میرا کوئی بس نہیں چل رہا تھا میں اکیلا اور سوچیں ہیں کہ ان گنت یادیں ہیں تو بے شمار پچھتاوے ہیں تو بے حساب مجھے نازیہ کی بے وفائی نے کہیں کا نہیں چھوڑا جس نازیہ سے جب سے بچھڑا ہوں ایک پل بھی چین نہیں دل کو میں اپنی عمر سے بہت آگے نکل گیا ہوں میرے اندر خاموش سمندر بہتا ہے ایک چنگھاڑتا سناٹا ہے ایک چلاتی خاموشی ہے شاید اس لیے میرے ہم عمر دوست جو کچھ کرتے ہیں وہ مجھے بچپنا لگتا ہے وہ میں اب نہیں کرسکتا مجھے وہ شرارتیں کھلنا کودنا فضول سا لگتا ہے میں محبت میں اجڑ کر اپنی عمر سے زیادہ آگے نکل گیا ہوں مگر میں بھی انسان ہوں مجھے بھی درد ہوتا ہے محبت کا درد ناسور بن گیا ہے میرے سینے میں بھی دل ہے مجھے بھی اندھیروں انسانوں سے اور زندگی موت محبت تقریباً سب ہی سے خوف آنے لگا ہے مجھے بھی رونا آتا ہے میں بھی محبت میں روتا ہوں آخر انسان ہوں کوئی پتھر نہیں میں نے وہ وہ رنگ محبت کے دیکھے ہیں کہ دوبارہ زندگی میں کبھی محبت نہیں کروں گا یہ انسان کو اندر ہی اندر مار دیتی ہے

قارئین کرام جہاں تک بات ہے لکھنے کی تو میرے دکھ درد بہت زیادہ ہیں میں لکھنے بیٹھ گیا تو بہت ٹائم لگ جائیگا یعنی بات اگر چل نکلی تو بہت دور تلک جائے گی میرے خیال میں ایک انسان جب محبت میں اجڑتا ہے تو اس کی زندگی کا سفر بڑا

ہی کٹھن اور تکلیف دہ ہوتا ہے سو میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے جب محبت میں خوش گمانیاں اور بے یقینیاں بڑھنے لگیں بے چینی بھی انتہا کو چھونے لگے اندر کا انسان چنگھاڑیوں سے کوئلہ اور کوئلوں سے راکھ بن جاتا ہے انتظار کا کرب آنکھوں سے چھلکنے لگتا ہے زبان خاموش ہو جاتی ہے میرے لفظ ختم ہو گئے اور آواز بھی مر گئی تو تب میں نے اندر کے کرب اور دل کے درد کو قلم کی زبان دے دی میری تحریروں میں کہیں نہ کہیں وہ درد بھی موجود ہوتا ہے جو مجھے محبت نے بخشا ہے جو میری زندگی کا حصہ ہے میں محبت اور نفرت میں ہر حد سے گزر جانے والا ہوں جان تک دینے اور لینے والا ہوں میں اپنے ماضی کو دفنا نہیں سکتا تو بھول بھی نہیں سکتا ہوں محبت میں بے وفائی یہ میرے اندر کی کڑواہٹ میرا ذہنی اضطراب میری روح میں بے سکونی میرے دل کی دراڑیں میری آنکھوں کی ویرانی جاڑے کی کسی سرد ٹھنڈی دھند میں لپٹی سنسان رات کی طرح یہ سناٹا اور خاموشی مجھے خوشیاں پا لینے کی بجائے دکھ درد سمیٹنے رکھنے پر مجبور کرتے ہیں میں نے جس دن محبت کی اس دن دن مجھے کچے گھڑے پر دریا پار کرنے کی سمجھ آئی اس دن مجھے ناخنوں سے نہر کھودنا سمجھ آ گیا۔ میں نے خود فریبی سے خود شناسی تک کا سفر چند لمحوں میں طے کر لیا۔ محبت میں بچھڑ جانے کے بعد میں نے جانا کہ محبت دیوانگی کے سفر کو محبت کہتے ہیں۔ تب میں نے جانا کہ محبت کسی وجود کا نام نہیں ہے محبت کسی کو پا لینے کا نام بھی نہیں ہے۔ محبت تو ان مادی احساسات سے بہت دور کی کائنات ہے محبت وجودیت کا نہیں بلکہ روحانیت کا نام ہے محبت من سے من تک کا ناتا ہے روح سے روح تک کا رشتہ ہے کسی ایک کی وجہ سے سینکڑوں کا مجمع اپنا اپنا سا لگنے لگتا ہے محبت ایک ایسی مہک جو دور ہو کر بھی پاس مہکتی رہتی ہے پر

افسوس محبت اجاڑ دیتی ہے
تم نے محفل سجائی نئی ہر گھڑی
تم ہمارے ہوئے نہ کسی کے ہوئے
کاٹتی تھی تمہیں خود غرض زندگی
تم ہمارے ہوئے نہ کسی کے ہوئے
تمنے ہر دوستی توڑنے کے لیے
کتنی مجبوریوں کے بہانے کیے
تم نے ہم سے نہیں خود سے کی دشمنی
تم ہمارے ہوئے نہ کسی کے ہوئے
ہم نے جب بھی تمہارا تصور کیا
دور رہ کر بھی نزدیک پایا تمہیں
کیا یہی ہے محبت کی پاکیزگی پاکیزگی
تم ہمارے ہوئے نہ کسی کے ہوئے
جب ہمیں جگنوؤں ہی نے دھوکہ دیا
پھر چراغوں پر کیسے بھروسہ کریں
اب کہاں سے ملے گی ہمیں روشنی
تم ہمارے ہوئے نہ کسی کے ہوئے

قارئین کرام میں نے محبت کو بہت الگ پایا ہے محبت کسی برساتی نالے کی طرح ہے جو زیادہ تر خشک ہی رہتا ہے مگر جب بہنے لگتا ہے تو آنکھوں کی صورت تو پھر اڈتا ہی چلا آتا ہے محبت جنگل کے سکوت کو توڑتی بانسری کی مدہم دھنوں کی طرح کسی دریا کے کنارے ڈوبتے سورج کی روشنی مین منائی جانے والی پکنک کی طرح یا کسی جھیل کے ساکت پانیوں پر سردی کی پھیلتی دھوپ کی طرح اسی دن مجھے معلوم ہوا محبت پاکیزگی کا نام ہے یہ ہمارے لہجے کا زہر چوس لیتی ہے ہمارے



اندر کی برائیاں اکھاڑ لیتی ہے ایک اکھڑے انسان کو موم اور پتھر کو موم بنانا ان کا ظرف محبت میں ہی ہوتا ہے محبت انسان کو جھکا دیتی ہے اس دل میں خود کو بھول گیا اور پاگل پن اپنا لیا۔ اس دل میں نے جنون اوڑھ لیا دیوانگی پہن لی اپنے وجود مین کانٹے بو لیے میں محبت میں ہوش گنوا بیٹھا دیوانہ ہو گیا میں نے خاک اڑائی چہرے پہنچانے اور پھر محبت کی آگ میں اکیلا ہی جلتا رہا۔ میں وہ عارف شہزاد جو اپنی جھولی میں غم انڈیل کر دوسروں کو خوشیاں بانٹتا تھا آج صرف ایک مسکراہٹ کو ترس گیا ہوں میں نے پائے بغیر بہت کچھ کھو دیا ہے میں محبت میں سب کچھ پا کر بھی کچھ نہ جیت پایا میں نے محبت میں درد سہے اپنی بے قراری اپنے آنسو اور اپنی چیخیں خود میں دفن کیں آنسو آنکھوں میں رکھے میں پھر بھی چلتا رہا۔ میں اندھیروں میں بھٹکتا رہا۔ میں نے موم بتی کی سرخی میں روشنی ڈھونڈنے کی کوشش کی تھی اور اپنی زندگی میں اندھیرا ہی اندھیرا کر بیٹھا ایک مدت ہو گئی ہے میں سویا نہیں ہوں میں نے راتوں کے سرد لمحے آنسوؤں سے اور تکیے پچھتاوں سے بھگوئے ہیں اگر چہ نیند جسم کے اندر ہے تو سہی مگر وہ آنکھوں تک پہنچ نہیں پا رہی ہے اب تو میرے راتیں کروٹیں بدلتے چھت تکتے اور گھڑی دیکھتے گزر جاتی ہیں میں ایک سراب ہوں مجھے منزل کا پتہ ہے اور نہ ہی راستے کا میں ایک گرم ویران سنسان اجڑے ریگستان میں تپتی ریت پر ننگے پاؤں چل رہا ہوں۔ پیروں میں چھالے پڑ گئے ہیں میرا وجود کرچی کرچی آنکھیں لہولہان ہیں میری پلکوں کی چلمن پر ویرانیوں کی خاک جمی ہے میں زندہ تو ہوں پر مردوں جیسا مجھے جینے کی کوئی چاہت نہیں رہی بس موت کا انتظار ہے وہ بھی نجانے کب آئے گی

قارئین کرام جب رت جگے زندگی کا حصہ بن جائیں مایوسی اور دکھوں کی پرچھائیاں ہر طرف رقصاں ہوں تو زندگی کسی عذاب سے کم نہیں ہوتی بس زندگی میں انسان بہت کچھ چاہتا ہے یہ قدرت کا نظام ہے کہ وہ اس کے برعکس ہی ہوتا ہے قارئین بس یہی ہے میری ادھوری محبت کی داستان جس کہانی کے لیے مجھ سے مدتوں سوال ہوتے تھے جس راکھ کو کریدا جاتا رہا اور جس جنون کے بارے مجھ سے پوچھا جاتا رہا۔ اسے آج میں نے رقم کر دیا ہے اور میری دعا ہے کہ نازیہ کی زندگی ہمیشہ خوشیوں سے جگمگاتی رہے اسے کبھی کوئی غم نہ چھوئے۔ قارئین کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیئے گا۔ مجھے آپ کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔

دونوں کو آسکیں نہ نبھانی محبتیں
اب پڑ رہی ہیں ہم کو بھلانی محبتیں
سب سر بسر فریب ہیں کیا ان کا اعتبار
یہ پیار حسن عشق جوانی محبتیں
جانے وہ آج کون سے رستے سے آئے گھر
ہر موڑ ہر گلی میں بچھانی محبتیں
کنگن رفاقتوں کے دیئے واسطے مگر
اس کو نہ یاد آئیں پرانی محبتیں
گزری رتوں نے زخم ہی اب تک بھرے نہیں
پھر اور کیا کسی سے بڑھانی محبتیں
نفرت کے واسطے کبھی فرصت نہیں ملی عارف
اپنی ہے مختصر سی کہانی محبتیں

عارف شہزاد۔ فون نمبر۔ 0315.6736148

امتحان ہے زندگی

---تحریر: سیدہ امامہ علی۔ کہوٹہ۔ راولپنڈی--

آفس مینجر ریاض احمد صاحب اور شہزادہ صاحب آج آپ کی بزم میں یہ جو کہانی میں نے بھیجی ہے یہ بہت ہی محنت سے لکھی ہے اس کا عنوان میں نے امتحان ہے زندگی رکھا ہے گزشتہ تین ماہ سے میری طبیعت بہت ہی خراب تھی جس کے باعث میں کوئی تحریر نہیں لکھ سکی مگر جیسے ہی میری طبیعت سنبھلی میں نے ایک ماہ مین یہ تحریر مکمل کی ہے مجھے امید ہے میری محنت رائیگاں نہیں جائے گی گو کہ یہ کہانی لمبی ہے میرا یقین کیجئے جب یہ تحریر میں نے لکھنی شروع کی تو ارادہ اتنی لمبا کرنا ہرگز نہ تھا مگر پرہ نہیں کیسے میرا ہاتھ نہین رکا اور یہ لکھتی چلی گئی اور درمیان میں جب مین نے سوچا کہ اسے شارٹ کر کے دی اینڈ کر دون تو مجھے لگا کہ یہ تحریر کے ساتھ ناانصافی ہوگی اس لیے میں معذرت چاہتی ہون کہ اتنی لمبی تحریر لکھ دی۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ پلیز اسے کاٹیئے گا مت میں نے بہت محنت سے لکھی ہے بے شک دو تین اقساط بنا دیجئے گا مگر کاٹ کر مت شائع کیجئے گا مجھے نہین معلوم کہ یہ تحریر آپ کے معیار پر پوری اترے گی بھی یا نہیں مگر مجے اپنے آپ پر بھروسہ ہے کہ میرے ایک ماہ کی محنت رائیگاں نہیں جائے گی ریاض انکل میں نے آپ کو بتایا تھا کہ ہمارے ہاں ڈاک کا بہت مسئلہ ہے کبھی پہنچتا ہی نہیں اور کبھی پہنچ بھی جاتے تو بہت لیٹ اب شمارے کو ہی لے لیں ہر ماہ کی پندرہ یا اٹھارہ تاریخ کو ملتا ہے اور کبھی وہ بھی نہیں ملتا میں پیشگی معذرت چاہوں گی آپ سے کہ میں آپ کو زحمت دوں گی ڈاک روانہ کرنے کے چار پانچ دن بعد میں کال کر کے اپنی تحریر کے بارے میں پتہ کروں گی کہ ڈاک پہنچ پائی یا نہیں خدا آپ کو صحت و تندرستی دے اور آپ کے ادارے کو اس طرح شاد و آباد رکھے۔ آمین۔ قارئین کرام اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازیے گا مجھے آپ کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ ادارہ جواب عرض کے پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی مین شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ذمہ دار ادارہ جواب عرض یا میں نہ ہوں گے سب کو میری طرف سے سلام اور نیا سال 2016 مبارک ہو۔ ہیپی رہو سب ہی۔ آمین۔

مٹی کی مورتوں کا میلہ لگا ہے
آنکھیں تلاش کرتی ہیں انساں کبھی کبھی

امی خدا حافظ میں جارہی ہوں دو بجے تک اچھا آجاؤں گی۔

ارے افق ٹھہر جا ایک منٹ بیٹا۔ امی قریب آتے ہوئے بولی۔ یہ لے دم کیا ہوا پانی ہے پی لے اس سے تیرا دماغ تروتازہ رہے گا۔

امی میں کالج جارہی ہوں جنگ پر نہیں جو آپ اتنی فکرمند ہورہی ہیں۔ افق نے لاڈ سے اپنے بازو امی کے گلے میں ڈالتے ہوئے کہا۔

ہوتی علم کی پیاس بجھانے کے لئے تو لوگ میلوں سفر کرتے ہیں اور دیس بدیس کی ٹھوکریں کھاتے ہیں۔امی نے لاڈ پیار سے سمجھایا۔

ٹھیک ہے امی جان آپ کو ہرانا واقعی مشکل ہے تبھی تو پاپا آپ کے سامنے خاموش ہوکر ہار مان جاتے ہیں اس سے پہلے کہ امی کچھ اور کہتی ویگن کا ہارن زور سے بجنے لگا جو افق کو بھاگنے پر مجبور کر گیا کیونکہ افق جانتی تھی کہ ڈرائیور ایک منٹ سے زیادہ انتظار نہیں کرے گا۔

اچھا امی خدا حافظ دروازہ بند کرلیں۔

خدا حافظ خدا تمہیں زندگی کے ہر میدان میں کامیاب وکامران ٹھہرائے آمین۔

دروازہ بند کرتے ہوئے خالدہ بیگم نے دل میں دعا کی۔آج افق کا دوسرا ہفتہ تھا کالج میں بی ایس سی کرنے کے بعد یونیورسٹی میں ایڈمشن لینے کا ارادہ عزم بھی رکھتی تھی۔وہ چاہتی تھی کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑی ہوکر اپنے ماں باپ کے لیے کچھ کرے اکلوتی ہونے کے باوجود کبھی اکلوتے ہونے کا فائدہ نہیں اٹھایا احساس ذمہ دار تو وہ بچپن سے ہی تھی مگر شعور کی منزل پر قدم رکھنے سے اور بھی زیادہ سمجھدار ہوگئی تھی ماں باپ نے بھی کوئی کسر نہ چھوڑی تھی ناز ولاڈ اٹھانے میں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کی بیٹی کو علم سے عشق ہے اس لیے تعلیم کے معاملے میں کبھی کوئی روک ٹوک نہیں کی دل کی ٹھنڈک اور آنکھوں کا نور تھی وہ ان کے لیے مگر بہت کم خوش نصیب ماں باپ ہوتے ہیں جو اولاد کا سکھ دیکھ پاتے ہیں۔اور شاید افق کے والدین کا شمار ان خوش نصیب لوگوں میں نہیں تھا۔

افق ابھی کسی سے دوستی کا رشتہ نہ بنا پائی تھی مگر چند ایک لڑکیوں سے اس کی اچھی سلام دعا ہوگئی تھی مگر ابھی یہ فیصلہ نہ کر پائی تھی کہ ان میں سے کون سی لڑکی سب سے زیادہ مخلص اور کھری ہے۔اس کے لیے۔

ارتضا شیرازی اپنے گروپ کے لڑکوں کے ساتھ کینٹین میں سموسوں اور کوک سے بھرپور انصاف کررہا تھا۔چار افراد پر مشتمل یہ گروپ جب سے یونیورسٹی اسٹارٹ ہوئی تھی ہمہ وقت ایک ساتھ ہی پائے جاتے تھے۔ایسا لگتا تھا وہ یونیورسٹی پڑھنے نہیں بلکہ پکنک کرنے آتے ہیں۔

یار ارتضا یونیورسٹی میں مزہ نہیں آرہا ہے۔

نومی اپنی فطرت سے مجبور ہوکر بولا۔

کیا خیال ہے تیرے لیے یہاں ایک سینما ہال نہ بنوادیں حارث بھی چپ رہنے والوں میں سے نہیں تھا۔ان کے قہقہوں سے کینٹین میں بیٹھے اسٹوڈنٹ ان کی ہی طرف متوجہ ہوگئے۔

تم لوگ بکواس بند کرو اور چلو پیریڈ کا ٹائم ہوگیا ہے۔ارتضا پیٹ پوجا پوری کرتے ہوئے کھڑا ہوگیا اور وہ تینوں بھی اس کے ساتھ چل دیئے۔

ارے افق وہ دیکھو شیرازی گروپ ایویں ہی ڈون بنا پھرتا رہتا ہے امیر باپ کی بگڑی اولاد امن نے ناک کی بھنویں چڑاتے ہوئے کہا۔افق اور امن کی نیچر ایک جیسی ہونے کی وجہ سے کافی فرینڈ شپ ہوگئی تھی آپس میں دونوں کی۔

دفع کرو یار تمہیں اس سے کیا ایسے لوفر تو ہر جگہ موجود ہوتے ہیں۔اب کیا ہر کسی کے بارے میں ہم کمینٹس دیتے پھریں گے۔

پیریڈ فری ہونے کی وجہ سے افق نے سوچا لائبریری میں چلی جائے جوں ہی وہ اندر داخل ہوئی کسی سے زور سے ٹکرائی ایک لمحے کو اسے اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہوا۔

ارے آئی ایم سوری آپ کو زیادہ چوٹ تو نہیں لگی۔۔۔ارتضا نے جھکی ہوئی لڑکی کو فکرمندی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

افق نے نظر اٹھا کر دیکھا تو وہی لڑکا جس کی شان میں امن صبح قصیدے پڑھ رہی تھی اس کے سامنے شان بے نیازی سے کھڑا تھا۔

اے مسٹر دیکھ کے نہیں چل سکتے نابینا ہوگیا۔

جو ہر کسی سے ٹکراتے پھر رہے ہو۔افق بھی سرجھاڑ منہ پھاڑ اس پر چڑھ دوڑی تھی۔

اوہ جب آپ جیسی اسٹوڈنٹ لائبریریوں میں آنے لگیں گے تو ایسی گستاخیاں تو سرزد ہو ہی جاتی ہیں ناں۔ارتضا اپنی عادت سے مجبور ہار ماننے کو تیار ہی نہیں تھا۔

ہوں۔۔۔بدتمیز آخر افق کو ہی مجبوراً وہاں سے کھسکنا پڑا۔

صبح کے حادثے کے بعد پورا دن افق کا موڈ خراب رہا۔لاکھ جھٹکنے کے باوجود بھی وہ پڑھائی میں دل نہیں لگا پا رہی تھی پتہ نہیں لوگوں کو بات کرنے کی تمیز کب آئے گی۔

اوہو افق کس کو کوس رہی ہو اتنی دیر سے۔۔۔

امن جو کافی دیر سے افق کو بے چینی سے انگلیاں مسلتے ہوئے دیکھ رہی تھی آخر پوچھ ہی لیا۔

کچھ نہیں یار وہ بدتمیز لڑکا لائبریری میں مجھ سے ٹکرا گیا تھا۔

کون کس کی بات کررہی ہو۔امن نے اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

ارے وہی جس کا تم ذکر کررہی تھی لوفر کہیں کا۔افق کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کا سر ہی پھوڑ ڈالے۔

وہ ارتضا شیرازی کی بات کررہی ہو۔

ہاں وہی لفنگا ارتضا شیرازی چلنے کی تمیز نہیں ہے اس میں اور بات۔۔۔بات کرنے کی تو بالکل بھی تمیز نہیں ہے۔

دفع کرو اسے تم سب پیسے کا نشہ ہے۔بزنس مین کا بیٹا ہے اور اکڑ تو دکھائے گا ہی۔ویسے بھی ان لوگوں کے لیے ڈگری حاصل کرنا کون سا مسئلہ ہوتا ہے یہاں تو صرف یہ ٹائم پاس کرنے آتے ہیں اور بس۔۔۔امن نے بیزاری دکھاتے ہوئے کہا۔

ہاں امن اگر یہ خود کچھ نہیں کرتے تو کم از کم دوسروں کی راہ میں خلل تو نہ ڈالیں۔میں ایسی بدتمیزی برداشت کرنے والی ہرگز نہیں ہو۔۔۔افق نے اپنا لہجہ مضبوط کرتے ہوئے کہا اور دونوں چل پڑیں۔

چھٹی کے بعد امن اور افق دونوں یونیورسٹی گیٹ سے کافی فاصلہ پر کھڑی تھیں افق کی وین آنے میں ابھی کچھ منٹس باقی تھے جبکہ امن کی وین آگئی تھی۔

اچھا افق میں چلتی ہوں میری گاڑی آگئی ہے۔خدا حافظ۔

خدا حافظ۔پھر کل ملتے ہیں افق نے بھی الوداعی کلمات کہتے ہوئے کہا۔

اتنے میں افق کے قریب ارتضا شیرازی اپنی بائیک لے کر گزر رہا تھا اور فوراً ہی بریک لگا دیا۔

ارے مس افق آپ کیا گاڑی نہیں آئی۔

آپ کو اس سے مطلب۔ اور میرا نام کیسے جانتے ہیں آپ۔۔۔ افق نے آگ بگولا ہوتے ہوئے کہا۔

ایک ہی کمپونڈ میں پڑھتے ہیں ہم تو نام جاننا جرم ہے کیا۔ کیا آپ میرا نام نہیں جانتی ہیں۔ ارتضا نے سینہ ٹھونک کر جواب دیا۔ ویسے اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو میں آپ کو ڈراپ کر سکتا ہوں۔ ارتضا نے اگلی پیشکش سامنے رکھ دی۔

بہت بہت شکریہ مسٹر ارتضا شیرازی مجھے نہ تو آپ کی لفٹ کی ضرورت ہے اور نہ ہی شوق یہ نوازشیں وہاں جا کر کیجیے جہاں ان کا کوئی قدردان ہو سمجھے آپ اور آئندہ ایسی کوئی پیشکش کرنے سے پہلے سوچ لیجیے گا کہ ہر کوئی ایک ہی کلاس کا نہیں ہوتا۔

افق اپنی وین آتے ہوئے دیکھ کر یہ جا وہ جا۔ ارتضا شیرازی کو دفاع کا موقع دیے بغیر لڑکی میں دم تو ہے اپنی ٹکر کا کوئی تو ملا ارتضا افق کو سوچ کر مسکرا رہا تھا۔

اسلام علیکم۔ امی جان۔ افق نے بیگ رکھتے ہوئے کہا اور کولر سے پانی ڈال کر پینے لگی۔

وعلیکم اسلام آ گئی میری بیٹی امی نے پیار سے افق کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

امی جلدی سی کھانا دیں بہت سخت بھوک لگی ہوئی ہے آج اور یہ ابو بھی تک نہیں آئے افق نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ کیونکہ دو بجے ابو سٹور بند کر کے دوپہر کا کھانا گھر پر ہی کھاتے تھے۔

بیٹا آج تمہارے ابو جلدی آ گئے تھے انہیں کوئی ضروری کام تھا اس لیے جلدی چلے گئے امی نے افق کو کھانا دیتے ہوئے کہا۔ افق بیٹا ظہر پڑھ کر تھوڑی دیر سو جانا کتابیں لے کر بیٹھ مت جانا امی نے افق کو تاکید کی۔

ارے نہیں امی مجھے بہت ضروری اسائنمنٹ بنانی ہے کل ہر صورت کمپلیٹ کرنی ہے اچھا میں پہلے نماز پڑھ لوں۔۔۔ افق کھانا ختم کرتے ہوئے ہاتھ صاف کرنے لگی اور وضو کرنے چل دی۔

اکثر میں یہ سوچتی تھی کہ
تتلیوں کے رنگ اتنے خوبصورت
کیوں لگتے ہیں
مگر میں یہ بھول بیٹھی تھی کہ
تتلیوں کے کچے رنگ
بالکل
لڑکیوں کے ارمانوں کی طرح ہوتے ہیں
زور سے پکڑو گے تو اتر جائیں گے
ایک سی ہی نازک مزاج ہیں دونوں
بے چاری تتلیاں اور لڑکیاں۔

وقت اپنی مخصوص رفتار سے گزرتا رہا اور افق کے بی ایس سی کے امتحان سر پر آ گئے وقت گزرنے کا احساس ہی نہ کیا کہ وقت کسی کے لیے رکتا نہیں ہے نہ کل کسی کے لیے رکا ہے اور نہ آج اور نہ ہی آنے والے کل میں رکے گا ہمیں ہی وقت کے ساتھ چلنے کے لیے اپنی رفتار تیز اور مقصد واضح کرنا پڑتا ہے۔ تبھی کامیابی ہمارا مقدر بنتی ہے۔

افق بھی اپنے ایگزامز کے لیے دن رات محنت کر رہی تھی اس دوران ارتضا نے کتنی بار کوشش کی کہ افق سے دوستی کر لے مگر افق نے ہر

بار اس کے بڑھتے ہوئے ہاتھ کو بری طرح سے جھٹک دیا وہ اپنے مقصد میں کوئی تیسری وجہ کھڑی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

لاسٹ پیپر کو جب سب کو بتایا گیا کہ وہ سب ایک ہفتے بعد یونیورسٹی ٹرپ پر ناردن ایریا جائیں گے تاکہ یونیورسٹی میں گزرے ماہ سال کو یادگار بنایا جائے اور یہاں گزرے دن ہمیشہ یاد بن کر ہمارے ذہنوں میں رہ جائیں۔ یہ خبر سن کر تمام اسٹوڈنٹس خوشی سے اچھل پڑے اور فوراً حامی بھر لی اور اپنے اپنے نام رجسٹرڈ کرانے چل پڑے کوئی بھی یہ سنہری موقع ہاتھ سے جانے نہ دینا چاہتا تھا مگر افق نے ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا کیونکہ وہ کوئی بھی فیصلہ امی ابو سے پوچھے بغیر نہیں کرنا چاہتی تھی۔ پرنسپل نے تین دن دیئے تھے نام رجسٹر کرنے کے لیے اس لیے افق نے سوچا وہ سوچ کر فیصلہ کرے گی۔

ارے افق۔۔ امن دور سے ہاتھ لہراتی ہوئی افق کے پاس آ گئی۔۔ اپنی سانسیں ہموار کرتے ہوئے افق کے گلے لگ گئی۔

یار افق میں بہت ہی خوش ہوں اتنا مزہ آئے گا تم سوچ بھی نہیں سکتی۔ سچ ناران کاغان جھیل سیف الملوک دیکھنا میرا سب سے بڑا خواب ہے۔ امن کے چہرے سے چھلکتی ہوئی مسرت سنبھلنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

ہاں مزہ تو بہت آئے گا مگر ابھی میں نے فیصلہ نہیں کیا جانے کا امی ابو سے پوچھ کر بتاؤں گی۔ افق نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ارے یار انکل اور آنٹی تمہیں منع تھوڑی کریں گی میں جانتی ہوں۔ امن نے افق کو یقین دلاتے ہوئے کہا۔

ہاں مگر پھر بھی۔

کیا پھر بھی اچھا تم پوچھ لینا میں رات کو تمہیں کال کروں گی۔

ٹھیک ہے۔ افق نے کہا۔

ٹھیک ہے خدا حافظ۔ امن نے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ افق بھی ٹرپ کے بارے میں سوچتے ہوئے چل پڑی۔

بستی بھی سمندر بھی بیاباں بھی مرا ہے
آنکھیں بھی مری خواب پرستاں بھی مرا ہے
جو ڈوبتی جاتی ہے وہ کشتی بھی ہے مری
جو ٹوٹا جاتا ہے وہ پیماں بھی مرا ہے

گھر پہنچ کر جب افق نے امی سے بات کی تو انہوں نے خوشی خوشی اجازت دے دی ابو نے بھی افق کو پیار کرتے ہوئے کہا۔

ایسے موقعے بار بار زندگی میں تھوڑی آتے ہیں۔ اس لیے اسے ضرور چلنا چاہیے۔

اگلے دن افق اپنا نام لکھوا آئی۔

افق اپنے کپڑے پیک کر رہی تھی کیونکہ صبح انہیں سات بجے نکلنا تھا اتنے میں امن کی کال آ گئی۔

ہاں امن ہو گئی تمہاری پیکنگ۔ افق نے فون کان کے ساتھ لگاتے ہوئے پوچھا۔

نہیں افق میں نہیں جا رہی اسی لیے میں نے تمہیں فون کیا۔ وہ اچانک امی کی طبیعت خراب ہو گئی ہے اس لیے میں نہیں جا پاؤں گی۔

کک۔ کک۔۔ کیا تم نہیں جا رہی ہو۔ تمہارے بغیر کیا خاک مزہ آئے گا۔۔ افق نے برا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔

افق میں ضرور جاتی مگر امی کی شوگر ہائی ہوگئی ہے نہ اس لیے نہیں جا رہی ہوں زندگی نے اگر موقع دیا تو پھر کبھی سہی امن نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے یار تم آنٹی کا دھیان رکھو مگر سچ کہہ رہی ہوں ناں تمہارے بغیر بالکل بھی مزہ نہیں آئے گا۔افق نے پھر سے پوچھا۔

میں جانتی ہوں مگر میرے حصہ کا لطف بھی لینا اور آکر مجھے تفصیل سے بتانا۔ اور ہاں ان دو دنوں کو زندگی کے سب سے زیادہ یادگار دن بنانا جو تمہیں کبھی نہ بھولیں اور ہمیشہ یاد رہیں۔۔ امن نے افق کو خاص تاکید کرتے ہوئے کہا اور اسے اپنا ڈھیر سارا خیال رکھنے کی تاکید کرتے ہوئے رابطہ منطقہ کر دیا۔

افق آنے والے کل کے بارے میں سوچتے ہوئے نیند کی وادی میں اتر گئی۔

گزر رہی ہے تذبذب میں زندگی اپنی
نہ ہم یقین کی جانب نہ ہم گمان کی طرف

آلارم اپنے مخصوص ٹائم پر بج کر افق کو اٹھنے پر مجبور کر رہا تھا۔ ٹرن ٹرن ٹرن اف اللہ چار بج گئے۔۔افق نے گھڑی کو دھندلی دھندلی آنکھوں سے دیکھا۔ اور جلدی جلدی اٹھ کر باتھ روم میں بھاگی اور وضو کر کے نماز پڑھنے لگی۔ امی بھی جاگ چکی تھی افق نے انہیں صبح جلدی اٹھنے کو کہا تھا تاکہ وہ وقت پر یونیورسٹی پہنچ سکے سر نے انہیں سات بجے تک یونیورسٹی پہنچ جانے کا کہا تھا۔

امی ناشتہ میں نہیں کروں گی صرف چائے بنا دیں افق نے کچن میں جھانکتے ہوئے کہا۔

ارے افق بیٹا سنو مجھے تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے امی نے اسے روکتے ہوئے کہا۔

جی امی بولیے۔۔ وہ بھی امی کے قریب آگئی اور ان کی مدد کرنے لگی۔

بیٹا کل خالدہ آئی تھیں ایک بہت اچھا رشتہ لے کر رات کو تم مصروف تھی اس لیے بات نہ ہو سکی بہت امیر اور شریف لوگ ہیں لڑکا پڑھا لکھا ہے اور اپنا کاروبار بھی ہے صرف دو ہی بھائی ہیں۔تمہارے ابا کو بھی بہت پسند آیا ہے یہ رشتہ سیدھے سادھے لوگ ہیں اور رشتہ بھی ہم جیسے شریف اور سیدھے گھرانے میں کرنا چاہتے ہیں نمود و نمائش بالکل بھی پسند نہیں ہے انہیں۔لیکن میں نے ابھی خالدہ سے کچھ نہیں کہا بلکہ تم سے پوچھ کر تمہاری رضا جان کر ہی کوئی جواب دیں گے امی نے تحمل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

میں جانتی ہوں امی آپ میرے بارے میں اچھا ہی سوچیں گے۔۔ مگر آپ جانتی ہیں نہ میرا خواب مجھے آپ کا بیٹا بننا ہے اور کچھ کر کے دکھانا ہے ویسے بھی میرے علاوہ آپ دونوں کا ہے ہی کون اور پھر میں بھی چلی جاؤں گی تو آپ کے پاس کون ہوگا۔۔افق نے لاڈ سے بانہیں امی کے گلے میں ڈالتے ہوئے کہا آپ ایسا کیجیے گا جب بھی میرا رشتہ ڈھونڈیں نہ تو کوئی گھر داماد والا ڈھونڈیے گا جو ہمیشہ مجھے آپ کے پاس رکھے

چل پاگل کہیں کی امی نے پچکارا اور سر کا بوسہ لیتے ہوئے چائے افق کو دی۔ ایسا تھوڑی ہی ہوتا ہے بیٹیوں کو ایک نہ ایک دن اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر جانا پڑتا ہے یہی ریت ہے اور بیٹیاں اپنے گھر میں ہی اچھی لگتی ہیں نہ کہ اپنے ماں باپ کے گھر میں۔

امی نے پیار سے افق کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

امی آپ نے مجھے باتوں میں لگا دیا اور دیکھیں ساڑھے پانچ بج گئے ہیں مجھے ابھی تیار بھی ہونا ہے یہ باتیں ہم واپس آکر کریں گے ٹھیک ہے میری پیاری امی جان افق نے امی کو پیار کرتے ہوئے کہا اور کمرے میں دوڑ لگا دی۔

ہاں بیٹا میں چاہتی ہوں تم اس بارے میں سوچو میں اتنا اچھا رشتہ ہاتھ سے گنوانا نہیں چاہتی ہوں امی نے سوچتے ہوئے کہا اور چائے لے کر کمرے میں چلی گئیں۔ کیونکہ افق کے ابا بھی اٹھ چکے تھے۔

بیٹا آخر تمہیں مسئلہ کیا کینیڈا سے ایجوکیشن کمپلیٹ کرنے میں۔ مسز کرمانی کب سے ارتضا کے پیچھے پڑی ہوئی تھیں کہ اسے اپنی ایجوکیشن کینیڈا میں کمپلیٹ کرنی چاہیے تاکہ وہ بھی اپنے بھائی کی طرح پاپا کے ساتھ بزنس میں ہاتھ بٹا سکے۔

امی پلیز یہاں پڑھنے میں کیا مسئلہ ہے جو آپ مجھے باہر بھیجنے پر لگی ہوئی ہیں۔ مجھے نہیں جانا کہیں بھی ویسے بھی انجوائے منٹ کے دن ہیں خوار ہونے کے نہیں۔ اچھا بائے مجھے دیر ہو رہی ہے ارتضا بغیر کسی بات کا نوٹس لیے چابی انگلی میں گھماتے ہوئے یہ جا وہ جا۔

مسز کرمانی اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئی پتہ نہیں کب اسے عقل آئے گی کب اسے ذمہ داری کا احساس ہوگا وہ سر جھٹکتے ہوئے چل پڑیں۔

ان کے جلووں کو زندگی کہہ کر
اپنی نظر کا وقار کھو بیٹھے

اچھا امی ابو میں چلتی ہوں اور پنا بہت سارا خیال رکھیں گے کوئی لاپرواہی نہیں چلے گی میں جاتے ہی کال کروں گی۔ افق بار بار امی کے گلے لگ کر رونے کی طرف جا رہی تھی اور وہ دونوں اسے اپنا ڈھیر سارا خیال رکھنے کی تاکیدیں کر رہے تھے اتنے میں وین آگئی اور وہ اشکوں کا سمندر لیے چل پڑی جواب ساری زندگی اس کے ہمسفر بننے والے تھے۔

کوچ میں ایک شادی کا سماں لگ رہا تھا مسرت اور خوشی ہر ایک کے چہرے سے چھلک رہی تھی اور سب اس کا اظہار اپنے اپنے طریقے سے کر رہے تھے افق سیٹ سے ٹیک لگائے باہر کے مناظر سے لطف اندوز ہو رہی تھی وہ خوبصورتی کے یہ سارے مناظر ہمیشہ کے لیے اپنی آنکھوں میں قید کر لینا چاہتی تھی کیونکہ زندگی قدرتی حسن کو محسوس کرنے کے موقع بہت کم دیتی ہے اور آج افق کو یہ موقع ملا تھا تو وہ کیوں گنواتی۔

ارے افق آؤ اٹھو تم بھی کچھ گا کر سناؤ ہم بھی تو دیکھیں تمہارے اندر پڑھائی کے علاوہ اور کیا کیا جراثیم ہیں۔ مائرہ اصرار کر کے افق کا ہاتھ پکڑ کر اٹھا رہی تھی جبکہ وہ نہ نہ کر کے منع کر رہی تھی لیکن مائرہ کسی صورت اسے بخشنے کو تیار نہ تھی

ارے مائرہ یار چھوڑو اسے اس دنیا میں بدذوق لوگوں کی کمی تھوڑی ہے ارتضا طنز کرنے سے باز نہ آیا ارتضا کا طنز افق کو سلگنے پر مجبور کر گیا اور وہ جھٹ سے کھڑی ہوگئی۔

اب ایسی بھی بات نہیں مسٹر ارتضا کم از کم آپ سے ہمیشہ ہی ذوق رکھتی ہوں میں سمجھے افق سینے پر ہاتھ باندھے چیلنج دینے کو تیار تھی ارتضا لبوں پر دھیمی مسکان سجائے ہوئے من ہی من میں

خود کو داد دے رہا تھا کہ اس کا پلان کامیاب ہو گیا وہ جانتا تھا کہ اس لڑکی کو طیش دلا کر کوئی بھی کام کروایا جا سکتا تھا یہ تو پھر بھی گانے کا معاملہ تھا۔

گانا تو مجھے نہیں آتا ہے مگر غزل ضرور سناؤں گی۔اب کسی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے کیونکہ ادب ہر کسی کی سمجھ میں نہیں آ سکتا ہے ناں ارتضا صاحب۔۔۔افق نے تیکھی نظروں سے ارتضا کا حصار لیتے ہوئے کہا۔ارتضا نے صرف مسکرانے پر ہی اکستفادہ کیا۔

ہوں۔افق نے گلہ کھنکھارتے ہوئے کہا۔

عرض کیا ہے۔

اس نے کہا مجھ سے تمہیں کتنا پیار ہے
میں نے کہا ستاروں کا بھی کوئی شمار ہے
اس نے کہا کون تمہیں ہے بہت عزیز
میں نے کہا دل پہ جسے اختیار ہے
اس نے کہا کون سا تحفہ ہے من پسند
میں نے کہا وہ شام جو اب تک ادھار ہے
اس نے کہا سینکڑوں غم زندگی میں ہیں
میں نے کہا غم نہیں جب غمگسار ہے
اس نے کہا ساتھ کب تک نبھاؤ گے
میں نے کہا جتنی یہ سانسوں کی تار ہے

افق نے اپنی دھیمی اواز میں غزل ختم کر کے آنکھیں کھولیں تو ہر کوئی ٹانس کی کیفیت میں تھا جیسے کسی نے ان سب پر طلسم پڑھ کر پھونک دیا ہو آخر افق کو ہی چلانا پڑا۔

ہیلو سب کہاں ہو۔گم یار اتنی بری بھی نہیں پڑھی کہ سب بے ہوش ہو جاؤ۔

اتنے میں بس تالیوں کی آواز سے گونج اٹھی اور افق نے کانوں پر ہاتھ رکھ لیا مائرہ جلدی سے قریب آئی اور افق کو گلے سے لگا لیا۔

ارے افق تم میں یہ بھی ہنر ہے ہمیں تو آج پتہ چلا ہے اتنی اچھی غزل میں نے زندگی میں بھی نہیں سنی۔

ارتضا بھی افق کے قریب آ گیا اور خود کو افق کی تعریف کرنے سے باز نہ رکھ پایا۔

مس افق آپ تو کمال کی شاعرہ ہیں اب پتہ نہیں اس کے علاوہ اپنے اندر کیا کیا ہنر پوشیدہ رکھے ہیں چلیں ان دو دنوں میں یہ عقدہ بھی کھولنے کی کوشش کریں گے ٹھیک ہے ناں گائز ارتضا نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے سب کی مرضی پوچھی سب نے شور کر کے ہاں میں جواب دیا۔

جی نہیں۔افق نے جھٹ سے دفاع کیا۔۔۔ کوئی ہنر نہیں مجھ سے سمجھے آپ اور اپنی سیٹ پر ہیڈ فون لگا کر بیٹھ گئی۔

ہچکولوں اور اٹھکیلیوں میں سفر کب ختم ہوا پتہ ہی نہ چلا رات دس بجے بس اپنی منزل پر پہنچی سب سفر کی وجہ سے بہت تھک چکے تھے اور فورا سونا چاہتے تھے پرنسپل صاحب نے کہا۔

ابھی سب کھانا کر فریش ہو کر سو جائیں انشاء اللہ صبح فائنل کریں گے کہ کہاں پہلے جانا ہے سر نے ہوٹل میں بکنگ پہلے ہی کروا دی تھی سو اپنی اپنی چابیاں لیے کر سب کمروں میں چلے گئے۔

سارے گل بوئے مصنوعی
رنگ نمو خوشبو دھوکا ہے

صبح کا آغاز ہو چکا تھا سورج اپنی تمام تر رعنائی کے ساتھ کرنیں بکھیر رہا تھا سب ناشتہ وغیرہ کر کے ایک جگہ اکھٹے ہو گئے تھے اور فیصلہ یہ ہوا کہ آج سب جھیل سیف الملوک جائیں گے کیونکہ وہاں کا راستہ ذرا کھٹن ہے اس لیے جلدی

نکلیں گے تا کہ پھر اندھیر ہونے سے پہلے واپس اجائیں گے اس کے لیے تین چار جیپ رینٹ پر لینے کا فیصلہ کیا گیا۔

پھر سر نے سب کے گروپ بنا دیئے۔ہر گروپ میں دو لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں تا کہ کسی بھی پرابلم میں کوئی مسئلہ نہ ہو سب اپنی اپنی گاڑیوں میں ضروری سامان رکھ کر بیٹھ گئے۔افق نے یہاں پہنچ کر امی کو اطلاع کر دی تھی کہ وہ خیریت سے پہنچ گئی ہے تا کہ وہ پریشان نہ ہوں۔اور اب وہ سخت تذبذب کا شکار تھی کہ اسے ارتضا والی گاڑی میں جانا تھا۔

ماریہ سنو۔۔افق نے اپنے برابر بیٹھی کلاس میٹ ماریہ کو مخاطب کیا۔

ہاں بولو۔ماریہ نے افق کو دیکھا۔

کیا ہم گروپ بدل سکتے ہیں۔افق نے کہا

نہیں یار اب تو بن گئے ہیں پھر کیا مسئلہ ہے ہمارے گروپ میں۔

کچھ نہیں بس ویسے ہی کہہ رہی تھی۔اس نے تیکھی نظروں سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ارتضا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

تمام گاڑیاں اگے پیچھے نکل چکی تھیں۔

یار ارتضا تم تو آتے رہتے ہو یہاں اس لیے تمہیں یہاں کے راستے اچھی طرح معلوم ہوں گے۔۔صارم نے برابر بیٹھے ڈرائیو کرتے ہوئے ارتضا کو کہا۔

ہاں۔۔۔ارتضا نے سانس کھینچتے ہوئے کہا اسی لیے اب یہ خوبصورتی مجھے اتنی اٹریکیٹ نہیں کرتی۔

خوبصورت چیز ہمیشہ خوبصورت ہی رہتی ہے مگر صرف قدردان کی نظروں میں جو اسی خوبصورتی کو پرکھ سکے۔۔۔افق نے فورا ارتضا کو ٹوکتے ہوئے کہا۔

اچھا آپ خوبصورتی کو کس نظر سے دیکھتی ہیں مس افق۔۔۔ارتضا نے افق کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

خوبصورت چیز کو دیکھنے کے لیے نظر کا خوبصورت ہونا شرط ہے جو آپ میں شاید نہیں ہے خوبصورت چیز سے اکتا جانے کا مطلب ہے کہ آپ اپنی نظر کی خوبصورتی کھو چکے ہیں۔۔افق نے اپنا پوائنٹ بتاتے ہوئے کہا۔

قدرتی حسن کی وہ ہمیشہ ہی دلدادہ رہی ہے اسے یاد تھا اس نے کبھی آج تک شاخ سے پھول نہیں توڑا تھا کیونکہ وہ جانتی تھی پھول کلی پر خوبصورت لگتا ہے ہاتھ میں آنے کے بعد وہ اپنی خوبصورتی کھو دیتا ہے سو دسمیت خود خوشبو کے ساتھ۔

ارے مس افق۔آپ کو کیا پتہ ہم خوبصورتی کی کتنی قدر کرتے ہیں کبھی موقع ملا تو فرصت سے بتائیں گے۔اور اپنا دھیان ڈرائیونگ پر لگاتے ہوئے ڈرائیو کرنے لگا کیونکہ پتھریلا راستہ شروع ہو چکا تھا۔افق نے خود کو ٹھنڈی ہوا میں سموتے ہوئے کہا۔

کتنی خوبصورتی ہے یہاں جا بجا قدرتی حسن بکھرا ہے جی چاہتا ہے یہاں سے واپس ہی نہ جائیں ناں ماریہ۔۔افق نے ماریہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

ہاں یار واقعی میں نے زندگی میں کبھی اتنی حسین جگہ نہیں دیکھی۔ماریہ نے بھی افق کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا۔

جھیل کا راستہ شروع ہوتے ہی سفید چادر

اوڑھتے ہوئے پہاڑ اور پہاڑوں سے اٹھتی بھاپ جیسے انہیں ویلکم کر رہی ہو اور کہہ رہی ہو کہ آؤ اور آ کر دیکھو یہاں کتنا سکوت ہے۔ جس سکوت کو تم اپنی شور آلود زندگی میں ڈھونڈتے ہو وہ سکوت یہاں ہے جو تمہارا منتظر ہے اس وقت کو محسوس کرو اور اس ہوا کو ہمیشہ کے لیے اپنے اندر قید کر لو یہ بلند و بالا پہاڑ اور برف سے اٹی چوٹیاں گھنے جنگل اور دیو قامت درخت یہ سب کچھ افق اپنے اندر قید کر لینا چاہتی تھی۔

ہم ہی نہیں ہماری طرح کے اور بھی لوگ

عذاب میں تھے جو دینا سے سوچتے تھے الگ

کچھ فاصلہ پر کھڑی انہیں اپنی گاڑیاں نظر آ ئیں ارتضا نے بھی اپنی گاڑی وہاں پارک کر لی کیونکہ یہاں سے آگے انہیں پیدل ہی سفر کرنا تھا سر نے کہا۔

سب گھوڑوں پر بیٹھ کر چلتے ہیں تا کہ منزل پر جلد پہنچ سکیں۔

جبکہ تمام سٹوڈنس نے پیدل چلنے کو ترجیح دی تا کہ وہ ہر چیز کو محسوس کر سکیں ان پتھریلے راستوں پر چلنا بے شک ایک کٹھن فیصلہ تھا مگر سب نے خوشی خوشی یہ اپشن چنا اور اپنی منزل کی جانب گامزن ہو گئے۔

وہ دیکھو جھیل آ گئے کے اسٹوڈنٹ شور مچا کر سب کو خوشخبری سنا رہے تھے کہ جو چل چل کر ہمت ہارنے کو تھے جسے سن کر ان میں بجلی بھر گئی اور وہ جلدی جلدی چلنے لگے آخر کار وہ سب اپنی منزل پر پہنچ گئے۔ جھیل کا ٹھہرا پانی چاروں طرف برف جھیل پر بھیجی ہلکی برف کی تہہ نیلا آسمان اور آسمان کا جھیل پڑتا عکس سچ میں کوئی بھی کائنات کی اس خوبصورتی کو داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔

جھیل کے کنارے پہنچ کر سب بے قابو ہو گئے اور برف اٹھا کر ایک دوسرے کو مارنے لگے افق بھی دل کھول کر انجوائے کر رہی تھی اور اس خوبصورتی کو اپنی آنکھوں سے محسوس کر رہی تھی وقت گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلا اور تین بج گئے۔

سر شیراز نے آ کر تمام اسٹوڈنٹس کو کہا۔

اب واپس چلنا ہے۔ راستہ بھی مشکل اور ویران ہے اور ہمیں اندھیرا ہونے سے قبل واپس ہوٹل پہنچنا ہے۔

سب سر کی تائید میں چل پڑے تا کہ گاڑیوں تک جلد پہنچ سکیں۔ پھر بھی گاڑیوں تک آتے آتے پانچ بج گئے اور برف اور درختوں کی وجہ سے اندھیرے کی سرخی پھیلنے لگی پہلی دوسری تیسری اور پھر ارتضا نے بھی گاڑی اسٹارٹ کی اور چل پڑے۔

گاڑیاں ایک دوسرے کے پیچھے آگے چل پڑی ماریہ افق کو کیمرے میں قید وہ تمام منظر دکھا رہی تھی جو اس نے عکس بند کئے تھے نکلتے نکلتے بھی انہیں اندھیرے کا سامنا کرنا پڑا دور سے اس جھینگروں کی آوازیں چیڑ کے درختوں کا شور ایک دہشت ناک ماحول پیدا کر رہا تھا چلتے چلتے ارتضا کی گاڑی اچانک رک گئی۔

ابے اسے کیا ہوا یار۔ ارتضا نے جھنجھلاتے ہوئے کہا اور نیچے اتر گیا تا کہ کھول کر دیکھ سکے کہ کہیں پانی تو ختم نہیں ہو گیا۔

یار صارم ادھر ادیکھ ذرا پانی بھی پورا ہے پھر کیا مسئلہ ہے صارم بھی نیچے اتر گیا اور ارتضا کی ہیلپ کرنے لگا۔

اوہو کیا ہوا جلدی کرو سب نکل جائیں گے

۔ افق نے اوجھل ہوتی گاڑیوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

ہاں ہاں دیکھ رہے ہیں اگر آپ کی کوئی ٹپ ہے تو آ کر بتا دیں۔ ارتضا نے افق کو چلاتے ہوئے کہا اور مصروف ہو گیا۔ لیکن اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا مسئلہ ہے جو گاڑی اسٹارٹ نہیں ہو رہی۔

یار ارتضا سر کو فون کر کے انفارم کرو تا کہ وہ ہمیں لے جائیں ورنہ اندھیرا بڑھ رہا ہے اور ساتھ لڑکیاں بھی ہیں۔۔ صارم نے افق اور ماریہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

ہاں ہاں جلدی کال کرو مجھے اس جنگل میں بہت ڈر لگ رہا ہے۔۔ افق نے جلدی سے ارتضا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

ہاں کرتا ہوں۔۔ اس نے فون جیب سے نکال کر کال ملاتے ہوئے کہا۔ اونو یہاں تو سگنل ہی نہیں ہیں۔

واٹ۔ یہ۔ یہ کیا کہہ رہے ہو۔۔ افق نے اٹکتے ہوئے کہا۔ ارتضا نے دیکھا اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

ڈونٹ وری کچھ کرتا ہوں۔ اور تھوڑی اونچی جگہ کال ملانے کی کوشش کرنے لگا مگر بے سود اور ایسا کرتے کرتے آٹھ بج گئے۔ افق اتنی رات تک کبھی باہر نہیں رہی تھی اور اب جب تھی بھی تو اس ماحول اور اس سچویشن میں اسے اپنے ہاتھ پاؤں سن ہوتے محسوس ہوئے۔

یا اللہ مدد کر۔۔۔ ماریہ بھی دعائیں مانگ رہی تھی

مجھے لگتا ہے کہ یہاں کھڑے ہو کر ٹائم ویسٹ کرنے سے بہتر ہے کہ گاڑی کو لاک کر کے پیدل چلنا چاہیے ہو سکتا ہے کوئی لفٹ مل جائے صارم نے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

ہاں صارم صحیح کہہ رہا ہے۔ ماریہ نے بھی اس کی تائید کی۔

تو ٹھیک ہے۔۔۔ اور وہ چاروں چل پڑے تا کہ مین روڈ تک پہنچ سکیں۔ لیکن یہاں کوئی ذی روح دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ بڑھتا ہوا اندھیرا اور جانوروں کی خوفناک آوازیں درختوں کا شور اور یخ سردی نے انہیں خوفزدہ کر دیا تھا۔

اب ہم کیا کریں گر اگر لفٹ نہ ملی تو۔ ماریہ نے افق کا ہاتھ نوچتے ہوئے کہا۔ جو خود خوفناک نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ دعا کرو خدا ہمیں اس مصیبت سے نکالے اور وہ ساتھ ساتھ چلنے لگیں چلتے چلتے وہ لوگ پتہ نہیں کتنے آگے نکل آئے تھے مگر کوئی گاڑی یا انسان دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ مگر اچانک انہیں قریب جھاڑیوں سے کسی سرسراہٹ کی آواز سنائی دی کم روشنی کی وجہ سے انہیں کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کس کی آواز ہے۔

شاید جنگل بھیڑیا ہے غراہٹ کی آواز سن کر صارم نے کہا اور وہ حملہ بھی کر سکتا ہے اس لیے فورا نکلو یہاں سے مگر شاید وہ سن چکا تھا اور آواز قریب آ رہی تھی۔

وہ چاروں سر جھاڑ کر بھاگ پڑے کسی کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے جسے جدھر راستہ ملا وہ ادھر بھاگنے لگا۔

ماریہ بھاگو افق نے بھاگتے ہوئے اس کا ہاتھ اور مضبوطی سے پکڑ لیا۔ بھاگتے بھاگتے افق کا سانس پھول گیا اور وہ بیٹھ گئی۔

بس ماریہ۔ مجھ میں اور ہمت نہیں ہے اس نے نظر اٹھا کر اوپر دیکھا۔ یہ یہ کیا اس نے تو ماریہ کا

ہاتھ پکڑا تھا اور ارتضا سامنے کھڑا خود ہانپ رہا تھا۔ کیا دہشت اور خوف کی وجہ سے وہ ماریہ کے بجائے ارتضا کا ہاتھ پکڑ کر بھاگنے لگی تھی۔

تم اس نے ارتضا کو دیکھ کر کہا۔۔۔ ماریہ اور صارم کہاں ہیں۔

مجھے کیا پتہ میں تو تمہارے سامنے ہوں۔۔ ارتضا نے اپنی سانسیں ہموار کرتے ہوئے کہا۔

اف اللہ۔ پتہ نہیں وہ کہاں چلے گئے اور کس حال میں ہوں گے۔ اس نے اپنا سر ہاتھوں میں لیتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

دعا کرو وہ جہاں بھی ہوں خیریت سے ہوں۔ ارتضا نے بھی فکر مندی سے کہا

ہمیں الگ نہیں ہونا چاہیے تھا۔۔ افق نے بے اختیار کہا مگر اس وقت اسے خود کیا کسی کو بھی کسی کا ہوش نہیں تھا۔ اب ہم اتنی رات کہاں جائیں یہاں بھی بیٹھنا خطرے سے خالی نہ تھا اس نے ارتضا کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ اور پریشانی سے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

وہ دیکھو وہاں شاید بلب جل رہا ہے ارتضا نے دور سے نظر آتی روشنی کو دیکھتے ہوئے کہا جیسے تیسے رات گزر جائے پھر صبح دیکھتے ہیں کیا کرتے ہیں اس نے افق کو دیکھتے ہوئے کہا اور آگے چل پڑا۔ وہ دونوں جب جب وہاں پہنچے تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔

شاید یہ گھوڑوں کا استبل ہے مگر خالی پڑا ہے اس نے اپنی خام خیالی ظاہر کی اور اندر داخل ہو گیا افق نے آج تک بھی رات باہر کسی رشتہ دار کے گھر نہیں گزاری تھی اور یہاں اس ویران جگہ اور اجنبی مرد کے ساتھ وہ کیسے رہ سکتی تھی اس نے خوف سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے سوچا۔

کیا ہوا آؤ۔ اس نے بت بنی کھڑی افق کو دیکھتے ہوئے کہا۔ رات یہی گزارتے ہیں صبح ہونے سے پہلے کوئی حل تلاش کر کے نکل جائیں گے بھاگم دوڑ میں میرا فون بھی گر گیا ہے۔ ارتضا نے افق کو انفارم کرتے ہوئے کہا۔

مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی ارتضا افق کے قریب آ گیا۔

دیکھو افق میں سمجھتا ہوں تم کیوں پریشان ہو مگر اس سچویشن میں مجھ پر اعتبار کرنے کے علاوہ تمہارے پاس کوئی دوسرا آپشن نہیں ہے۔ اس لیے یہاں آ کر بیٹھ جاؤ اور رات گزرنے کا انتظار کرو۔

اس نے بے فکری سے کہتے ہوئے چھلانگ لگا کر نیچے گھاس پر بیٹھ کر ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔ افق اپنے وسوسوں اور وہموں کو جھٹلاتے ہوئے دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئی۔ ارتضا کو جتنا برا وہ سمجھتی تھی اب تک وہ اتنا برا نہیں تھا کچھ بھی تھا وہ اس کی جان بچا کر محفوظ جگہ پر لایا تھا۔ اتنا اعتبار وہ کر ہی سکتی تھی۔ اس پر مگر قسمت کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا بعض اوقات ہمارے کیے گئے فیصلہ قسمت کے فیصلہ کے آگے دم توڑ دیتے ہیں۔

انداز جنوں ہم کو بھی معلوم ہے لیکن
ہم تیری طرح عشق کو رسوا نہیں کرتے

بیٹھے بیٹھے اس کی کمر اکڑنے لگی چلنے کی وجہ سے اس کا جسم بھی تھکن کی وجہ سے چور تھا سامنے بے سدھ سوتے ہوئے ارتضا کو دیکھتے ہوئے اس نے سوچا کچھ لوگ کتنی سنہری قسمت لکھوا کر دنیا میں آتے ہیں جو ہر کام اپنی منشا اور ارادے سے کرتے ہیں غیر کسی کی پروا کیے اور ایک ہم

جو ڈر ڈر کر جیتے ہیں سنبھل سنبھل کر چلتے ہیں اور پھونک کر قدم رکھتے ہیں پھر بھی مطمئن زندگی نہیں گزار سکتے ہیں کوئی نہ کوئی دھڑ کا تعاقب میں رہتا ہے۔ سوچتے سوچتے نجانے کب اس کی آنکھ لگ گئی سچ کہتے ہیں کیسے ہی حالات کیوں نہ ہوں نیند تو کانٹوں پر بھی آ جاتی ہے۔

پیاس کی شدت سے ارتضا کو اپنا گلا خشک محسوس ہو رہا تھا اور اسی وجہ سے اس کی آنکھ کھل گئی وہ بھول ہی گیا تھا کہ وہ کہاں ہے اور کیسے یہاں پہنچا ہے مگر سامنے سوئی افق کو دیکھتے ہوئے سارا منظر فلم کی طرح اس کی آنکھوں کے گرد گھوم گیا افق کے چہرے پر پڑی اپنی نظریں وہ ہٹا نہ سکا۔ مدھم روشنی میں اس کی گلابی رنگت چمک رہی تھی اور چہرے پر فکر کے آثار نمایاں تھے مٹے مٹے سے آنسوؤں کے نشان شاید وہ روتی رہی تھی۔ ارتضا نے سوچا اور بے اختیار افق کی جانب بڑھ گیا وہ بھول چکا تھا کہ وہ پانی کی ضرورت محسوس کر رہا تھا۔۔

افق گھٹن محسوس کر رہی تھی بے اختیار اس نے اپنی آنکھیں کھولیں تو ارتضا کو اپنے اوپر جھکا ہوا محسوس کیا وہ چلانے کے لیے منہ کھولنے ہی والی تھی کہ ارتضا کے مضبوط ہاتھوں نے اس کی چیخیں اور سسکیاں اس کے اندر ہی گھٹا دیں۔ ایک عورت کی عزت کا رکھوالا بھی مرد ہی ہوتا ہے اور اسکو روندنے والا بھی مرد ہی ہوتا ہے۔ انسان اور شیطان میں صرف ایک سیڑھی کا فاصلہ ہوتا ہے اور وہ ایک سیڑھی انسان کا نفس ہوتا ہے اگر وہ اپنے نفس کو مضبوط کر لے تو شیطان اس تک کبھی نہیں پہنچ سکتا اور اگر وہ اپنے نفس پر ڈگمگا جائے تو شیطان کو انسان پر حاوی ہونے میں دیر نہیں لگتی اور آج اس ایک سیڑھی کا کھیل ایک معصوم عورت سے اس کی آبرو چھین کر لے گیا۔

وقت کی اپنی ہی عدالت ہوا کرتی ہے
آج اس شہر میں قانون تمہارا ہی سہی

وہ لاپرواہ تھا آوارہ تھا غیر ذمہ دار تھا مگر وہ اس حد تک کیسے گر سکتا تھا وہ کسی کمزور کو کیسے زیر کر سکتا تھا کسی کے اعتبار کو کیسے کچل سکتا تھا وہ جس قدر سوچتا اس کا دماغ اس قدر ماؤف ہوتا جا رہا تھا ندامت سے وہ افق کے سامنے نظریں تک اٹھا نہیں رہا تھا۔ یہ صرف وہی جانتا تھا کہ وہ اس نئی افق کو ہوٹل تک کیسے لایا تھا۔ رنگوں شوخیوں اور قہقہوں سے بھری افق تو رات کو ہی دفن ہو گئی تھی ایک بے حس انسان کے ہاتھوں یہ تو صرف افق کا ڈھانچا تھا ایک زندہ لاش

ہوٹل میں ایک کہرام مچا ہوا تھا چار سٹوڈنٹ غائب تھے اور سب کا پریشانی سے برا حال تھا اور کسی سے کونٹیکٹ بھی نہیں ہو رہا تھا صارم اور ماریہ پتہ نہیں کیسے ہوٹل پہنچے تھے اور ارتضا اور افق کو بھی دیکھ کر سب کے چہروں پر سکون کی تہہ دوڑی سر نے انہیں آرام کرنے کی غرض سے بھیج دیا تھا وہ جان چکے تھے کہ وہ چاروں کن حالات میں رہے اور کیسے یہاں تک پہنچے مگر کوئی یہ نہ جان سکا نہ گزرے حادثے کو تہہ دامن کر دیا۔

اس خوفناک تجربے کے بعد کوئی بھی یہاں رکنے کو تیار نہ تھا افق کی طبیعت بھی بخار کی وجہ سے بہت بگڑ گئی تھی پھر سر نے بھی یہی بہتر سمجھا کہ واپس چلے جانا چاہیے۔

سب نے فوراً تیاری پکڑ لی اور شام کو واپسی کے لیے نکل پڑے ٹریٹمنٹ کے بعد بھی افق کی طبیعت میں خاص فرق نہ آیا سب یہی سمجھے کہ شدید سردی اور تھکاوٹ کی وجہ سے اس کا یہ حال ہوا ہے۔ مگر کوئی نہیں جانتا تھا کہ جو گھاؤ اسے لگا ہے وہ کبھی بھرنے والا نہیں ہے صبح سات بجے وہ سب یونیورسٹی کیمپس میں تھے۔

افق کی طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے ماریہ اور مائرہ اسے خود ڈراپ کرنے آئی تھیں۔ انکل آنٹی کو وہ افق کی طبیعت کے بارے میں پہلے ہی بتا چکی تھیں اور پریشانی سے ان کا برا حال تھا وہ ان کے لیے اپنی زندگی کی کل متاع حیات تھی اور پہلی بار ان سے اتنی دور گئی تھی افق کے پیرنٹس دروازے پر ہی موجود تھے اور ان کی گاڑی دیکھ کر والہانہ وار بھاگے۔ ماریہ اور مائرہ افق کو پکڑ کر لا رہی تھی بخار کی شدت اتنی تھی کہ وہ بنا سہارے کے چل بھی نہیں پا رہی تھی امی لپک کر افق کی جانب بھاگیں۔

کیسی ہے میری بچی۔۔۔ سوال بھی عام تھا اور لہجہ بھی مگر اسے جواب دیتے میں اتنی دقت محسوس ہو رہی تھی کہ اسے لگا کہ اگر اس نے منہ کھولا تو سب بکھر جائے گا اور وہ فنا ہو جائے گی اس لیے ان کے گلے لگ کر رو پڑی۔

کک۔۔۔ کیا ہوا میری بچی۔ کچھ نہیں ہوتا تمہیں ہم ہیں ناں۔ امی اسے پیار کر کے کمرے میں لے آئیں اور اس کے لیے دودھ گرم کرنے چل پڑی امی جب تک واپس نہیں آئی ابو اس کے پاس بیٹھے رہے تھے اس کا دل بہلاتے رہے مگر وہ ایک بار بھی نظر اٹھا کر ان کی طرف دیکھ نہیں پائی۔ وہ اپنے آپ کو اپنے ماں باپ کا مجرم سمجھ رہی تھی جو انکی عمر کی پونجی کی حفاظت نہ کر سکی وہ اتنی کمزور تھی کہ اپنی عزت کو محفوظ نہ رکھ پائی کیوں کیوں وہ اتنی بے بس تھی سوچ سوچ کر اس کے دماغ کی نسیں پھٹنے لگی تھیں۔

ایک ہفتے کے علاج کے بعد اس کی طبیعت سنبھل گئی تھی مگر اس کے ہونٹوں پر چپ کے قفل لگ گئے تھے امی یہی سمجھی کہ اتنا کچھ ہونے کی وجہ سے وہ اپنے دماغ سے اس حادثے کو نکال نہیں پا رہی ہے حالانکہ وہ دونوں ہر وقت اس کی دل جوئی میں لگے رہتے تھے گھر میں اس کی پسند کا کھانا بنتا تھا اور ابو باہر سے ہر وہ چیز لاتے تھے جو اسے پسند تھی مگر وہ پھر بھی نہ مسکرائی بس اپنے کمرے میں قید ہو کر رہ گئی تھی امی نے سوچا اگر وہ شادی کے لئے مان گئی تو شاید وہ پھر سے پہلی والی افق بن جائے گی زندگی میں اتنا بڑا بدلاؤ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ لے آئے۔

انہیں حیرت کا شدید جھٹکا لگا جب انہوں نے اس بارے میں افق سے بات کی تو اس نے فیصلہ ان کی مرضی پر چھوڑ دیا وہ خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھیں انہوں نے دیر نہیں کی اور جھٹ خالدہ کے ہاں میں پیغام بھجوا دیا کہ وہ اس رشتہ کے لیے تیار ہیں جو اس نے ہمیں دکھایا تھا۔ اتنا اچھا رشتہ تو نصیبوں والوں کو ملتا ہے وہ جتنا خوش ہوتی کم تھا۔

دونوں طرف سے تیاریاں زور و شور سے شروع ہو گئیں اور ایک مہینہ گزرنے کا پتہ بھی نہیں چلا اور شادی کا دن آ پہنچا آج افق کو اس گھر کو، اپنے ماں باپ کو اور ان خوابوں کو چھوڑنا تھا جو اس نے ہوش سنبھالتے ہی دیکھنے شروع کیے تھے سچ کہا ہے کسی نے کھلی آنکھوں سے دیکھتے خواب کبھی پورے نہیں ہوتے جب ہم اپنی زندگی کی پلاننگ کر رہے ہوتے ہیں اور اپنے فیوچر کو ترتیب دے رہے ہوتے ہیں تو تقدیر ہمارا مذاق اڑا رہی ہوتی ہے۔ کہ اے نادان انسان تو مجھ سے بغاوت کرنے کی سوچ بھی نہیں سکتا ہوگا وہی جو میں چاہتی ہوں اور انت میں جیت تقدیر کی ہی ہوتی ہے۔

سب کی زبانوں پر تھا کہ اس پر ٹوٹ کر روپ آیا ہے اور وہ دلہن بن کر پہلے سے بھی زیادہ حسین لگ رہی ہے اور سچ کہتے تھے سب آج لگتا تھا کہ افق دھنک کے سارے رنگ چرا کر لائی ہے مگر وہ اپنے ہونٹوں پر پڑے قفل کو نہ توڑ پائی۔ اپنے ماں باپ کو روتا تڑپتا ہوا چھوڑ کر نئی زندگی میں چلی گئی مگر اس کی آنکھوں میں آنسو نہ آئے کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس کی آنکھوں کے پیچھے جو سمندر ہے وہ اگر ایک بار اس کا بند ٹوٹ گیا تو کچھ نہیں رہے گا سب بہہ جائے گا۔ اور نہ صرف اس کا بلکہ اس کے ماں باپ کا بھی سب کچھ بہا کر لے جائے گا اور اسے زندگی کا یہ کڑوا امتحان ہر صورت پاس کرنا تھا اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی راستہ بھی نہیں تھا۔

ارتضا کی غیر ذمہ داری پر اس کے ماں باپ اس سے بہت ہی نالاں تھے ارتضا اس قدر غیر ذمہ دار ہوگا کہ اپنے بھائی کی شادی پر بھی نہیں آئے گا یہ انہوں نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ انکے مطابق یہ سب ان کے بے جا پیار لاڈ کا نتیجہ تھا کہ وہ اس قدر بگڑ چکا تھا۔ اب وہ اس کے کوئی سخت فیصلہ لینے والے تھے مگر فی الحال وہ اپنے بیٹے خاور اور اپنی بہو کو ویلکم کرنے گاڑی تک آئے تھے اور ساری رسموں میں بھی شریک ہوئے تھے۔

آج وہ بہت خوش تھے کہ ان کا بڑا بیٹا ہمیشہ ان کی امیدوں پر پورا اترا ہے پھر چاہے بزنس ہو یا اس کی زندگی کا فیصلہ اس نے نہیں کبھی مایوس نہیں کیا تھا نہ کبھی پڑھائی میں سنجیدہ اور نہ زندگی میں ارتضا سے وہ تنگ آ گئے تھے اس کی حرکتوں سے اور اب تو حد ہی کر دی تھی اپنے بھائی کی شادی میں بھی نہیں آیا تھا اور کچھ اتا پتہ نہیں تھا کہ کہاں ہے وہ بہت فکر مند تھے اس کے لیے۔

خاور بہت ہی سلجھے اور دھیمے مزاج کے مالک تھے یہ ان کی بے انتہا محبت اور توجہ کا ہی اثر تھا کہ وہ اپنے خول سے باہر آ رہی تھی باہر کے رنگ اسے نظر آنے لگے تھے خاور کے ساتھ گزری اس ایک ہفتے کی زندگی نے اس کے اندر ایک امید کو جگا دیا تھا زندہ رہنے کی امید کو خود کو محسوس کرنے کی امید اور شاید ایک انوکھا جذبہ محبت کا جذبہ جو خدا پاک نے نکاح کے تین بولوں میں چھپا رکھا ہے۔ وہ تاریک یادوں کو بھولنا چاہتی تھی ان سے پیچھا چھڑانا چاہتی تھی مگر پھر بھی وہ خواب میں ڈر جاتی وہ سوچنا نہیں چاہتی تھی مگر سوچیں پھر بھٹک جاتیں ایسے میں خاور کی محبت اس کے لیے کسی گھنے شجر کی طرح ثابت ہوئی جہاں وہ لمبی مسافت سے تھک کر سستانے کے لیے بیٹھ جاتی اور وہ گھنی چھاؤں اسے اپنے اندر سمو لیتی اور وہ پرسکون ہو جاتی۔

ارتضا۔ ارتضا۔ کہاں جا رہے ہو۔۔۔ مسز کرنی ارتضا کو اپنے کمرے میں جاتا ہوا دیکھ کر

بولی اور سیدھا اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

کہاں تھے تم اور یہ اپنی حالت دیکھی ہے کیا حلیہ بنایا ہوا ہے وہ اس کے گرے حلیے کی جانب اشارہ کرتی ہوئی بولیں۔۔۔اور جتنے ہو آج ہیں دنوں کے بعد تم نے اپنی شکل دکھائی ہے۔

مسز کرمانی دکھ سے اپنے آنسوؤں پر قابو نہ رکھ سکیں کوئی اتنا بے حسن کیسے ہوسکتا ہے۔ بیٹا تم اپنے اکلوتے بھائی کی شادی میں بھی شریک نہیں ہوئی ایسا کیسے کر سکتے ہو تم۔۔۔۔ ماما نے اسے جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا۔

ماما پلیز مجھے اپنے میرے میں جانے دیں میں صبح سب سے بار کرلوں گا۔ کہتے ہی وہ اپنے کمرے کی جانب چلا گیا اور ماما تاسف سے دیکھتی رہ گئیں۔

جدا کر کے اسے خود۔سے میں گھر آ کر بہت رویا
جہاں جاتے تھے ہم دونوں وہاں جا کر بہت رویا
پہلے میں اس کا روتا سوچ کر ہنستا دیا
پھر اس کی ہنسی کو ذہن میں لاکر بہت رویا

صبح جلدی اٹھ گیا تھا وہ اور ابھی اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑے ہو کر صحن میں کھلے پھولوں کو تسلسل سے دیکھ رہا تھا جو پانی سے اور بھی نکھر گئے تھے۔ کہ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔

کون۔اس نے پوچھا۔

میں ہوں بیٹا۔۔اور ماما اندر آگئیں۔تم اٹھ گئے بیٹا چلو نیچے اپنی بھابھی سے ملو اور معافی مانگو تمہارے پاپا بھی تم سے ناراض ہیں اور خاور تو بہت غصہ ہے سب کو مناؤ چلو شاباش وہ اسے ہاتھ سے پکڑتے ہوئے بولیں۔

مگر ماما میں کیسے جاؤں۔اس نے گھبراتے ہوئے پوچھا۔

کیسے جاؤں مطلب جیسے جاتے ہیں ویسے جاؤ۔تم فکر نہیں کرو میں نے بات کرلی ہے کچھ نہیں ہوتا انہوں نے دلاسہ دیتے ہوئے کہا اور اسے لے کر نیچے ڈرائنگ روم میں آگئیں جہاں سب اکھٹے تھے سامنے صوفے پر ابو اور بھائی بیٹھے ہوئے تھے جبکہ اس کی جانب شاید بھابھی تھیں ابو نے تو کوئی بات ہی نہیں کی جبکہ خاور بھائی اس سے گلہ کیے نہ رہ سکے۔ اور اسے گلے سے لگا لیا وہ جانتا تھا کہ سب اس سے کتنا پیار کرتے ہیں۔امی نے جلدی سے آگے بڑھ کر بھابھی کے منہ پر گھونگھٹ ڈال دیا۔

لو بیٹا تمہارا اکلوتا دیور آ گیا ہے تم سے بھگ لینے۔یہ یہاں تھا نہیں اس لیے یہ رسم رہ گئی تھی مگر اب ہم یہ رسم پوری کریں گے ٹھیک ہے نا انہوں نے خاور کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اور بھائی نے سر ہلا کر ہاں میں جواب دیا۔

چلو بیٹا آگے بڑھو اور اپنی بھابھی کے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر جو چاہے مانگ لو۔

ماما ارتضا کو پکڑ کر افق کے قریب لے آئیں اور نیچے اس کے سامنے بیٹھا دیا۔ چلو بھابھی کا گھونگھٹ اٹھاؤ اور من پسند تحفہ مانگو۔

ارتضا نے بے دلی سے گھونگھٹ الٹ دیا۔

یہ کیا اسے لگا وہ پتھر کا ہوگیا ہے اب کبھی ہل نہیں پائے گا افق کے گھٹنے پر پڑا ہاتھ جیسے وہی جم گیا تھا اپنی آنکھوں کو جنبش دینا بھی اسے اس وقت دنیا کا سب سے مشکل کام لگ رہا تھا۔اور دوسری جانب افق اس کا وہ حال تھا کہ کاٹو تو لہو نہیں تقدیر نے اس کے ساتھ کیسا گھناؤنا مذاق کیا تھا اس نے ایسا

کیا گناہ کیا تھا جو اسے اتنی بڑی سزا ملی تھی وہ اپنے بھیانک ماضی کو بھولنا چاہتی تھی اور تقدیر نے اسے لاکر اس کے سامنے رکھ دیا تھا۔

اور کیا چاہیے بے اختیار افق کے منہ سے نکلا کک۔کک۔۔ کچھ نہیں کہتے ہی وہ اپنے کمرے کی جانب بھاگا۔

ارے اسے کیا ہوا ہے۔۔۔خاور نے امی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

شاید ہماری بہو کی جھلک دیکھ نہیں پایا تمہارا بھائی۔ ہماری بہو ہے جو اتنی پیاری ہے نا بیٹا پاپا نے افق کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا اور مسکرانے لگے۔

آنکھ کی دھرتی کا منظر کتنا شور آلود تھا
تو نے دیکھا ہی نہیں آہوں کا بے پروا فرام
ہم نے دیکھا دیکھ ہم ویران ٹیلے ہوگئے

نہیں نہیں ایسا نہیں ہوسکتا نہیں ہوسکتا۔

ارتضا جنونی انداز میں بالوں کو مٹھی میں جکڑے ہوئے بیٹھ گیا۔ وہ جانتا تھا جو غلطی اس سے ہوئی ہے اس کا کفارہ ممکن نہیں وہ نہ صرف افق کا بلکہ خدا کا بھی مجرم تھا اس کے سینے میں جیسے آگ لگی تھی جس سکون کو وہ ڈھونڈنے در بدر دن بھر بھٹکتا رہا مگر اسے وہ سکون نہ ملا اور تھک کر گھر آ گیا مگر اسے کیا پتہ تھا کہ یہاں ایک اور قیامت اس کا انتظار کررہی ہے ورنہ وہ کبھی واپس نہ آتا ایسے ہی بھٹکتا رہتا۔

یا اللہ یہ کیسا امتحان ہے مجھے معاف کردیں میں کیسے کسی سے نظریں ملا پاؤں گا کیسے اس رشتے کے ساتھ جی پاؤں گا۔۔ وہ گڑگڑا رہا تھا اور آنسو اس کی آنکھوں سے تواتر سے بہہ رہے تھے ویسے ہی جیسے یہ گناہ کرنے سے پہلے جی رہے تھے ارتضا نے اپنی جھکی ہوئی نگاہ اٹھا کر دیکھا تو افق اس کے کمرے میں دروازے پر کھڑی تھی۔

جب تم گناہ کرتے ہوئے ہیں لرزے تمہارے ہاتھ نہیں کانپے تمہارے دل میں خدا کا خوف نہیں جھا گا تو اب اب یہ آنسو کیسے ۔کیسی ندامت صدمے سے افق کی آواز رندھ گئی اور وہ اپنے آنسو پی گئی۔

دیکھو لو مسٹر ارتضا شیرازی قسمت کا الٹا پہیہ جو چل کر پھر الٹی سمت دوڑتا ہوا تمہارے سامنے آ گیا ہے کل میں بے بس تھی کتنی روئی میں گڑگڑائی میں مگر تمہارے پتھر دل پر کوئی اثر نہیں ہوا اور تم نے مجھے میری ہی نظروں میں گرادیا کیا ملا تمہیں یہ سب کر کے۔

ہاں۔۔افق نے اسے بازوؤں سے پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا۔کیا بگاڑا تھا میں نے تمہارا جو تم نے میری عصمت کو روند ڈالا۔ دیکھو ارتضا دیکھو۔افق نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے دہشت سے کہا۔۔جس لڑکی کے سر کو تم نے ننگا کیا تھا آج خدا کا انتقام دیکھو اس نے تمہارے ہی بھائی کی چادر سے اس کے سر کو ڈھک دیا ہے دیا اور اب وہ تمہارے سامنے رہ کر تمہیں تمہارے گنا: کا احساس دلاتی رہے گی یاد رکھنا اب تمہارا کھیل ختم میں تمہارا جینا مشکل کردوں گی۔۔افق نے انگلی دکھاتے ہوئے کہا۔اور موت تمہیں آ نہیں سکتی سمجھے۔

وہ کہتے ہی واپس اپنے کمرے میں آگئی ارتضا کے منہ سے ایک لفظ نہ نکلا شاید وہ اپنے الفاظ ہمیشہ کے لیے کھو چکا تھا کاش اسے صرف ایک لفظ معافی مل جائے تا کہ وہ اپنا بوجھ کچھ کم

کر سکے اور اسے وہ مل جائے جس کی تلاش میں وہ پہلے ایک ماہ سے یہاں وہاں بھٹک رہا تھا۔

اگلی صبح وہ ماما کے کمرے میں تھا ماما میں کینڈا جانا چاہتا ہوں پاپا سے میں نے بات کر لی ہے اور شام سات بجے کی فلائٹ سے جانا ہے۔

کیا۔ ماما اچانک اس کا فیصلہ سن کر دھنگ رہ گئی کہاں وہاں وہ اسکی منتیں کر رہی تھی اور وہ راضی نہیں تھا اور اب اچانک فیصلہ بھی بدل لیا اور اتنی جلدی۔۔۔ مگر بیٹا اچانک یہ کہتے وہ پاس آتے ہوئے بولی۔

ماما میں مانتا ہوں مجھ سے غلطیاں ہوئی ہیں مگر اب میں اس کا ازالہ کروں گا۔۔۔ اس نے ماما کے ہاتھوں کو ہاتھ میں لیتے ہوئے یقین سے کہا جسے سن کر ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور انہوں نے ارتضا کو گلے لگا لیا۔

خوش رہو بیٹا۔۔۔ خدا تمہیں ہر میدان میں کامیاب کرے۔ ماما کی دعا سن کر اس کے لبوں پر ہلکی سے مسکان دوڑ گئی شام کو سب سے مل کر وہ جانے لگا تھا اور آخر میں ماما سے بولا

ماما وہ۔ بھا۔ بھابھی کہاں ہیں۔ کہتے ہوئے اس کی زبان اٹکنے لگی۔

وہ اپنے کمرے میں ہے جاؤ مل آؤ۔ تمہاری فلائٹ کا ٹائم ہو جائیگا۔

وہ سیڑھیاں چڑھ کر بھائی کے کمرے تک آ گیا مگر خود میں ہمت نہیں کر پا رہا تھا کہ اندر جائے اس نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی جسے سن کر افق نے یس کہا۔ وہ مرے مرے قدموں سے سست روئی سے اندر داخل ہوا۔

افق۔ اس نے افق کو پکارا جو اس کی طرف پیٹھ کیئے کوئی کتاب پڑھنے میں مگن تھی۔ افق نے بے ساختہ پیچھے مڑ کر دیکھا۔

تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ اس نے غصہ سے کھا جانے والے انداز میں کہا۔

وہ میں یہ کہنے آیا تھا کہ میں ہمیشہ کے لئے تمہاری زندگی سے دور جا رہا ہوں جہاں تم پر میری پرچھائی بھی نہ پڑے میں نہ صرف تمہارا بلکہ بھائی کا بھی مجرم ہوں۔ ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔

کہتے ہی وہ واپس مڑنے لگا کہ افق کے الفاظوں نے اس کے قدم جکڑ لیے۔

معاف۔۔۔ معافی تو بہت دور کی بات ہے ارتضا میں تمہیں معاف کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی اور ہاں تم دنیا کے کسی بھی کونے میں چلے جاؤ میری آہیں اور بدعائیں تمہیں کبھی چین سے نہیں رہنے دیں گی سمجھے۔

چلے جاؤ یہاں سے۔۔۔ اس نے ارتضا کی جانب منہ پھیرتے ہوئے کہا۔ ارتضا اپنے مایوس ہوتے ہوئے قدموں کے ساتھ واپس لوٹ گیا کبھی نہ آنے کے لیے۔

افق تو اپنی زندگی کا سب سے تکلیف دہ امتحان دے چکی تھی جبکہ ارتضا کی زندگی کا امتحان ابھی شروع ہوا تھا ابھی اسے ایک لمبی بہت لمبی مسافت طے کرنی تھی یہی زندگی کی حقیقت ہے جسے کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔

فرمان خداوندی ہے۔

اے انسان اپنا لے وہ جو میری رضا ہے اور بھول جا وہ جو تیری رضا ہے قسم ہے مجھے میں لوٹا دوں گا وہ جو تیری چاہ ہے۔

قارئین کرام اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازیئے گا مجھے آپ کا رائے کا شدت سے

انتظار رہے گا۔

آفس منیجر انکل ریاض احمد اور شہزادہ التمش صاحب آج آپ کی بزم میں جو کہانی میں نے بھیجی ہے وہ محنت سے لکھی ہے گزشتہ تین ماہ سے میری طبیعت بہت ہی خراب تھی جس کے باعث میں کوئی تحریر نہیں لکھ سکی مگر جیسے ہی میری طبیعت سنبھلی میں نے ایک ماہ میں یہ تحریر مکمل کی ہے مجھے امید ہے میری محنت رائیگاں نہیں جائے گی گو کہ یہ کہانی لمبی ہے۔ میرا یقین کیجئے جب یہ تحریر میں نے لکھنی شروع کی تو ارادہ اتنی لمبا کرنا ہرگز نہ تھا مگر پتہ نہیں کیسے میرا ہاتھ نہیں رکا اور لکھتی چلی گئی اور درمیان میں جب میں نے سوچا کہ اسے شارٹ کر کے دی اینڈ کر دوں تو مجھے لگا کہ یہ تحریر کے ساتھ ناانصافی ہوگی اس لیے میں معذرت چاہتی ہوں کہ اتنی لمبی تحریر لکھ دی۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ پلیز اسے کاٹیئے گا مت میں نے بہت محنت سے لکھی ہے بے شک دو تین اقساط بنا دیجئے گا مگر کاٹ کر مت شائع کیجئے گا مجھے نہیں معلوم کہ یہ تحریر آپ کے معیار پر پوری اترے گی بھی یا نہیں مگر مجھے اپنے آپ پر بھروسہ ہے کہ میرے ایک ماہ کی محنت رائیگاں نہیں جائے گی۔۔

ریاض انکل۔۔۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ ہمارے ہاں ڈاک کا بہت مسئلہ ہے کبھی پہنچتا ہی نہیں اور کبھی پہنچ بھی جاتے تو بہت لیٹ اب شمارے کو ہی لے لیں ہر ماہ کی پندرہ یا اٹھارہ تاریخ کو ملتا ہے اور کبھی وہ بھی نہیں ملتا میں پیشگی معذرت چاہوں گی آپ سے کہ میں آپ کو زحمت دوں گی ڈاک روانہ کرنے کے چار پانچ دن بعد میں کال کر کے اپنی تحریر کے بارے میں پتہ کروں گی کہ ڈاک پہنچ پائی یا نہیں خدا آپ کو صحت وتندرستی دے اور آپ کے ادارے کو اس طرح شاد و آباد رکھے۔ آمین۔

غزل

اک مفلسی سی زندگی نبھا رہے ہیں ہم
اب تو تمام چاہتیں ٹھکرا رہے ہیں ہم
خواہش تھی آئے گی جیون میں کوئی خوشی
اس آس پہ یہ جیون بیتا رہے ہیں ہم
غم یوں ملے کہ بت سے میری جان نکل گئی
سوکھے پتوں کی مانند لہرا رہے ہیں ہم
دیکھیں ہیں تیرے شہر میں میلے کی رونقیں
ڈھونڈ کر تنہائی کو گلے لگا رہے ہیں ہم

شعر

آنکھوں میں عکس لے کے اسے ڈھونڈتے رہے
پلکوں کی پرچھائیوں میں کہیں کھو گیا ہے وہ

---------کشور کرن پتوکی •

عظیم باتیں

۱۔ دنیا کی سب سے عظیم کتاب کا نام قرآن مجید ہے
۲۔ علم وہی حقیقی علم ہے
۳۔ قرآن مجید ماہ رمضان میں نازل ہوا
۴۔ ماہ رمضان کا احترام کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

..........برائے اطہر مسعود آکاش

روح کہانی

۔۔۔تحریر: محمد سلیم اختر۔راولپنڈی۔0336.0548882

محترم شہزادہ صاحب اور ریاض صاحب۔
ایک کہانی کے ساتھ حاضر ہوں اس کو ضرور شائع کرنا۔اس کا نام روح کہانی رکھا یہ سنسکرت کی مشہور زمانہ تصنیف ۔بربت کتھا سرت ساگر۔کے مصنف کا نام گنادھیائے تھا اس کا زمانہ تصنیف ۲۰۰ سے ۵۰۰ کا درمیانی دور ہے گنادھیائے کے حالات زندگی جواب تک معلوم ہوئے ہیں وہ غیر معتبر ہیں کہتے ہیں کہ اس نے ہندو دیو ملائی کہانیوں کو سات لاکھ اشعار میں بیان کر دیا تھا جب مہارجہ نے انہیں پسند نہیں کیا تو اس نے اپنی منظوم کہانیوں کے ایک ایک لفظ کو جنگلی پرندوں کو سنا کر نذر آتش کر دیا اور خود بھی مر گیا۔زیر نظر دس کہانیاں اسی کتاب سے لی گئیں ہیں یہ کہانیاں کیسی ہیں انکی قدر و قیمت کا اندازہ قارئین خود لگائیں گے لیکن یہ بتانا ضروری ہے کہ ان کہانیوں نے تمام دنیا کو متاثر کیا سرکسی کا دھڑ کسی کا یورپ کے عظیم ناول نگار تھامس جین نے die vertaudcten koffe نامی ناول لکھ ڈالا اور اسی بنیاد پر امریکہ کے ایک اوپیرا ہاؤس نے liberetto of american pera کے نام سے تمثیلچہ پیش کیا نزاکت نامی کہانی ایشیا سے ہوتی ہوئی سائبیریا لیپ لینڈ اور جٹ لینڈ پہنچی جہاں اس کے پلاٹ پر ہنس اینڈرسن نے princessof the pea نامی کلاسیکل ناول لکھا اس کہانیوں کی خصوصیت یہ ہے کہ ان سے عوام اور خواص یکساں متاثر ہوئے ہیں ان کو براہ راست سنسکرت سے اردو میں منتقل کیا ہے ان میں عقل و دانش کے ساتھ ہندوستان کا سہیلیوں سے تمدن اور انداز فکر بھی موجود ہے انہیں پڑھ کر حیرت اور ہنسی ایک ساتھ غلبہ کریں گے اور یہ دونوں ہی باتیں ہندو دیو مالائی دماغ اور تمدن کی جان ہیں۔قارئین کرام کیسی لگی اپنی رائے سے نواز یئے گا۔اس کا باقی حصہ بعد میں روانہ کر دوں گا۔

دریائے گوداوری کے کنارے واقع پرتمش تھانا پر کسی زمانے میں مشہور ہندو راجا تری وکرم سین کی حکومت تھی جو طاقت اور جاہ و جلال کے اعتبار سے راجا اندر سے کسی طرح کم نہ تھا مشہور ہے کہ یہ راجا جب دربار میں بیٹھا مملکت کے امور سے متعلق فیصلے کر رہا تھا تو ایک سادھو جس کا نام شانتی سل تھا اس کے پاس آتا اور ایک پھل بطور نذرانہ اسے دے کر چلا جاتا راجا وہ پھل سادھو سے لے کر اپنے وزیر پر مال کے حوالے کر دیتا یہ سلسلہ دس سال تک جاری رہا

ایک روز کا ذکر ہے کہ راجا نے یہ پھل سادھو سے لے کر ایک بندر کے آگے ڈال دیا بندر نے اسے کھانا شروع کر دیا راجا اور درباریوں کی حیرت کی اس وقت کوئی انتہا نہ رہی جب انہوں نے دیکھا کہ پھل کے اندر ایک

نہایت قیمتی اصلی موتی جگمگا رہا تھا تو راجا نے وہ موتی اٹھالیا اور وزیر کو بلا کر اس سے پوچھا کہ ہم نے اس سے پہلے جو پھل تمہیں دیئے تھے ان کا تم نے کیا کیا۔

مہاراج میں انہیں مال خانے میں ڈال دیا تھا اگر حکم ہو تو میں مال خانہ کھلوا کر ان کا پتہ لگاؤں وزیر نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا۔ راجا کی اجازت پا کر وزیر دربار سے چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد اس کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا۔

مہاراج مجھے مال خانے میں پھل تو نظر نہیں آئے کیونکہ وہ تو گل سڑ بھی چکے ہوں گے لیکن قیمتی اور نایاب موتیوں کا ایک بڑا ذخیرہ البتہ مال خانے میں موجود ہے راجا نے وزیر کی ایمانداری سے خوش ہو کر تمام خزانہ اسے بخش دیا اگلے دن پھر جب بوڑھا سادھو پھر راجہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو راجا نے اس سے کہا۔

مہاراج بھگوان کی کرپا سے میرے پاس سب کچھ موجود ہے پھر آپ مجھے اتنے قیمتی جواہر نذرانے کے طور پر کیوں پیش کرتے ہیں مجھے افسوس ہے کہ اگر آج آپ نے اس کا سبب مجھے نہ بتایا تو میں نذرانہ قبول نہیں کروں گا۔ سادھو کی آنکھوں میں شفقت کی ایک جھلک دکھائی دی اور پھر معدوم ہو گئی اس نے راجا کو ایک طرف لے جا کر کہا۔

اے مہاراجا دراصل مجھے ایک خاص قسم کے جاپ کو مکمل کرنے کے لیے مدد کی ضرورت ہے اور میرا مددگار تجھ جیسا بہادر نڈر اور ایماندار شخص ہی ہو سکتا ہے مجھے امید ہے کہ مجھے مایوس نہیں کریئے گا یہ سن کا راجا نے چند لمحے توقف کیا اور پھر سادھو سے مدد کا وعدہ کرلیا۔

مجھے خوشی ہے کہ ایک بہادر اور مہان راجا نے میری مدد کا وعدہ کیا ہے۔ اے راجا مہینے کی آخری تاریخ کو جب چاند ڈوب چکا ہو رات کے پچھلے پہر مجھ سے شمشان بھومی میں ملنا میں تیرا انتظار کروں گا۔

چنانچہ مقررہ تاریخ اور وقت پر جب راجا گہرے سیاہ لباس میں ملبوس ہاتھ میں تلوار لیے پہرہ داروں کی نظروں سے بچتا بچاتا ہوا محل سے باہر نکلا اور تاریکی کی گہری چادر میں لپٹی ہوئی دہشت ناک فضا سے گزرتا ہوا شمشان بھومی میں داخل ہوا تو چاروں طرف چتائیں جل رہی تھی اور شعلے اپنی خوفناک زبانیں ہوا میں لہرا رہے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ لاتعداد چڑیلیں اور بھوت ایک جگہ جمع ہو کر کسی وحشیانہ رقص میں محو ہوں

راجا بے شمار ہڈیوں کھوپڑیوں اور ڈھانچوں پر قدم رکھتا ہوا آگے بڑھتا ہوا ہڈیوں کے چٹخنے کی آوازیں ہوا کی سنسناہٹ شعلوں کا رقص مردہ ڈھانچوں کا آگ سے اکڑ کر کھڑے ہو جانا تیل گھی اور انسانی گوشت کے جلنے کی ملی جلی بدبو نے اس کے ماحول کو جہنمی ماحول بنا دیا تھا لیکن بہادر راجا بڑے صبر و تحمل سے آگے بڑھتا رہا اور اس نے مرگھٹ کو پار کرلیا۔ سامنے ہی اسے سادھو دکھائی دیا جو ایک درخت کے نیچے ایک حلقہ کھینچ رہا تھا جس کے اندر بیٹھ کر اسے جاپ کرنا تھا۔

مہاراج میں حاضر ہوں بتایئے میں آپ کی کیا خدمت کروں۔۔ راجا نے قریب جا کر سادھو سے کہا۔

اے بہادر راجا میں تیری اس عنایت کا شکریہ ادا کرتا ہوں یہاں سے جنوب کی جانب کچھ فاصلہ پر شیشم کے ایک درخت پر ایک شخص کی لاش لٹکی ہوئی ہے جا اور وہ لاش مجھے لا دے سادھو نے کہا۔

قول کا پکا اور مضبوط ارادے کا مالک راجا فوراً ہی جنوب کی جانب چل دیا رات گو تاریکی تھی لیکن جلتی ہوئی چتاؤں کی روشنی نے اس کی مدد کی اور آخر کار وہ مطلوبہ درخت تک پہنچ گیا لاش درخت پر ٹنگی ہوئی تھی لیکن اس کا تمام گوشت جل کر سیاہ پڑ چکا تھا اور لاش بجائے خود رات کی تاریکی کا ایک حصہ دکھائی دیتی تھی راجا نے درخت پر چڑھ کر رسی کو کاٹ دیا لاش زمین پر گر پڑی اور راجا کو ایک چیخ سنائی دی جیسے کوئی درد سے بلبلا رہا ہو۔ راجا درخت سے اترا اور یہ سوچ کر کہ ممکن ہے یہ شخص ابھی زندہ ہو نہایت نرمی سے اس کے جسم کو چھوا اور پھر اسے ایک بہت ہی ہیبت ناک شیطانی قہقہہ سنائی دیا۔

راجا سمجھ گیا کہ اس پر یقیناً کسی بدروح کا قبضہ ہے تم ہنس کیوں رہے ہو آؤ چلیں راجا نے انداز میں بے خوفی تھی لیکن جیسے ہی اس نے یہ الفاظ ادا کئے اس کی حیرت کی کوئی حد نہ رہی جب اس نے لاش کو اپنے سامنے سے غائب پایا نظر اٹھا کر اوپر دیکھا تو پتہ چلا کہ وہ پھر درخت پر اسی طرح لٹکی ہوئی ہے راجا پھر درکت پر چڑھا اور لاش کو اتار کر کندھے پر رکھ کر سادھو کی جانب روانہ ہوا سچ ہے بہادر آدمی کے ارادے کی سختی ہیرے کی سختی سے بھی زیادہ ہوتی ہے راستہ میں لاش پر قابض روح نے راجا سے کہا۔

اے مہان راجا میں تجھے ایک کہانی سناتی ہوں تا کہ تیرے سفر کی صعوبت میں کچھ کمی آجائے یہ کہہ کر اس نے ایک دلچسپ کہانی سنانی شروع کر دی۔

کالی ندی کے کنارے آباد برہمنوں کے ایک گاؤں میں وید کا ایک بہت بڑا عالم رہتا تھا جس کا نام کیشو سوامی تھا اس کی ایک بیٹی تھی جس کا حسن بے نظیر تھا اس لڑکی کا نام مندراوتی تھا جب یہ لڑکی شادی کے قابل ہوئی تو کنیا کے لیے تین بڑے قابل خوبصورت اور حسین نوجوان برہمن اس کی امیدواری میں آئے عالم یہ تا کہ ان میں سے ہر ایک نے لڑکی کے باپ کو دھمکی دی کہ اگر حسین مندراوتی کسی اور کے ساتھ بیاہ دی گئی تو وہ خودکشی کر لے گا اور اس ڈر سے کہ کنیا کی کسی ایک سے شادی باقی دو برہمنوں کی موت پر فتح ہو گی ۔ جو بہت بڑا پاپ تھا لڑکی کے باپ نے اس کی شادی کسی سے بھی نہ کی اور یہ حسین و جمیل لڑکی کنواری ہی رہی تینوں امیدواروں نے اسی گاؤں میں رہائش اختیار کر لی اور اب وہ تینوں چکور لڑکی کے چاند جیسے چہرے کو تکتے اور زندگی کے دن گزارتے رہے

آخر کار مندراولی اس دنیا سے چلی گئی تینوں نوجوان برہمن کریا کرم کے لیے لڑکی کی لاش کو شمشان بھومی میں لائے اور اسے نذر آتش کر دیا ان میں سے ایک نے مرگھٹ میں

لڑکی کی لاش کی راکھ پر ہی رہائش اختیار کرلی اور بھیک مانگ کر پیٹ بھرنے لگا دوسرے برہمن نے لڑکی کی جلی ہوئی ہڈیوں کو جمع کیا اور انہیں گنگا میں بہانے چلا گیا تیسرا برہمن سادھو بن گیا اور دوسرے ملکوں نکل گیا۔ تیسرا برہمن جب ایک گاؤں میں پہنچا تو ایک اور برہمن نے اسے اپنا مہمان بنالیا گھر کے سب لوگوں کے ساتھ جب یہ سادھو کھانے پر بیٹھا تو میزبان کا بچہ رونے لگا ماں نے پہلے تو اسے پیار سے چپ کرنے کی کوشش کی اور جب وہ چپ نہ ہوا تو اس نے اسے آگ کی بھٹی میں پھینک دیا اور بچہ جل بھن کر کباب ہوگیا رونگھٹے کھڑے کردینے والے اس منظر کو دیکھ کر سادھو کو بہت صدمہ ہوا اور اس نے میزبان کی دعوت قبول کرنے سے انکار کردیا اور اٹھ کر کھڑا ہوگیا لیکن میزبان نے بڑی لجاجت اور خوشامد سے اسے روکا اور کہا۔

وہ جادو کے زور سے ابھی بچے کو زندہ کردے گا یہ کہہ کر اس نے مٹھی بھر مٹی پر کچھ منتر پڑھا جو ایک کتاب کے صفحے پر لکھا ہوا تھا اور مٹی کو آگ میں پھینک میں دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے بچہ ہنستا کھیلتا ہوا آگ سے باہر نکل آیا یہ دیکھ کر سادھو طمانیت محسوس ہوئی اور وہ کھانا کھانے لگا میزبان نے دیوار کے ایک طاق پر کتاب کو رکھ دیا رات کو جب تمام گھر سو چکا تھا تو سادھو اس کتاب کو لے کر جس میں منتر لکھا ہوا تھا بھاگ گیا اور باقی دو ساتھیوں سے آملا اس نے پہلے برہمن کی جھونپڑی کو دوسرے برہمن کی مدد سے توڑا اور مٹھی بھر خاک میں منتر پڑھا اور اسے لڑکی کی راکھ پر پھینک دیا فوراً ہی مندراوتی اٹھ کھڑی ہوئی لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ اس کا حسن جلنے کے بعد اور بھی نکھر آیا تھا اب تینوں برہمنوں میں جھگڑا شروع ہوگیا لڑکی سے شادی کا حق دار کون زیادہ ہے ایک نے کہا یہ میرے منتر سے زندہ ہوئی ہے اس لیے یہ میری ہے۔ دوسرے نے کہا۔ واہ یہ تو گنگا جل کی برکت سے زندہ ہوئی ہے اس پر میرا حق ہے۔ تیسرے نے کہا۔ نہیں میں نے اس کی راکھ کی حفاظت کی اس لیے یہ میری ہے۔

اتنا کہہ کر روح نے چند لمحے توقف کیا اور پھر راجا سے مخاطب ہوئی بتا اے راجا تیرا کیا خیال ہے لڑکی سے شادی کا حقدار سب سے زیادہ کون ہے۔ مگر یاد رکھ اگر تو جواب سے واقف ہے اور بتانے سے گریز کرتا ہے تو تیرا سر پاش پاش ہوجائے گا۔

راجا نے جواب دیا وہ برہمن جس نے اپنے منتر کے زور سے لڑکی کو زندگی دی باپ کی حیثیت رکھتا ہے لہذا وہ اس کا شوہر نہیں بن سکتا جس شخص نے لڑکی ہڈیوں کو گنگا میں بہادیا وہ بیٹے کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ ہندو دھرم میں یہ کام دوسروں کی بہ نسبت بیٹوں کا زیادہ فرض ہوتا ہے البتہ وہ شخص جن نے مرگھٹ میں رہائش اختیار کرکے دنیا کو چھوڑ دیا اور لڑکی کی راکھ کی حفاظت کی اس کا شوہر بن سکتا ہے

راجا کے اس جواب کو سن کر روح راجا کے کندھے پر لدی ہوئی لاش کے ساتھ غائب ہوگئی مگر وہ پھر شیشم کے درخت تلے واپس آیا اور اس نے لاش کو پھر ویسا ہی ٹنگا ہوا پایا ایک

مرتبہ پھر راجا اوپر چڑھا اور لاش کو درخت پر سے اتارا اور اسے کندھے پر لاد کر پھر منزل کی جانب چل دیا۔ لیکن روح نے پھر راجا کو ایک کہانی سنائی۔

سر کسی کا دھڑ کسی کا

قدیم زمانے مین ایک راجا تھا جس کا نام تھا یاساکیتو اس کا محل شہر شوبھاوتی میں واقع تھا جہاں سفید دیوی کا ایک بڑا خوبصورت مندر بھی تھا اس مندر کے جنوبی حصہ میں ایک خوبصورت تالاب تھا جسے دیویوں کا تالاب کہا جاتا تھا اور ہر سال اشدہ کے مہینے کی چودھویں تاریخ کو ہندوستان کے چپے چپے سے لوگ یہاں میلہ دیکھنے آتے اور اس تالاب میں نہا کر گناہوں کو دھوتے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک نوجوان دھوبی جس کا نام دھولا تھا اس تالاب میں نہانے کے لیے آیا یہاں اس کی نظر اس گاؤں کے ایک اور دھوبی سدھابت کی نوجوان حسین لڑکی مون سندری پر پڑی اور وہ اس پر سو جان سے فریفتہ ہوگیا۔ جب گھر واپس آیا تو اپنے حواس کھو بیٹھا کیونکہ محبوب سے جدائی کا تجربہ اس کے لیے بالکل نیا تھا۔ اس کی ماں نے جب بیٹے کی یہ حالت دیکھی تو اس نے سبب دریافت کیا اور بیٹے نے ساری کتھا اسے سنادی چنانچہ وہ اپنے شوہر وملال کے پاس گئی اور اسے بلالائی وملال نے بیٹے کو دلاسہ دیا اور کہا۔

سدھابت ہماری برادری کا ایک فرد ہے کوئی بات نہیں اگر ہم اس کی لڑکی تمہارے لیے مانگیں گے تو وہ انکار نہیں کرے گا۔ وہ ہمیں جانتا ہے اور ہم اسے جانتے ہیں بہت شریف آدمی ہے تم فکر نہ کرو بھگوان بھلا کریں گے۔

اگلے دن وملال اپنے بیٹے دھولا کو لے کر سدھابت سے ملنے شوبھاوتی جا پہنچا۔ اور اس سے اپنے بیٹے کے لیے رشتہ مانگا اور تیسرے دن ہی لگن منڈپ کے پھیرے ہوئے اور مدن سندری دھولا سے بیاہ دی گئی۔ اور یہ جوڑی ہنسی خوشی زندگی گزارنے لگی۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ مدن سندری کا بھائی اس کے گھر آیا اور اس نے کہا۔

بہن مدن سندری تمہیں اور بھائی کو پتا جی نے بلایا ہے۔

دھولا نے اپنے سالے کو روک کر اس کی چند دن خاطر مدارات کی اور پھر اس کے ساتھ مدن سندری کو لے کر سسرال روانہ ہوگیا یہ تینوں جب سفید دیوی کے مندر کے قریب سے گزرے تو دھولا نے خواہش ظاہر کی کہ وہ مندر میں جا کر پوجا پاٹ کرنا چاہتا ہے لیکن سالے نے اس کی مخالفت کی اور کہا۔

مندر میں خالی ہاتھ نہیں جانا چاہیے۔

مگر دھولا نہ مانا۔ اور مندر میں داخل ہوگیا اور دیوی کے سامنے منہ کے بل گر گیا اور اشلوک پڑھنے لگا وہ سوچ رہا تھا اس عظیم دیوی نے اپنے اٹھارہ طاقتور بازوؤں سے راکھشس رور وکو کس بری طرح شکست دی ہے اور کس طرح اس نے مہیش کو اپنے خوبصورت نرم و نازک پیروں تلے روندھا تھا۔ ان خیالات کے ساتھ ہی اب اس نے سوچا کہ اس عظیم دیوی کی خوشنودی کے لیے لوگ ہر قسم کی قربانیاں دیتے ہیں کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ میں خود اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے پیش

کر کے امر ہو جاؤں یہ سوچ کر ڈھولا اندر گیا۔ وہاں ایک تلوار رکھی ہوئی تھی وہ اسے اٹھا لایا اور اس سے اپنا سر قلم کر دیا اور وہ گر کر ٹھنڈا ہو گیا۔

ادھر مدن سندری اور اس کا بھائی دونوں ڈھولا کا انتظار کر رہے تھے جب وہ خاصی دیر ہونے کے بعد بھی واپس نہ آیا تو مدن سندری کا بھائی بھی حقیقت حال جاننے کے لیے مندر میں داخل ہوا اور جب اس نے اپنے بہنوئی کو خاک و خون میں یوں لت پت دیکھا تو عالم تصور میں اسے اپنی پیاری بہن کا سہاگ اجڑا ہوا دکھائی دیا پھر اس نے سوچا جب بہن ہی دکھی رہے گی تو اس کا اپنا زندہ رہنا بیکار ہے اسی تلوار سے اس نے بھی دیوی کی مورتی کے سامنے اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالا تھوڑی دیر بعد خود مدن سندری مندر میں پہنچی اور شوہر اور بھائی کو نہایت صبر و تحمل سے دیکھا اور ہاتھ جوڑ کر دیوی کی مورتی کے سامنے کھڑی ہو گئی اور کہنے لگی۔

اے دیالو دیوی میرے بھاگ اتنے بڑے کہاں تھے کہ میں تیرے حضور اتنی بڑی بھینٹ چڑھا سکتی یہ سب کچھ تیرا ہے اور تیرے لیے ہے اپنے پیارے شوہر اور پیارے بھائی کی لاشوں کو دیکھ کر میرا سر فخر سے اونچا ہو گیا ہے کاش میں تیرے کسی کام آ سکتی۔ اب میری ایک تمنا ہے اور وہ یہ ہے کہ تو میری بھی قربانی قبول کر مگر اگلے جنم میں میں جس شکل میں بھی پیدا ہوں میرا شوہر مجھے میرے شوہر کی حیثیت سے اور میرا بھائی مجھے میرے بھائی کی حیثیت سے ملے یہ کہہ کر مدن سندری نے تلوار اٹھائی اور قبل اس کے کہ وہ اپنی گردن کو جدا کر سکتی مندر کی عمارت ایک موم اور شیریں آواز سے گنگنا اٹھی۔

لڑکی ہم تیرے تدبر تحمل اور جذبہ ایثار سے خوش ہیں اٹھ اور دونوں گردنوں کو ان کے دھڑوں سے جوڑ دے یہ زندہ ہو جائیں گے جا دیوتاؤں کی برکتیں تیرے ساتھ ہیں۔

مدن سندری کا چہرہ یہ سن کر کنول کے پھول کی طرح کھل اٹھا اور اس نے دیوی کی ہدایات پر عمل کیا اور دونوں انسان زندہ ہو گئے۔ لیکن جب یہ تینوں باہر نکلے تو یہ دیکھ کر مدن سندری پر غم کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا کہ اس نے اپنے بھائی کی گردن شوہر کے دھڑ پر اور شوہر کی گردن بھائی کے دھڑ پر رکھ دی ہے۔

کہانی سنا کر روح خاموش ہو گئی چند لمحوں کے بعد وہ پھر سے راجا سے مخاطب ہوئی۔ ہاں تو راجا اب بتا کہ مدن سندری ان میں سے کس کو اپنا شوہر کہے اور کس کو اپنا بھائی۔ مگر یاد رکھ کہ اگر تو جواب سے واقف ہے اور تو بتانے سے گریز کرتا ہے تو تیرا سر پاش پاش ہو جائے گا راجا نے یہ دلچسپ کہانی غور سے سنی اور جواب دیا۔

جس دھڑ پر مدن سندری کے شوہر کا سر لگا دیا گیا ہے وہ جسم مدن سندری کا شوہر ہے اور جس دھڑ پر اس کے بھائی کا سر ہے وہ اس کا بھائی ہے کیونکہ کھوپڑی میں دماغ ہوتا ہے اور دماغ جسم کا بادشاہ ہے اور اس کی مدد ہی سے جسم کو پہچانا جاتا ہے۔

راجا یہ کہہ کر خاموش ہو گیا روح نہایت خاموشی سے اس کے کندھے پر سے ہٹ گئی اور راجا کو پھر شیشم کے درخت تلے جانا پڑا سچ تو یہ ہے کہ راجا یہ دلچسپ کہانیاں سن کر راجا اتنی محنت شاقہ صعوبت کو بھی بھول گیا تھا اور دوسرے طرف اسے سادھو سے کیا ہوا وعدہ پورا کرنا تھا لہذا وہ ہر

قیمت پر لاش کو سادھو تک پہنچانا چاہتا تھا چنانچہ حسب سابق ایک بار پھر وہ لاش کو درخت پر سے اتار کر لایا اور اب اس نے روح سے جو کہانی وہ یوں تھی۔

نزاکت

انگا کے قریب برہمنوں کی ایک بہت بڑی آبادی ہے جسے ورکشا گھاٹ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے یہاں کسی زمانے میں ایک امیر و کبیر برہمن رہا کرتا تھا۔ جس کا نام وشنوسوامی تھی جو دیوتاؤں کو بڑی باقاعدگی کے ساتھ بھینٹ دیا کرتا تھا اس کے تین بیٹے تھے یہ تینوں بیٹے بڑے فلسفیانہ خیالات کے حامل تھے ایک دن باپ نے ان سے کہا۔

بیٹا مجھے دیوتاؤں سے مانی ہوئی ایک منت پوری کرنی ہے تم جاؤ اور دریا سے ایک مگرمچھ پکڑ کر لاؤ چنانچہ تینوں بھائی دریا پر آئے اور انہیں ایک مگرمچھ مل گیا سب سے بڑے بھائی نے اپنے دونوں چھوٹے بھائیوں سے کہا۔

دیکھو تم دونوں مگرمچھ اٹھا کر گھر لے چلو میں اسے نہیں اٹھاؤں گا چھی چھی مجھے تو اس غلیظ لجلجی شے سے گھن آتی ہے۔

دونوں بھائی نے یک زبان ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ واہ جب آپ نہیں اٹھا سکتے تو ہم اسے کیوں اٹھائیں۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ تمہیں اسے لے جانا پڑے گا ورنہ اگر کوئی ایسی ویسی بات ہو گئی تو ذمہ دار تم خود ہو گے اور تم دونوں کا ٹھکانا جہنم ہو گا بڑے بھائی نے غصہ سے کہا۔

دونوں بھائی ہنس پڑے خوب یعنی آپ ہمارا فرض تو ہمیں یاد دلا رہے ہیں اور خود اپنا فرض یاد نہیں ہے۔

مگر تم دونوں یہ تو سوچو کہ میں کھانوں کے معاملہ میں کتنا نفاست پسند واقع ہوا ہوں کہ کسی ایسی شے کو جس سے مجھے ذرا سی بھی گھن محسوس ہوتی ہے میں چھونا تک گوارہ نہیں کرتا ہوں۔

اس لحاظ سے تو میں عورتوں کے معاملے میں بڑا نفاست پسند واقع ہوا ہوں۔۔ منجھلے بھائی نے جواب دیا۔

کچھ تو چھوٹے بھائی کو مگرمچھ گھر لے جانا چاہیے۔ بڑے بھائی نے فیصلہ سنا دیا۔

ارے جاؤ جاؤ میں بستر کے معاملے میں تم دونوں سے زیادہ نفاست پسند واقع ہوا ہوں بھلا میں اسے کیوں لے کر جاؤں۔ تیسرے بھائی نے جل کر جواب دیا۔

تینوں بھائی لڑنے لگے اور آخرکار غصہ میں بے ہوئے قریبی ضلع کے حاکم کے پاس پہنچے اور جا کر اسے سارا واقعہ کہہ سنایا اور اسی سے مدد طلب کی۔

اچھا تو تم تینوں میرے پاس ٹھہرو میں تم تینوں کا امتحان لیتا ہوں اس کے بعد فیصلہ کروں گا کہ کیا کرنا چاہیے حاکم نے جواب دیا۔ تینوں بھائی حاکم کے مہمان خانے میں پہنچا دیے گئے۔ جب کھانے کا وقت آیا تو حاکم نے تینوں بھائیوں کو ایک مناسب جگہ پر بیٹھا دیا اور حکم دیا کہ بہترین طریقے سے تیار کیا ہوا۔ کھانا جو چھ خوشبوؤں سے معطر ہو ان تینوں بھائیوں کو کھلایا جائے جب کھانا سامنے آیا تو تینوں بھائیوں میں اسے ایک نے

ناک پر انگلی رکھ کر اسے سونگھنا شروع کر دیا یہ وہی نوجوان تھا جس نے اپنے آپ کو کھانوں کے بارے میں نفاست پسند بتایا تھا۔

کھانا کھاؤ۔ کیا بات ہے چاول تو بڑے لذیز بنے ہیں۔۔ حاکم نے نہایت نرمی سے لڑکے سے کہا۔

بات یہ ہے کہ جناب عالی کہ اس چاول میں مجھے جلی ہوئی لاشوں کی بو آرہی ہے واقعی یہ بہت لذیذ ہیں لیکن افسوس کہ میں انہیں کھا نہیں سکتا لڑکے نے جواب دیا۔

حاکم کے حکم پر دستر خوان پر موجود تمام لوگوں نے پلیٹ کو کئی کئی بار سونگھا لیکن کسی کو بھی بدبو کا احساس نہ ہوا لڑکے نے اب ناک پر کپڑا باندھ لیا تھا اور وہ کسی قیمت پر کھانا کھانے پر راضی نہ تھا چنانچہ حاکم نے تحقیقات کرائی پتہ چلا کہ جن زمین پر چاول کی فصل بوئی گئی تھی وہ کسی زمانے میں مرگھٹ کے طور پر استعمال ہوتی تھی اب حاکم کو لڑکے کے اس دعوے کو کہ وہ کھانے کے معاملہ مین بڑا نفاست پسند واقع ہوا ہے تسلیم کرنا پڑا اور اس نے لڑکے کو کچھ اور چیزیں کھانے کی اجازت دے دی کھانے کے بعد تینوں لڑکوں کو شاہی مہمان خانے میں الگ الگ کمروں میں بھیج دیا گیا۔

رات کے پچھلے پہر راجا نے اپنے حرم کی انتہائی خوبصورت نوجوان لڑکی کو سجا بنا کر اس دوسرے لڑکے کے کمرے میں روانہ کر دیا جو اپنے دعوے کے مطابق عورتوں کے معاملے میں بڑا نفاست پسند واقع ہوا تھا۔ چاند سا دمکتا ہوا چہرہ سرخ رخسار گلابی ہونٹ گہرے سیاہ لانبے بال پتلی پتلی انگلیاں نازک کلائیاں عشق پیچاں کی طرح بل کھاتی کمر اس کے اندر گداز تھا اس کی آنکھیں کسی گہری جھیل کی مانند تھیں غرض اسکے حسین جہاں سنور کو بیان کرنا زبان کی طاقت سے باہر ہے جب یہ معطر دوشیزہ کمرے میں داخل ہوئی تو اس کے حسن کی چمک دمک سے کمرے کی تاریکی روشنی سے بدل گئی لیکن نوجوان برہمن نے اپنی ناک پر ہاتھ رکھ لیا اور چیخنے لگا۔ اوہ اسے یہاں سے نکالو مین مرا۔۔ ہائے میں مرا اس میں بکری کی سی گھراند آرہی ہے۔

حاکم کے خدمت گار جو اس لڑکی کو برہم کے کمرے میں لائے تھے اسے واپس حاکم کے پاس لے گئے اور ماجرہ سنایا حاکم نے برہم لڑکے کو بلایا اور کہا۔

بڑے ہی تعجب کی بات ہے یہ دوشیزہ نو بہار تمہیں پسند نہیں ارے یہ تو میرے ذاتی حرم کی حسین ترین عورتوں میں سے ہے اور اس کے جسم کو بہترین خوشبوؤں سے معطر کیا گیا ہے لیکن حاکم کی بات لڑکے کی سمجھ میں نہ آئی اور وہ اپنی ضد پر اڑا رہا۔ اور اب حاکم کے چہرے پر بھی الجھن اور شک کے آثار نمودار ہونے لگے تھے اس نے تحقیق کی تو پتہ چلا کہ اس عورت کے والدین اسے بہت چھوٹا سا چھوڑ کر سورگ باش ہو گئے تھے اور وہ بکری کے دودھ پر پلی تھی حاکم کو یہ سن کر بڑا تعجب ہوا اور وہ لڑکے کی نفاست پسندی کا قائل ہو گیا۔ بعد ازاں حاکم نے خادموں کو حکم دیا کہ تیسرے نوجوان کے لیے ایک بستر تیار کیا جائے جس میں چھ نہایت نرم خوبصورت گدوں کی تہیں لگائی جائیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور تیسرا نوجوان اس بستر پر سو گیا لیکن ابھی اسے سوئے ہوئے چند لمحے بھی نہ گزرے تھے کہ وہ بیزاری سے منہ

بناتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اس نے اپنے ایک پہلو کو ہاتھ سے دبا رکھا تھا خادموں نے نوجوان کے جسم کی اس جگہ کا جائزہ لیا جہاں اس نے ہاتھ رکھا ہوا تھا وہاں انہیں ایک لمبی سرخ سرخ لکیر دکھائی دی۔ جیسے کسی نے سوئی کی نوک جلائے اس حصہ پر گزار دی ہو خادم حاکم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ اسے سنا دیا۔

حاکم نے حکم دیا کہ وہ غور سے بستر کی چادروں اور گدوں کو دیکھیں کہ کہیں کوئی نوکیلی چیز تو پڑی ہوئی نہیں ہے۔ انہوں نے بڑی احتیاط اور انہماک سے بستر کا معائنہ کیا اور آخر چوتھے گدے کے نیچے انہیں ایک بال پڑا ملا اس بال کی لمبائی سے جسم پر پڑی ہوئی سرخ لکیر کی لمبائی کو ناپا گیا تو دونوں برابر تھیں۔ حاکم کو بڑا تعجب ہوا اور وہ تیسرے نوجوان کی نزاکت اور نفاست دونوں کا قائل ہو گیا۔ حاکم کو تینوں واقعات دیکھ کر ازحد پریشانی ہوئی وہ ساری رات بستر پر کروٹیں بدلتا رہا اس کی بیویوں نے جب اسے اس حال میں دیکھا تو اس کی دلجوئی کرنے کی کوشش کی لیکن بے سود دوسرے دن صبح کو حاکم نے اپنا فیصلہ سنایا اور کہا تینوں نوجوان نفاست میں بے مثال ہیں اس نے ان میں سے ہر ایک کو سو سو اشرفیاں بطور انعام دیں برہمن نوجوان اب مگر مچھ کو بھول چکے تھے انہوں نے اسی ضلع میں ہنسی خوشی رہائش اختیار کر لی۔

روح یہ کہانی سنا کر خاموش ہو گئی اور اس نے وکرم سین سے پوچھا۔ تو بتا راجا تینوں میں سے کون سا نوجوان سب سے زیادہ نفاست پسند تھا مگر یاد رکھو اگر تو جواب سے واقف ہے اور بتانے سے گریز کرتا ہے تو تیرا سر پاش پاش ہو جائے گا۔ نڈر راجا نے چند لمحے توقف کیا اور بولا۔

میرا خیال ہے کہ تیسرا نوجوان سب سے زیادہ نفاست پسند تھا کیونکہ ایک بال نے جو اس کے بستر میں چوتھے گدے کے نیچے پڑا تھا اس کے جسم پر زخم ڈال دیا اور باقی دونوں نوجوانوں کی نفاست پسندی اس نوجوان کی نفاست پسندی کا مقابلہ نہیں کر سکتی کیونکہ جو ثبوت انہوں نے اپنی نفاست پسندی کے بہم پہنچائے تھے وہ سنی سنائی باتوں پر مبنی ہو سکتے تھے۔

بادشاہ کا یہ جواب سن کر روح لاش سمیت اس کے کندھے پر سے غائب ہو گئی اور ایک بار پھر اسے شیشم کے اسی درخت تک جا کر لاش کو واپس لانا پڑا راستے میں روح نے راجا کو پھر ایک کہانی سنائی تا کہ ماحول کی بدمزگی راجا کو پریشان نہ کر سکے۔

تبدیلی جنس

نیپال کے ایک شہر سیواپور پر کسی زمانے میں پاسا لیتو کی حکومت تھی اس نے حکومت کے تمام کاروبار کی ذمہ داری اپنے معتبر وزیر اعظم پر چ... ساگر کے کندھوں پر ڈال رکھی تھی اور اپنی ملکہ چند... پربھا گی کی محبت میں غرق زندگی عیش و عشرت میں گزار رہا تھا۔ اس کی ایک بیٹی تھی ششی پربھا۔ حسن میں جس کا کوئی ثانی نہیں تھا ایک دن کا ذکر ہے کہ موسم بہار کے تہوار سرسوتی کے موقع پر وہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ باغ میں پھول جمع کر رہی تھی اس کے ایک ہاتھ میں ٹوکری تھی اور دوسرے ہاتھ سے وہ پھول اٹھا کر اس میں جمع کرتی جاتی تھ...

ایک دفعہ جب اس نے ایک پھول توڑنے کے لیے ہاتھ آگے کی طرف بڑھایا تو اس کے سرخ وسفید بدن کا کچھ حصہ عریاں ہوگیا اور حالت میں قریب سے گزرتے ہوئے ایک برہمن زادے کی نظر اس پر پڑی اور وہ مبہوت ہوکر اس مثالیہ عالم کے پریوں جیسے حسن کی رعنائیوں میں گم ہوگیا۔ اس برہمن زادے کا نام من سوری تھا اور وہ بھی تہورا منانے کے لیے یہاں آیا تھا ادھر ششی نے جب اس خوبرونوجوان و دیکھا تو اسے بھی اپنا ہوش نہ رہا۔ اور وہ اس حقیقت کو فراموش کر بیٹھی کہ اس کی سہیلیاں اس کی ایک ایک حرکت پر ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر معنی خیز اشارے کر رہی ہیں اور مسکرا رہی ہیں نوجوان کے ذہن میں حسن کی دیوی کو دیکھنے کے بعد خیالات کا ایک طوفان ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ کیا یہ عشق کی دیوی تو نہیں جو عشق کے دیوتا کے لیے موسم بہار کے عطا کردہ پھول جمع کر رہی ہے تاکہ انہیں تیر بنا کر اپنے محبوب پر وار کرے۔

یہ کون ہے کون۔۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ دیوی آکاش سے اتر کر کرشنا کو خوش کرنے آئی ہو۔ ادھر ششی بھی خیالوں کی دنیا میں کھوئی ہوئی تھی اس کی نگاہیں اب بھی برہمن زادے کے چہرے پر ہی جمی ہوئی تھیں۔ اوہ کتنا خوبصورت کیسا وجیہہ اور بھلا کا جوان ہے۔ وہ اس سے زیادہ کچھ نہ سوچ سکی اور نوجوان کی نگاہوں میں نگاہیں ڈالے کھڑی کی کھڑی رہ گئی یہ جمود اس وقت ٹوٹا جب چاروں طرف سے بھاگو بھاگو کی آوازیں سنائی دیں۔

دراصل ایک ہاتھی بگڑ کر بھاگ رہا تھا شہزادی کی سہیلیاں تو خوف ودہشت کی وجہ سے بھاگ گئیں لیکن خود ششی گم سم سی اجنبی نوجوان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑی رہی وہ بھاگ نہ سکی ہاتھی قریب آچکا تھا۔ اچانک نوجوان چونکا۔ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ فوراً راج کماری کو لے کر ایک طرف کو بھاگ گیا اور ایک محفوظ مقام پر لے جا کر کھڑا کر دیا۔

راج کماری کے دل میں جذبات کا ایک طوفان ~~یلتھا~~ پیار اور شرم کے ملے جلے جذبات نے اسے عجیب سی ہیجانی کیفیت میں مبتلا کر دیا تھا برہمن چلا گیا لیکن جاتے جاتے وہ پیچھے مڑ مڑ کر راج کماری کی جانب دیکھتا رہا بالاؤ وہ اس کی نظروں سے اوجھل ہوگیا۔

ادھر راج کماری محل واپس آئی۔ تو اس کی حالت بہت ہی بگڑی ہوئی تھی وہ اپنے آپ پر قابو پانے میں بڑی دشواری محسوس کر رہی تھی اب محبوب سے جدائی کا غم اسے کائی کی طرح چاٹ رہا تھا ادھر نوجوان برہمن زادہ اپنے گرو مولا دیو کے پاس پہنچا جو اس زمانے کا مانا ہوا جادوگر تھا اور اسے اپنی پوری کتھا سنائی اور بتایا کہ وہ ششی کے بغیر زندہ نہ رہ سکے گا چنانچہ مولا دیو مسکرایا اور اس کی مدد کا وعدہ کرلیا وہ اپنی کٹیا میں گیا اور دو گولیاں لے کر آیا۔ ایک گولی تو اس نے اپنے منہ میں ڈال لی اور دوسری گولی اس نے من سوری کو دی گولی منہ میں ڈالتے ہی مولا دیو ایک ضعیف العمر برہمن میں تبدیل ہوگیا اور من سوری ایک خوبصورت لڑکی بن گئی اب مولود دیو اس لڑکی کو لے کر راجا یاسا کیتو کے دربار مین حاضر ہوا اور عرض کی۔

مہاراج میرا ایک ہی بیٹا ہے جس کی شادی مین اس لڑکی سے کرنا چاہتا ہوں اس لڑکی کو

میں ایک دور دراز ملک سے لایا ہوں لیکن یہاں آیا تو پتہ چلا کہ میرا بیٹا کہیں جا چکا ہے اب مجھے اس کو تلاش کرنا ہوگا چونکہ میری غیر موجودگی میں یہ کنواری کنیا اکیلی رہے گی۔ اس میں درخواست کرتا ہوں کہ جب تک میں واپس نہ آؤں یہ آپ کے نگرانی میں رہے گی اور آپ کی خدمت کرتی رہے گی۔ مجھے یہ امید ہے کہ یہ یہاں محفوظ رہے گی۔

راجا نے اس کی یہ درخواست قبول کرلی اور اپنی بیٹی ششی کے ساتھ رہنے کا حکم دیا چالاک مولا دیو چلا گیا۔ اور اب من سوری اپنی محبوبہ ششی کے پاس پہنچ چکا تھا رات کو جب من سومی نے ششی کی بے کلی دیکھی تو اس کے دکھ کا راز جاننا چاہا جس پر ششی نے من سوری پر اپنا تمام حال شروع سے آخر تک آشکار کیا لڑکی کی کہانی سن کر من سومی نے محسوس کیا گویا وہ ہواؤں میں پرواز کر رہا ہو اور اپنی منزل کے قریب پہنچ چکا ہو چنانچہ اس نے جادو کی گولی منہ سے نکالی اور اب وہ برہمن زادہ ششی کا محبوب اس کے سامنے کھڑا تھا اور اس طرح زندگی میں پہلی بار ششی اور من سوری نے عشق ومحبت کی منزل کامیابی سے طے کی۔

وقت گزرتا گیا اب من سوری دن کے وقت ایک خوبصورت لڑکی اور رات کو ایک وجیہہ برہمن زادے کی حیثیت سے محل میں رہ رہا تھا۔ اس کے شب وروز عیش ونشاط میں گزر رہے تھے ایک دن کا ذکر ہے راجا یاسا کیتو کے بہنوئی گنگادت کی لڑکی گنگاوی کی شادی راجا کے سب سے معتبر وزیر پرجناساگر کے لڑکے سے ہوئی ششی بھی اپنی خاص سہیلی من سوری کے ساتھ اپنے پھوپھا کے گھر گئی لیکن دولہا نے جب ششی کی سہیلی من سوامی کو دیکھا تو اس کی طبیعت مچل گئی۔ اور اب اس نے مطالبہ کیا کہ وہ شادی کرے گا تو من سوری سے ورنہ نہیں بڑی مشکل سے موجودہ شادی کی رسوم طے ہوئے لیکن دولہا اپنے ہوش وحواس میں نہیں تھا اسے کئی مرتبہ دورے پڑے بالاخر وزیر نے ڈرتے ڈرتے راجا کے حضور تمام واقعہ پیش کیا راجا بڑا ہی انصاف پسند تھا اور نیک باطن تھا اس نے اپنی کابینہ کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا اور انہیں بتایا کہا۔

وہ ایک طرف تو امانت میں خیانت کا جرم ہے اور دوسری طرف پورے ملک کی سلامتی کا سوال ہے کیونکہ پرجناساگر حکومت کا تمام کاروبار سنبھالے ہوئے ہے اور ظاہر ہے کہ بیٹے کو نقصان پہنچنے کے بعد اس کی دلچسپی کسی چیز میں باقی نہ رہ سکے گی چنانچہ دونوں برائیوں پر غور کرنے کے بعد کابینہ نے فیصلہ دے دیا کہ وزیراعظم کے لڑکے کی شادی اس لڑکی کے ساتھ کر دی جائے جس سے وہ چاہتا ہے تاکہ ملک تباہی سے بچ جائے اب بادشاہ من سوامی کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے اس کی رائے لی بڑی سوچ بچار کے بعد من سوری نے وزیراعظم کے لڑکے سے شادی کی تجویز منظور کرلی لیکن شرط یہ رکھی کہ وہ حق زوجیت اس وقت تک ادا نہیں کرے گی جگ تک کہ اس کا شوہر کم از کم مسلسل چھ ماہ تک مقدس مقامات اور تیرتھوں کی یاترا نہیں کر آتا۔

وزیراعظم کے لڑکے نے اس شرط کو منظور کرلیا اور ان دونوں کی شادی ہوگئی۔ اب وزیراعظم کے لڑکے کی دنوں بیویاں گنگاوی اور من سوامی ایک ہی گھر میں رہنے لگیں اور وہ خود وعدہ کے مطابق یاترا کو چلا گیا جب من سوامی نے

گنگاوتی کو ہجر کی راتوں میں کروٹیں بدلتے پریشان اور اداس دیکھا تو ایک رات اس نے جادو کی گولی پھر اپنے منہ سے نکالی اور اس پر ظاہر کیا کہ دیوتاؤں نے اسے اپنی جنس بدل لینے کی طاقت بالکل اسی طرح بخشی تھی جیسے سورج دیوتا کے خاندان کا ایک فرد پاربتی دیوی کو بددعا کے زیر اثر ایک خوبصورت عورت میں تبدیل ہوگیا تھا اور راجا بدھ نے اس کے عشق میں مبتلا ہوکر اس کی شادی کی تھی اور پھر ان دونوں سے ہمارا ایک مشہور دیوتا پیدا ہوا تھا سادہ لوح گنگاوتی من سوامی کے جال میں پھنس گئی اور اب رات کو من سوامی ایک مرد ہوتا اور گنگاوتی ایک عورت دن بھر یہ دونوں سو گئیں۔

ادھر جادوگر مولا دیو کو من سوامی کی تمام سرگرمیوں کا علم تھا ایک مرتبہ پھر وہ اسی برہمن کے روپ میں اپنے ایک اور جادوگر دوست چندن لال کو ایک نوجوان برہمن کے بھیس میں لے جاکر راجا کے دربار میں حاضر ہوا اور لڑکی کا مطالبہ کیا جسے وہ بطور امانت راجا کے سپرد کر گیا تھا تاکہ اس کی شادی اپنے بیٹے چندر لال سے کرے راجا بڑا پریشان ہوا اس نے اپنی کابینہ سے مشورہ کیا اور مولا دیو سے کہا۔

دیکھو بیٹی مجھے افسوس ہے کہ تمہاری وہ لڑکی تو کہیں چلی گئی اور اب میں اسے نہیں ڈھونڈ سکتا ہاں اگر تم چاہو تو میں اپنی بیٹی ششی کو تمہارے بیٹے سے بیاہنے کے لیے تیار ہوں مولا دیو یہ بات سن کر غصہ سے سرخ ہوگیا لیکن آخر کار مولا دیو نے ششی کو اپنے بیٹے ساسین چندر لال کے لیے قبول کرلیا اور راجا نے بڑی شان وشوکت کے ساتھ ششی کو ساسین سے بیاہ دیا مولا دیو ششی کو لے کر گھر آگیا ادھر من سوری محل سے نکل کر مولا دیو کے گھر پہلے ہی پہنچ چکا تھا اور ششی کا انتظار کر رہا تھا لیکن جب یہ لوگ آپس میں ملے تو چندن لال ششی سے من سوامی کے حق میں دستبردار ہونے کو تیار نہ تھا کیونکہ راجا نے بہر حال ششی کو اس کے ساتھ بیاہا تھا اور اس طرح ان دونوں کے درمیان ایک جھگڑا شروع ہوگیا۔

اتنا کہہ کر روح ایک مرتبہ پھر خاموش ہوگئی اور اس نے راجا سے سوال کیا۔ ہاں تو اے راجا تو بتا کہ اس مسئلے کا کیا حل ہے مگر یاد رکھ اگر تو جواب سے واقف ہے اور بتانے سے گریز کرتا ہے تو تیرا سر پاش پاش ہوجائے گا۔

راجا اس کہانی سے خاص طور سے لطف اندوز ہو رہا تھا لہذا وہ بڑے اچھے موڈ میں تھا اس نے جواب دیا میری رائے میں ششی کا سچا حقدار ساسین یا چندن لال ہے کیونکہ ششی کے باپ نے قانونی طور پر اس کا ہاتھ چندن لال ہی کے ہاتھ میں دیا تھا من سوامی نے بے شک لڑکی کو دھوکے سے حاصل کرلیا تھا لیکن اس کی شادی باقاعدہ اس کے ساتھ نہیں ہوئی تھی اور یہی قانون بھی کہتا ہے کہ چور اپنے آپ کو مسروقہ مال کے مالک کی حیثیت سے پیش نہیں کرسکتا۔

روح نے جب یہ جواب سنا تو وہ فوراً ہی لاش سمیت راجا کے کندے سے غائب ہوگئی اور پھر راجا شیشم کے درخت کی طرف واپس جارہا تھا ایک بار پھر بہادر راجا نے لاش کو درخت پر سے اتار کر کندے پر رکھا اور اپنی منزل کی طرف چل دیا راستے میں روح نے پھر راجا کو ایک کہانی سنائی۔

حسن کا جادو

کسی زمانے میں دریائے گنگا کے کنارے ایک شہر آباد تھا۔ جس کا نام کنک پور تھا یہاں یاسو دھن کی حکومت تھی رعایا بڑے آرام سے زندگی گزار رہی تھی جرم اور قانون کی خلاف ورزی کا کوئی تصور ہی نہ تھا اپنے ملک کے دفاع کے لیے راجا بذات خود ناقابل تسخیر دیوار کی مانند تھا وہ اگر خود کسی جگہ کمزور پڑتا تو وہ موقع گناہ یا قانون کی خلاف ورزی کا موقع ہوتا تھا ورنہ وہ بڑا نڈر بڑا جدی اور بہت ہی پر ہیبت راجا تھا وہ ہمیشہ گناہ کے ارتکاب سے خوفزدہ رہتا اور دیوتاؤں سے پراتھنا کرتا رہتا کہ دیوتا اسے برائی سے بچائیں۔

اسی شہر میں ایک سوداگر رہتا تھا جو بڑا امیر کبیر تھا اس کی ایک نوجوان حسین بیٹی بھی تھی جس کا نام روما دیوی تھا۔ اس لڑکی کے حسن کا چرچا دور دور تک تھا۔ لڑکی شادی کے لائق تھی چنانچہ اس کا باپ راجا کے دربار میں حاضر ہوا اور کہنے لگا۔

مہاراج میری ایک بیٹی ہے جسے حسن کے اعتبار سے اس دنیا کا بہترین ہیرا کہا جاسکتا ہے اور چونکہ مہاراج دنیا کے تمام ہیروں کے مالک ہیں لہذا میرا فرض ہے کہ قبل اس کے میں یہ ہیرا کسی کو پیش کروں ضروری خیال کرتا ہوں کہ آپ کی خدمت میں پیش کردیا جائے۔

راجا نے یہ سنکر دربار میں موجود جوتشیوں سے زائچہ بنوایا۔ کہ دیکھیں اس لڑکی سے اس کی شادی ملک کے لیے سودمند ثابت ہوگی یا نہیں۔ جوتشی بڑے جہاندیدہ تھے انہوں نے آپس میں اس بات سے اتفاق کیا کہ اگر راجا نے اتنی حسین لڑکی کو اپنی رانی بنالیا تو وہ پھر اس کے حسن اور عشق میں گرفتار ہوکر ملک اور قوم کو فراموش کر بیٹھے گا اور عجب نہیں کہ اس کے نتائج اس سے بھی زیادہ تباہ کن ثابت ہوں چنانچہ انہوں نے دربار میں حاضر ہوکر راجا کو سلطنت کے حق میں لڑکی کے منحوس ہونے کی اطلاع دی اور راجا ان کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے شادی سے انکار کردیا لیکن راجا کی ہدایت پر لڑکی کے باپ نے اپنی بیٹی کی شادی راجا کے سپہ سالار بلادھر سے کردی۔

اور روما دیوی اب اپنے شوہر کے ساتھ خوش وخرم رہنے لگی لیکن اسے غم اس بات کا تھا کہ راجا نے اپنے جوتشیوں کے کہنے پر اسے منحوس قرار دے کر اس سے شادی سے انکار کردیا تھا سرسوتی کے تہوار کے موقع پر راجا اپنے ہاتھی پر سوار ہوکر شہر میں میلے کا انتظام دیکھنے کے لیے نکلا ہاتھی کے آگے آگے نقیب یہ ہدایت کررہے تھے کہ شہر کی تمام عورتیں پردہ کرلیں کہیں ایسا نہ ہو کہ راجا کے حسن کو دیکھ کر وہ اس پر فریفتہ ہوجائیں اور معاشرتی زندگی میں کسی انقلاب کا خطرہ لاحق ہو۔۔۔

روما دیوی نے جب یہ اعلان سنا تو اس نے اوپر سے جھانک کر ہاتھی پر سوار راجا کو دیکھا ادھر راجا کی نظر بھی اس پر پڑی اس حسین وجمیل عورت کو دیکھ کر خود راجا اپنے حواس گنوا بیٹھا۔ اور بے ہوش ہوگیا۔ اس حالت میں اس کے خدمت گار اسے محل میں لائے جب راجا کے حواس بحال ہوئے تو اس نے عورت کے بارے میں دریافت کیا اس کے غصہ اور غم کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ اسی لڑکی کے باپ نے راجا کو پیشکش کی تھی کہ وہ اس کی لڑکی سے شادی کرلے

لیکن جوتشیوں کے کہنے میں آکر اس نے انکار کردیا تھا چنانچہ اس نے ان تمام بوڑھے جوتشیوں کو ملک بدر کردیا جنہوں نے لڑکی کو منحوس قرار دیا تھا۔

اب راجا کے لیے ہجر وفراق کی راتیں گزارنا بڑا ہی کٹھن مرحلہ تھا یہ چاند کتنا ڈھیٹ ہے اور بے شرم ہے کہ اس حسینہ کے سامنے چمکتا ہے راجا اب دن رات ان ہی خیالوں میں غرق رہنے لگا اب وہ سوکھ کر کانٹا ہوگیا تھا آخر ایک دن اس کے مشیروں نے اصرار کر کے اس سے اس کے دل کا راز اگلوا ہی لیا

اے راجاؤں کے راجا۔ یہ کون سی مشکل بات ہے آپ اس سے شادی کر سکتے ہیں آخر وہ آپ کی رعیت میں ہے۔ ایک منہ چڑھے درباری نے مشورہ دیا لیکن راجا نے اس کی بات ماننے سے انکار کردیا۔ سپہ سالار بالا دھر کو جب پتہ چلا تو وہ راجا کی خدمت میں حاضر ہوا اور فراخدلی کے ساتھ راجا کے حق میں اپنی بیوی سے دست بردار ہوجانے کی پیشکش کی لیکن اس پر راجا کو غصہ آگیا کہنے لگا۔

تم جانتے ہو بالا دھر ہم اس ملک کی قسمت کے مالک ہیں اگر ہم ہی اپنے بنائے ہوئے قانون کی خلاف ورزی شروع کردیں تو رعایا میں کون ہوگا جو ہمارے حکم کی تعمیل دل وجان سے اور ہماری عزت روح کی گہرائیوں سے کرے گا تم میرے قریبی عزیز ہو لیکن تمہیں کیوں یہ خیال آیا کہ چند لمحوں کے مسرت کی خاطر میں آنے والے زمانے کے لوگوں کو اپنے اوپر ہنسنے کا موقع دوں گا۔ اور اپنی آئندہ نسلوں کے لیے ایک مستقل عذاب پیچھے چھوڑ جاؤں گا۔ یاد رکھو میری زندگی میں کبھی ایسا موقع آیا تو میں ایسے فعل قبیح کا ارتکاب کرنے سے زیادہ موت کو پسند کروں گا۔

اس طرح اس مہان راجا نے قانون کی عظمت کو برقرار رکھا کیونکہ جو لوگ عظیم ہوتے ہیں انہیں زندگی کی پرواہ نہیں ہوتی دنیاوی خوشیاں حاصل کرنے کے لیے قانون کی بھینٹ دینا بھی انہیں پسند نہیں ہوتا۔

جب راجا کی حالت زیادہ بگڑ گئی تو پرجا محل کے باہر جمع ہوکر راجا سے مطالبہ کرنے لگی کہ وہ اوما دیوی سے شادی کرلے لیکن ہٹیلا راجا اپنے فیصلے پر اڑا رہا اور آخر کار ایک دن دنیا سے رخصت ہوگیا بالا دھر نے جب راجا کی موت کی خبر سنی تو وہ اپنے عظیم مالک کی جدائی برداشت نہ کرسکا اور راجا کی جلتی چتا میں کود پڑا اور خود بھی جل مرا۔

کہانی سنا کر روح نے پھر راجا سے سوال کیا ہاں تو اے راجا بتا کہ دونوں میں کون زیادہ پرخلوص تھا راجا یا سپہ سالار۔ مگر یاد رکھ اگر تو جواب سے مدقف ہے اور بتانے سے گریز کرتا ہے تو تیرا سر پاش پاش ہوجائے گا۔

راجا نے جواب دیا۔ راجا زیادہ پرخلوص تھا

کیوں۔ روح نے اعتراض کیا۔ کیا سپہ سالار پرخلوص نہ تھا۔

اس نے راجا سے اس درجے وفاداری کا ثبوت دیا کہ اس نے اپنی بیوی کو جس کی رفاقت میں اس کا ایک عرصہ گزرا تھا راجا کی خدمت میں پیش کردیا۔ اور پھر یہ کہ وہ خود راجا کی چتا میں جل کر ہلاک ہوا اس کے خلوص اور قربانی کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے۔

راجا تری وکرم سین مسکرایا اور بولا۔ تیرا

خیال درست نہیں سپہ سالار جو راجا کا ایک خادم تھا اس نے جو کچھ کیا وہ اس کا فرض تھا کیونکہ خدام کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے مالکوں کو بچانے کے لیے جانوں کی قربانی سے بھی دریغ نہ کریں۔ لیکن ذرا راجا کی طرف تو دیکھ طاقت کے نشے میں چور قانون کا غلام جاہ وجلال اور شان وشوکت کا وہ امین ایسے لوگ اگر اتنا کچھ قبضے میں رکھنے کے باوجود قانون کی بالادستی کو قائم رکھیں اور شہوانی خواہشات کو عوام کی فلاح وبہبود اور ملک کے سکون اور اطمینان پر قربان کردیں اور نفس کو کچل دیں وہ واقعی عظیم کہلانے کے مستحق ہیں اب تو ہی بتا کون زیادہ پرخلوص تھا راجا یا فوجی سردار یقیناً راجا ہی تھا۔

وکرم سین یہ کہہ کر چپ ہوگیا روح جواب سن کر ایک بار پھر راجا کے کندھے سے غائب ہوگئی اور راجا پر شیشم کے درخت پر سے لاش کو کندھے پر اٹھا لایا روح راجا کی ثابت قدمی سے بہت خوش تھی راجا ایک بار پھر اپنی منزل کی جانب لاش کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا چنانچہ روح نے راجا کو ایک اور کہانی سنائی۔ وہ اگلے ماہ شائع کی جائے گی۔

غزل

کیوں چلی گئی تو مجھ کو چھوڑ کے بہنا
تیری دید کو ترسے ہیں نینا ں
کبھی تو آؤ مجھے ملنے کبھی تو پیار کرو
تم صدا میرے اس رہو گی آج تم یہ اقرار کرو
باجی مجھے یوں نہ تم میرے پیار کی سزا دو
تجھے دیکھنے کو ترس رہی مجھے یوں نہ انتظار بے وفا دو۔
مجھ سے کرو یہ وعدہ کہ تم میرے خوابوں میں آؤ گی
میں کروں اگر سوال تو تم میرے خوابوں میں آؤ گی
ان لوگوں سے کہو کہ یوں نہ مجھے پریشان کرو
ہر قدم ہر موڑ پہ مجھے اپنی نفرتوں سے یوں نہ حیران کرو
اگر یہی رہی حالت تو میں کچھ کر جاؤں گی
رہی میں ایسی زندگی سے میں واقع مرجاؤں گی
باجی تم کس لیے اپنے بچے اپنا گھر بار چھوڑ گئی
جاتے جاتے تو میری قسمت کو بھی پھوڑ گئی
اگر مرنا تھا تو مجھے پہلے ہی بتا دیتی
شانوں میں ہی تجھے کچھ سمجھا دیتی
یوں نہ تم اپنے بچوں سے دور جاتی
یوں نہ میری زندگی کو کر کے ناسور جاتی

عابدہ رانی۔ گوجرانوالہ

مسیج میں بھی لکھا بھی غزل میں لکھا ہے
تیرے پیار کا ہر لفظ میں نے آنچل میں لکھا ہے
تو دیکھ کبھی آ کے میرے گھر کے دیواریں
نقش ہر دیوار محل میں لکھا ہے
کس کس کو بتاؤں میں تیرے پیار کا قصہ
ہوا میں بھی لکھا کبھی بادل میں لکھا ہے
کر کر وظیفے ہم نے طبیبوں سے لی شفاء
کیا کچھ کیا ہے ورد ہم نے ہر عمل میں لکھا ہے
یوں تو کرن مٹا دیتا ہے طوفاں نقش ریت سے
ہم نے اس پیار کو قطرہ اے ساحل پہ لکھا ہے

کشور کرن چیچوکی

ر نشہ محبت کا ہو یا شراب کا، ہوش دونوں میں کھو جاتا ہے
فرق صرف اتنا ہے شراب سلا دیتی ہے اور محبت رُلا دیتی ہے
کیسے بھلا دیتے ہیں لوگ تیری اس خدائی کو یارب!
ہم سے تو تیرا بنایا ہوا اک شخص نہیں بھلایا جاتا

فرحت خان۔ خوشاب

آہ زندگی

تحریر۔ احمد حسن عرضی خان۔ قبولہ شریف۔ 0300.4632945

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
اس بار میں جو کہانی لے کر آیا ہوں اس کا نام میں نے۔ آہ زندگی۔ رکھا ہے امید ہے سب کو پسند آئے گی مجھے آپ لوگوں کی محبتوں کا شدت سے انتظار رہے گا میں نے اس سٹوری میں معاشرے کے بہت ساری ایسی باتیں ہیں جن پہ لکھا ہے اور جن پر لکھنے کی ضرورت تھی بہت سی ہماری خواہشوں کے لیے مشکلات ہوتی ہیں۔ ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

ڈھلتے سورج اور ابھرتے ہوئے چاند کا منظر بڑا ہی دلکش ہوتا ہے جیسے ہی سورج زمین پر الوداع نگاہ ڈال کر بدلیوں کی اوٹ میں چھپتا ہے تو بس پھر اڑان کا سفر کرتے پنچھی ہوں یا پھر فرلانگ کی مسافت طے کرنے والے لوگ سب ہی کا رخ اپنے اپنے گھر آشیانوں کی جانب ہوتا ہے اور تو اور سڑکوں پر گاڑیاں ایسے فراٹے بھرتی ہیں جیسے اڑ کر منزل مقصود پر پہنچنا چاہتی ہوں شام کے سائے مزید گہرے ہونے لگے تو ہر سو ایک بے نام سی اداسی چھا جاتی ہے۔ دنیا کے بکھیڑوں سے نکل کر اپنی ذات میں اپنی کائنات میں گم ہو جانے کی خواہش سر اٹھانے لگتی ہے اور پھر جیسے کائنات کا ہر فرد شام کے منظر کا حصہ بن جاتا ہے۔

اگر چہ میں بھی اس منظر کا حصہ ہوں مگر اس روز جب ہر شے واپس اپنے ٹھکانے کی جانب پلٹ رہی تھی تو میں اپنے ٹھکانے سے نکل پڑا ماحول کی اداسی کو اپنے اندر تک سمو لینے کے لیے میں ایک بے نام سے منزل کی جانب کئی گھنٹوں سے پیدل چلا جا رہا تھا میں آج بے حد خوش تھا سارے پریشانیاں زندگی کی ختم ہوئے ہی قصہ پارنے جو بن جانے والے تھے مگر نہ جانے کیوں اک بے نام سی پژمردگی بھی چھائی ہوئی تھی جیسے دل میں ایک پھانس سی چبھ گئی ہو کافی دیر سے میں اسی سوچ میں غرق تھا کہ زندگی کا خاتمہ کیسے کروں خود کو تسلیاں بھی دے رہا تھا جیسے ہی زندگی موت کے کشکول میں رہے گی پھر چار سو سکون ہو جائے گا خیالات کے تانے بانے بنتا چلا جا رہا تھا اچانک ہی چلتے چلتے خیالوں سے مخاطب ہو بیٹھا اے زندگی میں تجھ سے اپنا دامن چھڑا کر چکا۔

اے دنیا تیرا شکریہ تو کتنی حسین ہے اگر انسان کے بس میں ہوتا تو شاید کبھی بھی تجھے نہ چھوڑتا مگر حقیقت یہ ہے کہ تو بے وفا ہے جو تجھے چاہے تو اسے خود سے جدا ہونے پر مجبور کر دیتی ہے میں جا رہا ہوں اپنی منزل کی جانب سکون پانے کے لیے اے حسین دنیا اے خوبصورت

لطف زندگی میں تجھ سے اب کچھ نہیں چاہتا۔ اب کتاب زندگی میں اپنا باب ختم کر رہا ہوں اپنی بدقسمتی اپنے ساتھ لیے جا رہا ہوں شاید سب ٹھیک ہی کہتے ہیں کہ مجھے جینا نہیں آتا میں پل پل نہیں مر سکتا۔ اے زندگی میں اب اور نہیں جی سکتا میں سسکیاں نے ... رو رہا تھا ذہن پرانے قصے کہانیاں جھٹکنے کی کوشش کرتا مگر وہ اتنی شدت سے یاد آ رہے تھے۔ نہیں یہاں اس عارضی دنیا میں پرستان سے کوئی مہربان پری نہیں آتی یہ سب کہانیوں کی باتیں ہیں دل بہلاوے ہیں یہاں بھلا مجھے کون بچانے آئے گا میں خود سے وعدہ کر چکا تھا کہ اب زندگی کو الوداع کہنا ہی ہے مگر کس طرح کبھی سوچتا سڑک پر لیٹ جاؤں کوئی گاڑی بے دردی سے کچل کر گزر جائے زہر کھا لوں اور تڑپ تڑپ کر ٹوٹے خوابوں کی طرح جان دے دوں ریل کی پٹڑی پر لیٹ جاؤں بلندی سے کود جاؤں۔

میرے سامنے زندگی ختم کرنے کے لیے بے شمار راستے تھے مگر میں کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ جب زندگی کو الوداع کہنا ہے تو کیوں نہ خوشگوار طریقے سے کہا جائے ساحل سمندر پر گھومتے پھرتے چاند سے باتیں کرتے سمندر کی جانب موجوں سے کھیلتے خود کو ان کے حوالے کر دوں اور بس میرے لبوں پر ایک ملکوتی سی مسکراہٹ سج گئی میں نے آناً فاناً ایک بس کو ہاتھ کے اشارے سے روکا اور اس میں بیٹھ کر ساحل سمندر پہنچ گیا اب انتظار تھا کہ کب لوگوں کا ہجوم ہٹے اور تنہائی میسر ہو تو میں خود کو موت کے حوالے کر دوں میں نے من ہی من میں سوچا کہ موت بھلا موت کیوں تکلیف دہ ہوگی وہ تو سکون ہے مکمل سکون کبھی مجھے افسانوں۔ ناولوں اور کہانیوں میں پڑھی باتیں یاد آنے لگتیں کہ زندگی ختم کرنے والے کو اچانک ہی کوئی روک لیتا ہے کوئی اس کا ارادہ جان لیتا ہے اور اسکو باز رکھنے کی کوشش بھی کرتا ہے یا پھر کوئی مہربان مل جاتا ہے جو اس کے دکھوں کو دور کر دیتا ہے اگر میرے ساتھ بھی ایسا ہو گیا تو۔

یہ سوچ کر ایک جھرجھری سی آگئی اور میں نے چور نظروں سے ادھر ادھر دیکھا کہ کہیں کوئی مجھے غور سے دیکھ تو نہیں رہا کوئی متوجہ تو نہیں۔ بے اختیار دل سے آواز نکلی اے کاش کوئی مجھے بھی روکنے والا ہوتا پھر دل کو ملامت کی سرزنش کی کہ نہیں میں نہیں رکوں گا مجھے ہر صورت مرنا ہے۔ ناولوں یا افسانوں ہی میں کوئی روکتا کوئی نہیں بچاتا اے زندگی میں تیرے قابل نہیں اور تو میری ہم مزاج نہیں تو نے مجھے دوڑایا ہے اب میں تھک چکا ہوں آرام کرنا چاہتا ہوں اپنی الجھنیں اپنے ساتھ لے کر جانا چاہتا ہوں اللہ حافظ۔ الوداع۔ زندگی۔

میں اٹھا اور سمندر کی جانب بڑھنے لگا لہروں نے قدم چوم کر مجھے خوش آمدید کہا میں آگے ہی آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا ایک سفر ختم ہو کر دوسرے سفر شروع ہونے والا تھا دماغ کے ہر پردے پر مختلف مناظر مختلف تصویریں چل رہی تھیں اس منظر میں سب تھے طنز کرنے والے طعنے دینے والے ہی تصور میں مخاطب تھا کہ اب تو تم لوگ خوش ہونا اب تو تمہیں کوئی فکر نہیں ہے ناں اس ہجوم یاراں میں مجھ سے محبت کرنے والے بھی تھے میری خاطر پریشان ہونے والے بھی جن کی نظروں میں افسوس تھا محبت تھی سرزنش تھی میں ان سے آنکھیں نہیں ملا پا رہا تھا جب پانی میں ڈوبتے ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دیئے مگر پھر اچانک ایک جھٹکے سے جیسے سارے احساسات واپس آگئے بے ساختہ آنکھیں کھل گئیں تھی اس لمحے جب میں ڈوب رہا تھا ایک مست لہر نے مجھے اٹھا کر آگے پھینک دیا اچانک ہی مجھے یہ سوچ کر کرنٹ سا لگا کہ آخر یہ میں کیا کر رہا ہوں بالآخر زندگی ہی نے مجھے اپنی بانہوں میں بھر لیا تھا اب میں نے تیزی سے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیئے میں جو چند لمحے پہلے موت کی جانب بڑھ رہا تھا اب زندگی کے لیے جدوجہد کر رہا تھا پانی کی لہریں ہوا کے جھونکے سب ہی تو مجھ سے زندگی کا پیار جتا رہے تھے سمندر جس نے کئی جانیں لیں لوگوں سے زبردستی ان کی جانیں چھینیں وہ مجھ پر مہربان ہو گیا اور پھر زندگی جیت گئی میں موجوں میں گھر کر زندگی کی قدر جان چکا تھا کیا ہوا جو یہاں نفرت کرنے والے بہت ہیں جو محبت کرنے والے بھی تو ہیں کیا ہوا جو یہاں ڈھیروں دکھ ہیں چند خوشیاں بھی تو ہیں بس اسی لمحے مجھے زندگی پر بے انتہا پیار آیا اور اب میرے واپسی کے لیے اٹھتے ہوئے قدم سمندر کی جانب بڑھتے قدموں سے کہیں زیادہ تیز تھے۔

احمد حسن عرضی خان قبولہ شریف۔

غزل

اک خوشی ملی تیرے آنے سے
اک درد اٹھا تیرے جانے سے
ہر غم کی سیوا کرتے ہیں
کچھ درد ہے ان میں پرانے سے
کیوں کرتے ہیں مجھ سے ذکر تیرا
شاید ہے لوگ انجانے سے
تو اپنے شہر کو چھوڑ گیا
تیرے پاس ہیں لوگ بیگانے سے
تیرے بن یہ گلیاں سونی ہیں
اور گھر کے در ویرانے سے

کشور کرن پتوکی

○

مجھ سے کیا پوچھتے ہو محبتوں کے بارے میں
ہم بدنصیب کیا جانیں ان جذبوں کے بارے میں

محبت لہولہو

تحریر۔ ایم عمر دراز آ کاش۔ فیصل آباد۔ 0300.7628773

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

اس بار میں جو کہانی لے کر آیا ہوں اس کا نام میں نے۔ محبت لہولہو۔ رکھا ہے امید ہے سب کو پسند آئے گی مجھے آپ لوگوں کی محبتوں کا شدت سے انتظار رہے گا۔

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

کالج سے ہاف ڈے ہونے کی وجہ سے آج بہت جلدی چھٹی ہوگئی بس تو اپنے ٹائم پر ہی آنی تھی سوچا کیوں نہ آج پارک جایا جائے ہر وقت پڑھائی کے ساتھ منسلک رہنے کی وجہ سے ذہن پر کافی دباؤ سا محسوس ہونے لگا تھا۔

پارک کی سوچ ذہن میں آتے ہی چل پڑا پارک کوئی زیادہ دوری پر نہ تھا تو میں یہ سفر پیدل کرنے لگا میں پندرہ منٹ بعد پارک میں تھا آج پارک ایسے لگ رہا تھا جیسے یہاں کسی کی خصوصی آمد ہو ہر طرف پھولوں کی خوشبو سے مہک رہا تھا بہت پرسکون ماحول تھا کہ میرے ذہن پر چھایا بوجھ آہستہ آہستہ جاتا رہا ماحول کو اور زیادہ سازگار اور پررونق بنانے کے لیے میں نے بہت سائڈ سا گانا لگایا۔

تو دوستو میں بات کر رہا تھا کہ میں پارک کے ماحول میں ایک دکھی گانے کی دھن چھیڑ دی کافی لوگ میری طرف متوجہ ہو گئے شاید گانے کے بول سے ان کے دلوں کے زخم تازہ ہو گئے تھے ایسے میں ایک لڑکا میرے قریب آ کر گانا سننے لگا اور ساتھ ساتھ اس کی آنکھوں سے آنسو برسات کی طرح بہنے لگے۔ اچانک میری نظریں اس کے دونوں بازوؤں پر پڑی تو وہاں پر لاتعداد بلیڈ کے کٹ کے نشان نظر آئے میں نے بغیر تکلف کے پوچھ لیا۔

یہ کیا ہے۔

وہ کہنے لگا۔۔ یہ محبت ہے۔

تو ایسے میں میری ہنسی نکل گئی یہ محبت میں نے کہا بھی یہ تو پاگل پن ہو سکتا ہے۔

میری اس بات پر اس کی آنکھوں سے بہنے والے آنسو اس کے دامن کو گیلا کرتے گئے۔ تو مجھ سے یوں گویا ہوا کہ اس میں تمہاری کوئی غلطی نہیں ہے۔ ہم کو ہر کوئی حقارت کی نظر سے دیکھ ہے محبت انسان کو بے بس کر دیتی ہے لاچار دیتی ہے حقیر بنا دیتی ہے محلوں سے اٹھا سڑکوں اور گلیوں میں لا کر آوارہ کا طوق پہنا ہے وہ ایک تسلسل کے ساتھ اپنی بے بسی کو جا کی لڑکی میں پرو پرو کر بیان کر رہا تھا اور کی آنکھوں سے گرنے والے آنسو اس کے دا

مسلسل تر کر رہے تھے اس کی صورت میں میں خود تھوڑا سا شرمندہ ہوا کہ مجھے ایسا کہہ کر اس کا دل نہیں دکھانا چاہیے تھا۔ اب مجھے اس کے آنسو کی جگہ خون کے قطرے گرتے ہوئے محسوس ہونے لگے اس کے آنسو میں مجھے ایک بھی غموں سے لبریز داستاں چھپی نظر آئی میں نے اس سے اپنے بے جا رویے کی معافی طلب کی تا کہ اس کی داستان غم سے آگاہ ہو سکوں۔

ایسے میں میں نے دو آئس کریم کا آرڈر دیا تھوڑی دیر میں لڑکا دو کپ آئس کریم لے کر آ گیا میں نے ایک خود اور دوسرا اسے تھما دیا پہلے تو اس نے لینے سے انکار کر دیا لیکن میں نے مجبورا اس کے ہاتھ میں کپ تھما دیا میری طرح وہ بھی آئس کریم سے لطف اندوز ہونے لگا اس کی آنکھوں سے آنسو اب بھی متواتر بہہ رہے تھے دیکھنے میں کافی خوبصورت دلکش نقوش کا مالک تھا لیکن غموں نے اس کی خوبصورتی کو گھن لگا دیا تھا وہ زیادہ مسکراتا نہ تھا اور نہ ہی اس میں مزاحیہ پن نظر آتا تھا میں نے اس سے اس کے غموں کی کہانی بیان کرنے کو کہا پہلے تو وہ ٹال مٹول سے کام لیتا رہا لیکن میرے بے حد اصرار کرنے پر وہ مان گیا اور کچھ یوں گویا ہوا۔

جیسے پھر ہاتھ میں خوشبو کے خزانے آئے
یاد پھر سے وہ مجھے گزرے زمانے آئے
میرے اپنے بھی مجھے بھولے ہوئے ہیں شاید
ایک مدت سے نہیں دل کو دکھانے آئے
اب کے موسم نے بھی احسان کیا ہے مجھ پر
یاد پھر سے وہ مجھے درد پرانے آئے
خوب رکھا ہے رفاقت کا بھرم اس نے بھی
کاٹ چکے ہاتھ پھر ہاتھ وہ ملانے آیا

میرا نام کاشف ہے میں اپنے والدین کی اکلوتی اولاد ہوں ہمارا خاندان تین نفوس پر مشتمل ہے میں میرے پاپا اور ممی گھر میں اور پورے محلے میں میں کاشی کے نام سے مشہور تھا میرے والد کے پرائیویٹ کمپنی میں بطور کلرک اپنے فرائض انجام دے رہے تھے جس کی بدولت ہمارا روزمرہ کا گزر بسر ہو رہا تھا اکلوتی اولاد کی وجہ سے تمام ضروریات زندگی آسانی سے میسر ہو جاتی تھیں ہمارا گھر شہر کے وسط میں تھا جب میری بربادی کا سلسلہ شروع ہوا تو اس وقت میں نویں کلاس میں پڑھتا تھا آٹھویں میں اچھی پوزیشن لینے کی وجہ سے پاپا نے مجھے شہر کے سب سے مہنگے سکول میں داخل کروا دیا۔

آج سکول میں میرا پہلا دن تھا نئے کمرے نئے کلاس روم نئے اساتذہ اور نئے نئے چہروں والے ہم کلاس تھے سارا دن تعارف میں ہی گزر گیا اگلے دن پڑھائی کا باقاعدہ آغاز ہو گیا تھا میں نے تمام کلاسیں سنجیدگی سے لینے شروع کر دی ایک اور اہم بات جو میں بتانا بھول گیا ہمارے سکول میں لڑکے اور لڑکیاں اکٹھی پڑھتی تھیں میں ہر وقت اپنی کتابوں میں کھویا رہتا تھا مجھے ارد گرد کے ماحول کی کوئی خبر نہ تھی [illegible] کافی لڑکوں اور لڑکیوں نے مجھے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی لیکن ہر بار ناکامی ان کا مقدر ٹھہری۔

مہک نام کی ایک لڑکی اکثر مجھے ٹکٹکی باندھے دیکھتی رہتی تھی اور جب میں اس کی طرف دیکھتا تو وہ نظریں جھکا لیتی تھی نجانے اس کی آنکھوں میں کون سا سحر تھا میں خود ہی اس کی طرف کھینچا جانے لگا لیکن کسی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ ایک دوسرے کو مخاطب کر سکیں اس نے کئی بار باتوں میں

کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن میں سمجھ نہ سکا آخر کار ایک دن اس نے میری کتابوں میں کچھ لکھ کر رکھ دیا جو کہ میں کمرے کی کھڑکی سے دوسری طرف کھڑا دیکھ رہا تھا جب وہ کمرے سے باہر چلی گئی تو میں نے وہ پرچی نکال کر اپنی جیب میں رکھ لی سوچا کہ گھر جا کر پڑھوں گا میں اب بہت بے چین تھا۔ جلد چھٹی ہو اور میں گھر جا کر اپنے محبوب کا سندیسہ پڑھوں گھر پہنچ کر گھر والوں کو سلام کیا بعد میں اپنے کمرے میں چلا گیا اور کانپتے ہوئے ہاتھوں سے لیٹر باہر نکالا اور پڑھنے لگا جس کے الفاظ آج بھی میرے کانوں میں زندہ ہیں اور مسلسل گونج رہے ہیں۔

پیارے کاشی۔

تم تو لڑکیوں سے بھی زیادہ شرمیلے ہو چلو خیر میں ہی ابتدا کر دیتی ہوں کاشی میں آپ کو پہلے دن سے ہی پسند کرتی ہوں اور مجھے امید ہے کہ آپ بھی مجھے دل کی گہرائیوں سے چاہنے لگے ہو جلدی میں اتنا کچھ لکھا کافی ہے آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔

فقط آپ کی چاہت۔

مہک کاشف۔

لیٹر پڑھ کر مجھے اتنا سکون اور خوشی ہوئی کہ کیا بتاؤں میرا دل اب سے پیار میں دھڑکنے لگا اور میں نے فوراً کاپی پنسل نکالی اور اس کا جواب تحریر کر ڈالا۔ پیاری مہک جی۔

میں بھی پہلی نظر میں دل کھو بیٹھا تھا لیکن میں سکول کے قوانین سے ڈرتا تھا کہ اگر ہمارے اس قدم کا پتہ پرنسپل کو چل گیا تو ہمارا مستقبل تاریک ہو جائے گا اس لیے اظہار کرنے سے ڈرتا تھا ورنہ آگ تو دونوں طرف ہی برابر کی لگی ہوئی ہے میں وعدہ کرتا ہوں صرف آپ کا ہوں اور آپ کا ہی رہوں گا لیکن آپ کو بھی میرے ساتھ وعدہ کرنا ہوگا کیونکہ یہ دل کا معاملہ ہے۔

فقط آپ کا دوست۔ کاشی۔

دوسرے دن جب ساری کلاس اسمبلی کے لیے جا چکی تو میں نے چپکے سے لیٹر اس کی میتھ کی کتاب میں رکھ دیا اس طرح ہمارا پیار ندی کی طرح روانی سے بہنے لگا ہر دن ہمارا عید ہوتا اور ہر رات شب برات ہوتی تھی ہم اپنی ہی دھن میں جینے لگے تھے محبت کے انجام سے بے خبر پیار و محبت کی دنیا میں ہم اس طرح کھو گئے تھے کہ ہمارا فرض اولین یعنی تعلیم حاصل کرنے کا مشن بھی فلاپ ہونے لگا۔

مہک بہت امیر گھرانے کی چشم و چراغ تھی میری طرح وہ بھی اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھی وہ ہر روز بہت لمبی سی گاڑی میں سکول آتی میرے خیال کے مطابق ایسی گاڑی شہر بھر میں شاید ہی کسی کی ہو مہک کے والد شہر کے مشہور اور اعلیٰ پایہ کے بزنس مین تھے۔

ہم پیار میں اس قدر آگے بڑھ گئے کہ ہمارا ایک پل ایک دوسرے کے بن دشوار ہونے لگا یوں تو ہر روز ہی ہم سات گھنٹے سکول میں اکٹھے رہتے ایک دوسرے کی نظروں میں رہتے مگر پھر بھی ہم سے ایک دوسرے کی جدائی برداشت نہیں ہو پا رہی تھی سینڈے کا دل ہم پر بہت بھاری گزر رہا تھا اور منڈے کا بے قراری سے انتظار ہوتا ہر طالب علم اتوار کا بے چینی سے انتظار کرتا لیکن اتوار کے دن ہماری زندگی میں کوئی اہمیت نہ تھی اتوار کا دن ہمارے لیے ایک چیلنج کی مانند جو دو چاہنے والوں کی راہ میں رکاوٹ ڈالے

جب بنا ہوا تھا۔ محبت کے چکروں میں پڑنے کی وجہ سے اپنی صحت کے بارے میں مکمل طور پر بے خبر تھا مجھے تو ایک ہی کام یاد تھا بس اپنی جان کا دیدار کرنا گرتی ہوئی صحت دیکھتے ہوئے ایک دن ناشتے کی ٹیبل پر [illegible] تذکرہ کر دیا لیکن میں نے رات دیر تک پڑھنے کا بہانہ بنا لیا والدین مجھ سے کافی محبت کرتے تھے اس لیے انہوں نے مزید بات نہ کی لیکن وہ اس بات سے تو بالکل بے خبر تھے کہ ان کا بیٹا ایک ایسی شاہراہ پر گامزن سفر کر رہا ہے کہ جس کا کوئی مثبت مقدر اور ٹھکانہ نہیں تھا جس میں پریشانیوں اور دکھوں کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔

اتوار کا دن بہت بے قراری میں گزرا تھا اور سوموار کو بہت جلد تیار ہو کر سکول پہنچ گیا جب سکول پہنچا تو یہ دیکھ کر مجھے بہت دکھ ہوا کہ نہ تو ابھی سکول کھلا تھا اور نہ ہی کوئی سٹوڈنٹ آیا تھا سکول اوپن ہونے تک میں ایسے ہی آوارہ گردی کرنے لگا اور مقررہ وقت تک سکول پہنچ گیا جب سکول پہنچا تو یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ مہک اکیلی کلاس میں موجود تھی اور ابھی تک کوئی سٹوڈنٹ نہیں آیا تھا مہک کو دیکھ کر میں بہت خوش ہوا سوچا چلو ملاقات کا اچھا موقع مل گیا ہے کافی دیر تک ہم پیار و محبت کی دنیا میں کھوئے رہے جب ہمارے کانوں پر کافی دیر تک کسی کی آنے کی آواز سنائی دی تو ہم اپنی اپنی جگہ پر آ کر کتابوں میں کھو گئے جو کہ محض ایک بہانا تھا اتنے میں تمام سٹوڈنٹ کلاس میں آ گئے تھے مہک اپنی ہم جماعتوں میں اور میں اپنے [illegible] کلاس میٹ کے ساتھ مصروف ہو گیا یہ زیرو پیریڈ تھا ہم نے ایک دوسرے سے سنڈے کی سرگرمیوں کے بارے میں دریافت کیا اور اپنی اپنی نشست پر بیٹھ گئے کیونکہ پہلا پیریڈ شروع ہو چکا تھا۔ آج نجانے کیوں مہک افسردہ نظروں سے مجھے بار بار بلکہ سارا دن میری طرف ہی دیکھ رہی تھی لیکن میں اس کے اس انداز کو بالکل نہ سمجھ پایا [illegible] مہک کسی کی پرواہ کیے بغیر میرے پاس آ گئی اور آج مہک کے پاس بولنے کے لیے بہت سارے الفاظ تھے لیکن وہ کہہ نہیں پا رہی تھی بہت شکوے تھے اس کے پاس لیکن زبان سے ان کا اظہار نہیں کر پا رہی تھی اتنے میں اس نے بیگ میں ہاتھ ڈالا اور ایک طے شدہ کاغذ میرے ہاتھوں میں تھما کر کلاس روم سے باہر چلی گئی میں اضطرابی کی حالت میں کچھ دیر وہاں ٹھہرا رہا پھر گھر آ گیا کھانا وغیرہ کھایا اور اپنے کمرے میں گیا اپنی محبوبہ کا سندیسہ نکال کر پڑھنے لگا جس کے الفاظ یہ تھے۔

جان سے پیارے کاشی۔

مجھے نہیں پتہ کہ پیار کیا ہے محبت کی حقیقت سے آگاہ ہوئی ہوں تو کانپ کر رہ گئی ہوں ہاں جانی مجھے آپ سے حد سے بھی زیادہ محبت ہے دنیا میں بس تم ہی میرے اپنے ہو پر میں نے ایک بہت بڑی غلطی کی ہے۔ ہاں جانی پلیز میری اس بات کو دل پر مت لینا کیوں نہ یہ بات میرے نزدیک اتنی اہم نہیں ہے پر آپ کو بتانا میرا فرض بنتا ہے جو کہ میں ادا نہیں کر پا رہی ہوں تو خیر سے بتانے کے لیے معذرت چاہتی ہوں اور ہر حال میں آپ کی لمبی عمر اور سلامتی کی خواہاں ہوں میں ہر مشکل گھڑی میں آپ کے سنگ ہوں اور اپنی ہر قسم وعدہ پورا کروں گی چاہے اس کے لیے مجھے مرنا ہی کیوں نہ پڑے۔ والسلام۔

آپ کی فقط آپ کی دیوانی مہک کاشی۔

میں اپنی محبوبہ کے سندیسے کو بار بار پڑھا اور اپنی آنکھوں سے لگایا میرا تمام دکھ درد جاتا رہا میں خود کو ہوا میں اڑتا ہوا محسوس کر رہا تھا اور خود کو دنیا کا عظیم ترین شخص سمجھنے لگا سمجھتا بھی کیوں نہ کیونکہ میرا محبوب خوش سیرت ہونے کے ساتھ ساتھ وفا کا پیکر بھی تھا۔

وقت کٹی پتنگ کی طرح اڑتا رہا اور بہار کے موسم ہم نے میٹرک اچھے نمبروں سے پاس کر لی پھر ہم دونوں نے ایک ہی کالج میں ایڈمیشن لے لیا مجھے ہی ایک درمیانے طبقے سے تعلق رکھتا تھا لیکن اکلوتی اولاد ہونے کی خاطر میرے پاپا ہمیشہ مجھے اعلیٰ اور عمدہ سہولتیں مہیا کرتے رہے۔

یوں ایک اور سال ہماری محبت کی نظر ہو گیا اور ہماری محبت کی طوالت میں گزرے سال سے اضافہ ہو گیا فاسٹ ائیر بھی ہم نے اچھے نمبروں سے پاس کر لیا یوں کالج میں ہماری محبت کے چرچے ہونے لگے ہماری محبت لوگوں کو نہ بھا سکی ہر کوئی ہم سے دور دور رہنے لگا ہمارے دوست بھی ساتھ چھوڑ گئے۔

کہتے ہیں کہ برا وقت بتا کر نہیں آتا ایک دن میں کالج سے واپس پر گھر جا رہا تھا کہ ایک بہت بڑی گاڑی میرے پاس آ کر رکی ڈرائیور نے مجھے اپنے پاس بلایا اور ایک لیٹر تھما کر آگے نکل گیا لیٹر لیتے ہوئے میرے ہاتھ کانپ رہے تھے میری طبیعت غیر ہو رہی تھی میں بہت مشکل سے گھر پہنچا اور گھر صرف ممی تھی۔

خط مہک کے کزن کا تھا جس میں اس نے مجھے مہک کے سائے سے بھی دور رہنے کو کہا تھا میرے لیے یہ بات اہم نہیں تھی لیکن پریشانی یہ تھی کہ اس نے بتایا کہ مہک کی اور میری بچپن کی منگنی ہو گئی تھی اور اگلے ماہ کی دس تاریخ کو ہماری شادی ہے جس کے بعد میں اور مہک ہمیشہ کے لیے لندن چلے جائیں گے لیٹر کے آخر میں ایک بار پھر لکھا تھا کہ بہتر یہی ہو گا کہ یہ شہر چھوڑ دو ورنہ انجام بہت برا ہو گا۔

میں ایک دم سے کانپ گیا اور سوچنے لگا کہ اب کیا ہو گا دوسرے دن جب مہک کالج میں آئی تو وہ مجھ سے رو رو کر معافی مانگنے لگی کہ جان مجھے منگنی کی کوئی خبر نہ تھی ورنہ آپ کو بتا دیتی مجھے بھی کل ہی اچانک پتہ چلا ہے اور مہک نے مجھے اپنے ساتھ کا ایک بار پھر یقین دلایا اور یہ کہہ کر مطمئن کر دیا کہ وہ بھی مجھ سے سخت ناراض ہیں لیکن آپ پریشان مت ہوں میں انہیں جلد منا لوں گی۔

میں نے مہک کی ہر بات کا یقین کر لیا کیوں کہ اسے جھوٹ سے سخت نفرت تھی مہک کے مسلسل انکار کی وجہ سے اس کے کزن نے میری جاسوسی سے ہر اک بات کی رپورٹ دیتے رہے ایک دن جب میں کالج سے گھر جا رہا تھا تو پیچھے سے ایک وین میرے پاس آ کر رکی انہوں نے پھرتی سے مجھے وین کے اندر ڈالا اور ایک چیز میرے ناک کے ساتھ لگائی کہ مجھے کوئی ہوش نہ رہا وہ مجھے ایک معلوم منزل کی طرف لے گئے جب وہاں میری آنکھیں کھولی تو میرے سامنے مہک کا کزن بیٹھا ہوا تھا اس کے ساتھ اور دو اس کے ساتھی آدمی تھے پھر وہ مجھ سے مخاطب ہوا کہ اگر زندگی چاہتے ہو تو اب بھی تمہارے پاس ٹائم ہے کہ مہک کا نام تک بھول جاؤ میں نے اسے کڑک آواز میں جواب دیا کہ یہ سب مرنے کے بعد ہی ممکن ہو گا میرا اتنا کہنا تھا کہ اس نے مجھے

لاتوں سے اور گھونسوں سے مارنا شروع کر دیا مجھے طرح طرح کی تکلیفیں دیں لیکن میرے منہ سے مہک کا نام نکلتا ہی رہا پھر اس نے اپنی جیب سے بلیڈ نکالا اور میری ناخنوں پر کٹ لگانے لگا یہاں تک کے اس نے میرے تمام جسم پر بلیڈ کے نشتر دکیا میرے جسم سے خون کے آبشاریں برآمد ہونے لگیں میں مہک مہک پکارتا رہا اور پکارتے پکارتے بے ہوش ہو گیا اس کے بعد مجھے کوئی خبر نہیں رہی انہوں نے مجھے وین میں ڈالا اور میرے گھر کے سامنے پھینک دیا بقول میرے والدین کے جب انہوں نے مجھے دیکھا تو وہ ایک دم کے لیے تڑپ گئے اور مجھے ہسپتال لے گئے ڈاکٹروں کی مسلسل کوششوں کے بعد مجھے دو دن بعد ہوش آیا کیونکہ میرے جسم کی کافی مقدار میں خون بہہ چکا تھا کالج والوں کو پاپا نے انفارم کر دیا تھا ایک ماہ تک میں کالج نہ جا سکا لیکن مہک ایک بار بھی پوچھنے نہ آئی کہ میں کیسا ہوں مجھے بہت دکھ ہوا جب میں کالج گیا تو مہک یہ کہہ کر چلی گئی کہ میں آپ کو نہیں جانتی ہو سکے تو مجھے بھول جانا یہ ایک ایسا درد تھا جو بلیڈز کے درد سے زیادہ اندر سرایت کر چکا تھا میں نے اس کو منانے کی بہت کوشش کی وجہ بھی دریافت کی لیکن ہر بار وہ انجان بنی رہی جانے اس کو کون سی مجبوری تھی۔

پھر ایک دن اس کی ایک دوست نے مجھے بتایا کہ اس کی شادی ہو رہی ہے اس کے کزن کے ساتھ یہ وہی کزن تھا جس نے مجھے لہولہان کیا تھا مجھے اس لہو کی تو پرواہ نہ تھی لیکن جو خون کے آنسو مہک دے چکی تھی وہ ناقابل کنٹرول تھے پھر مہک کی شادی ہو گئی اور وہ بیرون ملک چلے گئے میں دیوانوں کی طرح اس کے خاطر جینے مرنے لگا سٹڈی سے نفرت ہو گئی وہ کالج بھی میں نے چھوڑ دیا میری اس حالت کی وجہ سے پاپا ہارٹ اٹیک کا شکار ہو کر دنیا چھوڑ گئے میں اب گلیوں اور بازاروں میں کوڑا کرکٹ اٹھانے والی ٹیم کے ساتھ ملا ہوا ہوں اتنے میں اس کے صاحب نے اسے آواز لگائی اور پھر وہ آگے بڑھ گئے میں وہاں بیٹھا رہا اس کی محبت پر کافی سوچتا رہا کہ واقعی یہ محبت تھی۔

ایم عمر دراز آکاش۔ فیصل آباد

- - - - - - - - - - - - - - - - - - -

گھری ہوئی ہوں میں چہروں کی بھیڑ میں لیکن
کہیں نظر نہیں آئی شباہتیں اس کی
میں دور ہونے لگی ہوں تو ایسا لگتا ہے
کہ چھاؤں جیسی تھیں مجھ پہ رفاقتیں اس کی
میں بارشوں میں جدا ہو گئی ہوں اس سے مگر
یہ میرا دل میری سانسیں امانتیں اس کی

زاھد اقبال سحر۔ سمندر

یہ میری عمر میرے ماہ و سال دیے اس کو
میرے خدا میرے دکھ سے نکال دے اس کو
وہ چپ کھڑا ہے کئی دن سے تیری خاطر تو
کواڑ کھول دے اذنِ سوال دے اس کو
عذاب بد نظری کا جسے شعور نہ ہو
یہ میری آنکھیں میرے خد و خال دے اس کو
یہ دیکھنا شب ہجراں کہ کس کی دستک ہے
وصال رُت ہے اگر وہ تو ٹال دے اس کو
وہ جس کا حرف دعا روشنی ہے میرے لئے
میں بجھ بھی جاؤں تو مولا اجال دے اس کو

رانا نبیل ارشاد۔ ڈھوڑ



نصیبوں جلی

تحریر۔ کشور کرن تھوکی۔

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
اس بار میں جو کہانی لے کر آئی ہوں اس کا نام میں نے ـ نصیبوں جلی ـ رکھا ہے امید ہے سب کو پسند آئے گی مجھے آپ لوگوں کی محبتوں کا شدت سے انتظار رہے گا میں نے اس سٹوری میں معاشرے کی بہت ساری ایسی باتیں ہیں جن پر لکھا ہے اور جن پر لکھنے کی ضرورت تھی بہت سی ہماری خواہشوں کے لیے مشکلات ہوتی ہیں میں نے غربت ـ ذات ـ پات اونچی شان و شوکت بڑے بڑے اونچے خاندان کے اندرونی مسائل کو اجاگر کر دیا ہے ـ غربت اور مفلسی کی باتیں بھی بہت اچھے انداز سے پیش کی ہیں اور رنگ نسل ذات پات سے ہٹ کر محبت کو اعلیٰ مقام دیا ہے۔۔۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

قارئین یہ سٹوری میری ایک دوست جیسی بہن کی ہے جیسے میں ہر روز تسلی دیتی ہوں اور ہر روز اس کے آنسو صاف کرتی ہوں اور روز گھنٹوں بیٹھ کر وہ مجھ سے اپنے دکھ سکھ شیئر کرتی اور آج تو مجھ سے رہا نہیں گیا کہ اس کے آنسو اور دکھ بھری باتوں نے مجھے قلم اٹھانے پر مجبور کر دیا اور آج میرے قلم سے ایک اور دکھی اور درد بھری داستاں دنیا کی نظروں سے گزرے گی اور امید ہے کہ سب اسے پسند کریں گے۔

پیارے قارئین آج جب ہم دونوں ہمیشہ کی طرح چائے پی رہی تھیں کہ وہ ہمیشہ کی طرح سوچوں میں ڈوبی ہوئی اور آنسو اس کی رخسار کو چھو کر نیچے گرنے لگے جب میری نظر اس کے خاموش چہرے پر جا کر رکی تو میرا دل دہل گیا۔

آیئے قارئین میری بہن جیسی دوست کی کہانی اسی کی زبانی سنتے ہیں۔

میرا نام شازیہ ہے میرے تین بھائی اور ہم دو بہنیں ہیں۔ بچپن سے لے کر پانچ سال کا تو مجھے کوئی پتہ نہیں کہ کیسے گزرے ہوں گے مگر جہاں تک سنا ہے یا دیکھا ہے بہت اچھا اور متوسط گھرانہ تھا اور ہمارے زندگی کے دن بہت اچھے گزر رہے تھے کسی بھی چیز کی کمی نہ تھی

پھر سات سال کے بعد سکول میں داخل ہوئی اور پڑھائی کا بہت شوق تھا کب پرائمری پاس کر کے مڈل میں پہنچی پتہ ہی نہ چلا میری ایج بارہ سال تھی کہ میری امی کی دور کی ایک دوست ہمارے گھر آئی تھی اور مجھے دیکھ دیکھ کر دعائیں دیتی کہ بچی بہت نیک اور بہت

خوبصورت ہے اور بہت اچھی پڑھائی کر رہی ہے یعنی میرے ایک ایک کام کی تعریف کرتی تھیں۔

اسکی بری نظر میری پڑھائی کو ایسے کھا گئی جیسے دیمک لکڑی کو کھا جاتی ہے اور پھر میری زندگی میں وہ دیمک لگی کہ میرے اشکوں کا تیل اسے آج تک ختم نہیں کر پایا۔

اس عورت نے میری ماں کو اپنی میٹھی میٹھی باتوں میں لینا شروع کر دیا اور میرے بھائی بھی اس پہ بہت اعتبار کرتے تھے بروقت آنٹی آنٹی ہوتی رہتی میں نے کبھی بھی اس میں دلچسپی نہیں لی تھی اس عورت نے میری ماں کو تعویز پلانے شروع کر دیئے میں دن بدن اپنی ماں کی حالت چینج ہوتے دیکھ رہی تھی اور سوچتی تھی کہ ان کی سہیلی ہے اور امی کو بھی تو اس سے پیار ہے میری ماں دن بدن بدلتی جا رہی تھی اور اس کے قریب تر ہوتی جا رہی تھی۔

باپ تو جیسے کبھی بولتا ہی نہیں تھا ماں کو بھی اس عورت نے گونگی بہری کر دیا تھا اس لیے کہ وہ رشتے لینے میں کامیاب ہو جائے۔ ایک روز میں سکول سے واپس آئی تو وہ عورت بیٹھی ہوئی تھی میری امی کہنے لگی۔

بیٹی آنٹی کو سلام کرو۔

میں نے سلام کیا۔ مجھے اس عورت کی نیت بہت بری محسوس ہوئی تھی میں کمرے میں چلی گئی۔ وہ عورت کل آنے کا کہہ کر مجھے پیار دے کر چلی گئی میں بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہو گئی تھی کہ میرے ساتھ کچھ برا ہونے والا ہے۔ میں نے اس کے جانے کے بعد امی سے پوچھا۔

امی یہ کیا کہہ رہی تھی اور ایسے لالچی نظروں سے مجھے کیوں دیکھتی رہتی ہے۔

میری امی نے جواب دیا۔ بیٹی یہ تمہارے رشتے کے لیے آئی ہے اور تیرے بھائی بھی یہی چاہتے ہیں کہ تیری شادی کر دیں اور میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ یہ عورت بہت اچھی ہے اسے رشتہ دے دیتی ہوں اس کا بیٹا سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہو چکا ہے اور بہت اچھے لوگ ہیں لہذا میں تمہاری شادی کرنا چاہتی ہوں۔

یہ سن کر میرے اوسان خطا ہو گئے میرا سر چکرانے لگا کہ ابھی تو میری ایج تیرا سال تھی اور میں مڈل پاس کر کے 9th میں تھی اور دل میں دعا میں مانگنے لگی کہ یا اللہ میرا ساتھ دینا میں اپنی تعلیم مکمل کر سکوں۔ خیر چند دنوں بعد میری منگنی کر دی گئی مجھے اپنی ہوش بھی نہیں تھی میں رو کر کھانا مانگتی تھی اور بچوں کی طرح بچوں جیسے کام تھے۔

قارئین چودہ سال کی عمر میں مجھے شادی کے لیے راضی کرنے کی کوشش ہونے لگی میں نے بہت منتیں کیں کہا۔

میں ابھی چھوٹی ہوں میری شادی مت کرو مجھے پڑھنے دو ابھی مجھے کھانا بنانا تو کیا خود اپنی یونیفارم بھی دھونا نہیں آتا تھا میں نے کبھی کوئی کام نہیں کیا تھا پھر بھی میری کوئی بات بھی میرے کام نہ آئی اور چودہ سال کی عمر میں شادی کے بندھن میں بندھ کر روتی ہوئی سسکتی ہوئی سسرال آ گئی اور جب پہلی بار مجھے میری ساس نے میرا شوہر دکھایا اور کہا کہ شازیہ وہ دیکھو وہ تمہارا شوہر ہے۔

میں نے اسے دیکھا تو بے ہوش ہو گئی اور خیر کچھ ہی دیر میں ہوش آیا تو میں نے اپنی ساس سے کہا کہ امی مجھے میرے گھر چھوڑ دو خدا کے لیے میں یہاں نہیں رہنا چاہتی مجھے چھوڑ کر آؤ میں اس کی بیوی نہیں ہوں میں تو سمجھی کہ یہ آپ کا شوہر ہے اور میرا سسرا ہے مگر اس بابے سے میری شادی ہو گئی کاش زمین پھٹ جاتی یا آسمان گر جاتا میں کسی سیکنڈ ہینڈ کی بیوی بننے سے پہلے ہی مر جاتی مجھے نہیں پتہ کہ سہاگ رات کیا ہوتی ہے میری نندیں میرے پاس آئیں اور کہنے لگیں آؤ شازیہ ہم تمہیں تمہارے کمرے میں لے چلیں مگر میں نے ضد کی اور کہا۔

میں کبھی کسی کمرے میں اکیلی نہیں جاؤں گی اور نہ ہی اکیلی اس بڈھے کے ساتھ رہوں گی اور نہ ہی میں اس کی بیوی ہوں میرے ساتھ اتنا بڑا دھوکہ کیا گیا کیا بگاڑا تھا میں نے تم لوگوں کا جو میری زندگی عذاب بنا دی۔

خیر میں بہت روئی اپنے نصیبوں پہ قارئین میں نے اپنی ساس کو بلوا کر کہا کہ میں آپ کے پاس آپ کے بیڈ پہ آپ کے بستر میں سوؤں گی صبح مجھے لینے آ جائیں گے وہ کہنے لگی۔

ٹھیک ہے بیٹی جیسا تم کہو گی ویسا ہی ہو گا مگر ایک بات یاد رکھنا اب تمہاری شادی ہو گئی ہے یہ بات دل سے نکال دو کہ تم یہاں سے چلی جاؤ گی [illegible] کی طرح واپس آؤ گی تم اس کے کمرے میں نہیں جانا چاہتی تو نہ جاؤ آہستہ آہستہ تم خود ہی سمجھ جاؤ گی کہ شوہر کیا ہوتا ہے اور پھر مجھے کہنے کی ضرورت بھی پیش نہیں آئے گی۔

میں اس کی باتیں چپ چاپ سنتی رہی اور پھر وہیں پہ اس کے بیڈ پہ ہی رات رو رو کر گزاری اور صبح ہوتے تک اپنی ماں باپ کا ویٹ کیا اللہ اللہ کر کے وہ ٹائم آیا کہ میرے گھر والے مجھے لینے آ گئے میں اپنی ماں سے گلے لگ کر خوب روئی کہ میرے ساتھ ایسا کیوں کیا میں اتنا بڑا بوجھ تو نہیں تھی آپ پہ اللہ کا شکر تھا کہ آپ کے گھر میں اللہ کی دی ہوئی ہر چیز تھی کسی بھی چیز کی کمی نہ تھی جو مجھے اپنے سر سے اتار کر یوں پھینک دیا۔

میری ماں گونگی بن چکی تھی اور کہنے لگی بیٹی تیرا نصیب ہی ایسے تھا ہم کیا کر سکتے ہیں خیر میرے بھائی بھی ساتھ تھے میں نے وہاں تو کسی کو تماشہ بننے نہ دیا اور جب گھر آ گئے تو میں نے گھر کے ایک ایک فرد کو بلا کر وجہ پوچھی کہا۔

کتنے پیسوں میں مجھے بیچا گیا ہے کوئی بھی میرے سوال کا جواب نہیں دے رہا تھا میں نے اپنے بھائیوں سے پوچھا وہ گنگ رہ گئے کہ اب اس کو ان سوالوں کا کیا جواب دیں ہم سب نے امی کی طرف اشارہ کیا کہ جو بھی کیا ہے امی نے لیا ہے۔

قارئین میری ماں مجھ سے بہت پیار کرتی تھی نجانے کیوں اس نے دماغ [illegible] کی طرح لگا کر وہ عورت اس کے ذہن سے کھیل کر مجھے حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی میں روتی رہی سسکتی رہی کسی نے بھی میرے سوالوں کے جواب نہ دیئے۔

اگلے دن میری ساس مجھے لینے آ گئی

ساتھ میری نند بھی تھی میں نے سب کے سامنے اپنی ساس سے کہا۔

میں آپ کے ساتھ چلی جاتی ہوں مگر اس آپ کے بیٹے کے [illegible] کیونکہ بھی نہیں اس نے میری ہر بات مان لی اور مجھے بہت ہی پیار سے تیار کر کے اپنے ساتھ اپنی بیٹیوں کی طرح لے کر آئی میں دوبارہ پھر اسی جہنم میں آ گئی تھی کیا کرتی نصیبوں پہ شکوہ کرتی یا ماں باپ پر یا پھر اللہ پہ کس کو کہتی اور کتنا کہتی چپ چاپ ایک بے زبان جانور کی طرح کوئی رسی پکڑ کر جدھر لے کر چلتا چل پڑتی تھی۔

میرے رونے کے دن شروع ہو چکے تھے میری ساری خوشیاں میرے سارے خواب میری ساری حسرتیں زمین بوس ہو گئی تھیں دل میں جتنے ارمان تھے اور جو جو خواہشیں تھیں سب اپنے ماں باپ کے گھر میں دفن کر کے ان قبروں پر خود ہی فاتحہ پڑھ کر بخش دی اور اپنے گھر میں آ گئی میری ساس مجھے بہت پیار کرتی تھی میں جو کہتی وہ کرتی تھی میں نے کہا۔

ماں میری ایک بات سن لو میں آپ کے کمرے میں ہمیشہ رہوں گی یہ کمرہ میرا اور آپ کا ہو گا اس میں تیسرا کوئی نہیں آ کر سوئے گا میں اپنی ساس کے ساتھ اسی کے بیڈ پر سوتی تھی اور چھ ماہ تک میں اسی کے کمرے میں سوتی رہی پھر میری ساس نے جانے کیا سوچا اور میرے کھانے میں نشہ ملانے لگی اور نشہ دے کر مجھے اس بڈھے کے کمرے میں چھوڑ آتی تھی میں اس بات سے بالکل بے خبر تھی کہ مجھے اتنی بے ہوشی کیوں ہوتی ہے پہلی بار جب میں اس کے کمرے میں ہوش میں آئی تو میرے ساتھ وہی ہو چکا تھا جو میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ پھر میری ساس نے ہمیشہ ہی ایسا کرنا شروع کر دیا مہینے میں تین چار بار مجھے نشہ دے کر اس کے کمرے میں [illegible] تھی ہوش آنے پر وہ بڈھا میرے کمرے میں ہوتا میں اٹھ کر آ کر روتی اور شکوہ کرتی تو وہ کہتی کہ تو تو اپنی مرضی سے گئی تھی۔

خیر ہوتے ہوتے میری طبیعت خراب ہونے لگی جب ڈاکٹر کے پاس گئے تو انہوں نے وہ خبر سنائی جو میں سننا نہیں چاہتی تھی جو میں کرنا نہیں چاہتی تھی ابھی پندرہ سال پورے ہونے میں دو ماہ باقی تھے کہ میں خود بچی تھی اور ممتا کا روپ دھار لیا تھا میں نے خود کو بچانے کی بہت کوشش کی مگر بچ نہ پائی اللہ تعالیٰ نے بھی اتنی جلدی کی کہ شاید اس کی دنیا میں اس معصوم کی کمی تھی۔ خیر جو ہونا تھا ہو گیا میں نے اپنے دن پورے کیے اور جب میں ہسپتال میں پہنچی تو لیڈی ڈاکٹر نے میرے شوہر کے سائن کروائے اور جب کسی بھی طرح میرا مسئلہ حل نہ ہوا تو ڈاکٹر نے کہا کہ آپریشن ہو گا مجھے آپریشن تھیٹر میں لے جایا گیا اور لیڈی ڈاکٹر میرے منہ پر مجھے برا بھلا کہنے لگیں کہ اتنی سی عمر اور یہ کام تو زمانے کو پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے آج کل کی اولاد کو پتہ نہیں جذبات پر قابو پانے کی ہوش نہیں ہے اور ساتھ ہی ساتھ مجھے کہتی کہ تجھے کس کام کی جلدی تھی اس کام کی جلدی تھی تو اب پریشان کیوں ہے میں چپ چاپ سنتی رہی پھر مجھ سے رہا نہ گیا میں نے صاف کہہ دیا کہ میری مجبوری وہ میری ساس اور شوہر ہیں میری شادی زبردستی کی گئی ہے اور

وہ بھی ایک بوڑھے آدمی سے وہ میری باتیں سن کر حیران ہو گئی اور مجھے حوصلہ دینے لگی اور سمجھنے لگی۔

بیٹا سوری مجھے معاف کرنا میں نے نجانے تمہارے کردار کو کیوں برا بھلا کہہ دیا تم اتنی معصوم ہو اور مجھے نہیں پتہ تھا کہ تم اتنی ٹوٹی ہوئی ہو پھر اس نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور مجھے بے ہوش کرنے لگی۔

خیر جب ہوش آیا تو ایک پیاری سی بچی میری گود میں تھی جس کی میں ممتا تھی اور اس بچی کو سینے سے لگا کر میں اپنی جگر کے ٹکڑے کے لیے اللہ سے بہت سی دعائیں مانگی اور پھر تین دن بعد میرے گھر والے مجھے گھر لے آئے اور میری ساس نے میری بچی کی خود پرورش کی کیونکہ مجھے اس چھوٹی سی بچی کو سنبھالنا نہیں آتا تھا پھر جب میں وہ تین ماہ کی ہو گئی تو میرے ساتھ پھر وہی سلوک کیا گیا پھر سے نشہ دیا جانے لگا میں سوتی تو اپنی ساس کے کمرے میں تھی مگر جب اٹھتی تو اس بابے کے کمرے سے پھر مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے اپنی ساس سے کہہ دیا۔

آج کے بعد میں اپنا کھانا جیسا بھی خود ہی بنا کر کھاؤں گی کیونکہ مجھے شک نہیں یقین ہو گیا تھا کہ مجھے نشہ دیا جاتا ہے میں نے اس دن کے بعد اپنا کھانا جیسا بھی طریقہ آتا میں خود ہی بنا کر کھا لیتی اس کے دوران بھی کچھ دن کے کھائے ہوئے نشے نے اپنا کام دکھایا اور میں پھر سے امید سے ہو گئی اور پھر سولہ سال کی عمر میں میں نے ایک بیٹا پیدا کر کے اللہ سے توبہ کر لی کہ اب بس یا اللہ مجھ سے اتنا بڑا امتحان نہ لے ابھی تو میری بچی بہت چھوٹی ہے اس نے اسے اچھی طرح چلنا بھی نہیں آتا اور میں ان چھوٹے سے معصوم بچوں کی پرورش کیسے کروں گی خیر میری ساس نے میرے بچوں کو گود میں لے لیا اور ان کی خود ہی حفاظت کرتی نہ ان کے کھانے کی فکر اور نہ نہلانے کی دن گزرتے رہے میرا بیٹا بھی چار ماہ کا ہو گیا۔

ایک لڑکا جس کی عمر کوئی بارہ تیرہ سال کے قریب تھی وہ ہمارے گھر میں آ گیا میں نے اپنی ساس سے پوچھا کہ یہ کون ہے وہ کہنے لگی یہ بھی ہمارا ہی بچہ ہے اس کو تم اپنا ہی بچہ سمجھو میں حیران تھی یہ کیا جواب تھا وہ میرے شوہر کو بابا کہتا تھا میں نے ایک دن اس کو بلا کر پوچھا۔

تم کون ہو اور یہ بابا تمہارا کیا لگتا ہے۔

وہ کہنے لگا کہ آنٹی یہ میرے بابا ہیں اور میں اپنی ماما کے پاس تھا اب بابا کہتے ہیں کہ تم میرے ساتھ میرے گھر میں رہے گا ماما نے مجھے پاپا کے ساتھ بھیج دیا ہے پھر میں نے اپنی ساس سے سوال کیا کہ یہ بچہ کہیں سمجھدار لڑکا ہے اور یہ کیا کہہ رہا ہے پھر مجھے جواب دیں ماں جواب دیں۔

میرے چلانے پر وہ بولی ہاں یہ میرا پوتا ہے اور تیرے شوہر کی دوسری بیوی کا بیٹا ہے اس سے بڑا ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے اور ان دونوں کا جھگڑا ہو گیا تھا تمہارے شوہر نے اسے طلاق کے [illegible] کر بھیج دیے اتنا تو میں نے اپنے بیٹے کی شادی تم سے کر دی جب اس عورت کو اس بات کا پتہ چلا کہ میں نے اپنے

بیٹے کی شادی کر دی ہے تو اس نے حلالہ کروا کر دوبارہ نکاح کرنے کے لیے تیار کر لیا اور آج اس کا نکاح دوبارہ ہو گیا ہے اور وہ اپنے اسی گھر میں ہے اور وہاں پر ہی رہے گی تم بے فکر رہو میں تیرے ساتھ ہوں وہ یہاں کبھی نہیں آئے گی۔

یہ سب باتیں میرے اوپر ایک طوفان کی طرح منڈلا رہی تھیں میں سوچوں میں گم سم اور اشکوں سے بھرا ہوا دامن لیے بے جان قدموں سے کام میں مصروف ہی اور خود ہی نصیبوں جلی قرار دینے لگی آخر میں مجھے میرے شوہر نے لڑنا جھگڑنا شروع کر دیا۔

کیا تم نے رو رو کر گھر میں منحوسیت ڈال دی ہے اپنا رونا بند رکھا کرو کیا کوئی مر گیا ہے تیرا جس کو روتی ہے یا پھر تمہیں رونے کا شوق ہے جس دن سے اس گھر میں قدم رکھا ہے منحوس لڑکی اسی دن سے رونا بھی ساتھ ہی لے کر آئی ہے کبھی تو ہنس کر بھی اس گھر میں دکھا دو یا پھر یہ رونا دھونا ماں باپ کے گھر جا کر کرنا میرے گھر میں اپنی منحوس شکل کو ٹھیک رکھا کرو۔

پھر تو ایسے میرے پلے پڑا کے میری جان عذاب میں ڈال دی میں چھوٹی عمر میں ہی اس سے بہت ڈرتی تھی اس نے آہستہ آہستہ میرے ساتھ بدتمیزی کرنی شروع کر دی پھر مار پٹائی پر بات آ گئی میرا معمول بن گیا تھا کہ وہ روز مجھے مارتا لڑتا جھگڑتا اور اس اپنے بیٹے کے لیے میرے اوپر تشدد کرتا وہ اتنا گندہ تھا کہ مجھ سے رہا نہ جاتا میں اسے جتنا بھی صاف ستھرا رکھنے کی کوشش کرتی وہ اتنا ہی گندہ رہتا روز رات کو بستر خراب کر دیتا میں کہتی تو اس کا باپ میرے ساتھ بدتمیزی سے پیش آتا اور مار کٹائی کرتا اور کہتا کہ یہ اسی گھر میں رہے گا اور تم اس کے سب کام کرو گی یہ مجھے بہت پیارا ہے اور میں اس کے ساتھ ذرا بھی بدسلوکی برداشت نہیں کر سکتا۔ میں نے اسے اپنا بھائی بنا کر اس کا خیال رکھا پھر جب وہ بالکل جوان ہو گیا تو اس نے میری عزت پر نظر ڈالنی شروع کر دی۔

ایک دن مجھے اکیلا پا کر اس کو موقع مل گیا اور اس نے مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی میرے ہاتھ میں چھری تھی میں نے وہ چھری اس کے پیٹ کی طرف کرتے ہوئے کہا کہ اب یا تم مرو گے یا میں اور جب میں اس سے نہیں ڈری تو وہ سہم سا گیا اور دیوار پھلانگ کر باہر نکل گیا اس کے بعد میرا سب سے یقین ختم ہو گیا تھا میرے بچوں کو ان کی دادی سنبھالتی تھی میں نے کچن کو ہی اپنا بیڈ روم بنا لیا اور وہیں کام کرتی اور پھر وہیں چھپ کر سو جاتی تھی جب سے مجھے نشہ آور چیزیں کھلا کر انہوں نے اپنا مقصد پورا کر لیا تو تب میں نے سوچ لیا کہ آج کے بعد میں کسی کے ہاتھ سے پانی بھی نہیں پیوں گی اور ایسا ہی کیا۔ میں نے آج تک اب کسی کے ہاتھ کا چھوا نہیں کھایا چاہے چار دن بھوکی ہی کیوں نہ رہنا پڑے۔

پھر میری ساس بیمار رہنے لگی اور پھر آہستہ آہستہ اس نے اپنے آخری دنوں میں ایک چھوٹا سا گھر میرے بچوں کے نام کر دیا اور کہا کہ یہ بچے میری مرضی سے میں نے اللہ سے لیے ہیں یہ مجھے دوسرے سب بچوں سے پیارے ہیں مجھے کہنے لگی کہ شازیہ مجھے معاف

کرنا تیری زندگی کی سب سے بڑی دشمن میں ہوں میں نے تیری زندگی اپنے مقصد کے لیے برباد کر دی میں جانتی ہوں کہ تم نے میرے بیٹے کو دل سے قبول نہیں کیا اور وہ بھی تم سے اسی وجہ سے نفرت کرنے لگا ہے مگر اس میں غلطی صرف میری ہے۔

قارئین میرا دل اتنا نرم ہے کہ میں اس کے آنسو نہ دیکھ سکی اور کہہ دیا کہ ماں اگر آپ کو اس بات کا احساس ہے تو مجھے اس قید سے نجات کیوں نہیں دلا دیتی اگر قید کیا ہے تو رہائی بھی تو دے سکتی ہو مگر وہ نہ مانی بولی بیٹی اگر تم یہاں سے چلی گئی تو پھر ان بچوں کا کون ہے ان کو کون سنبھالے گا۔

اس کی یہ بات سن کر میں کانپ کر رہ جاتی تھی کہ یہ تو میرے جگر کے ٹکڑے ہیں میں ان کو در بدر کی ٹھوکریں کھانے کے لیے نہیں چھوڑ سکتی۔

خیر دن گزرتے رہے میرے ساتھ تشدد بڑھتا رہا میری ساس ہمیں چھوڑ کر فانی دنیا سے رخصت ہو گئی اور مجھے ان غموں کی لہروں میں دھکیل کر کنارے کی تلاش میں اکیلا چھوڑ گئی میں خزاں کے گرتے ہوئے پتوں کی طرح اپنی زندگی کے دن بکھرتے دیکھ دیکھ کر سسکتی رہی اور بجھتے ہوئے چراغوں کی طرح بھڑکتی ہی مگر میرے تڑپنے سے کسی کے دل پر کوئی اثر نہ تھا میرا شوہر جو کہ اپنی بیوی کے پاس رہتا پورا دن ان لوگوں کے ساتھ اور شام کو گھر آ جاتا اپنے بیٹے کو لے کر میں اپنے دونوں بچوں کو گلے سے لگائے بیٹھی رہتی آخر کار اس نے گھر میں خرچہ دینا یا کوئی ضرورت کی چیزیں لانی بند کر دیں اور شام کو وہاں سے کھا کر آ جاتا اور سو جاتا۔ پھر میں اپنے ساتھ ساتھ ان دو معصوم جانوں کی مجرم تھی میں اپنے ساتھ ان کو کس غلطی کی سزا دے رہی تھی میں اپنی ماں کے گھر چلی گئی اور سب کو بتا دیا۔

اب میں وہاں نہیں جاؤں گی وہاں میرا کچھ نہیں ہے میرے بھائی میری یہ بات سن کر بھڑک اٹھے اور مجھے اتنا مارا کہ مجھ پر بار بار بے ہوشی چھا جاتی جب ہوش آتا تو وہ مارنا شروع کر دیتے میں ایک بھائی سے مار کھاتی ہوئی دوسرے کی طرف جاتی تو وہ بالوں سے پکڑ کر مجھے دوسرے بھائی کی طرف دھکا دیتا میں دیوار سے جا کر ٹکرا جاتی اگر وہ اٹھاتا تو وہ پہلے کی طرف زور سے دھکا دیتا میں دیوار سے لگ کر نیچے گر جاتی میرے جسم سے جگہ جگہ سے خون بہہ رہا تھا کوئی چھڑانے والا نہ تھا۔ میں ماں سے کہتی ماں بچاؤ بالکل ساکت کھڑی روتی رہی نہ وہ بول رہی تھی اور نہ ہی مجھے چھڑا رہی تھی آخر ان درندوں نے مجھے اتنا مارا کہ میں نے اپنے دونوں بچے اپنے سینے سے لگائے اور پھر اسی گھر میں آ گئی اور پھر آس پاس کے گھروں کے کام کر کے میں نے بچوں کے دودھ کا خرچہ پورا کر لیا۔

ایک دن میرے شوہر نے کہا۔ شازیہ تم پچھلے کمرے میں اپنا سامان رکھ لو اور وہ یوز کرو یہ دو کمرے کرائے کے لیے خالی کر دو میں نے بہت منتیں کی مگر وہ نہ مانا اور اپنے بیٹے کے ساتھ میرا سامان پچھلے والے کمرے میں شفٹ کر دیا ادھر کا صحن چھوٹا تھا میں اور میں ادھر سے ڈرتی تھی خیر اگلے دن چند لوگ کرائے کے لیے گھر دیکھنے آ گئے جن میں اس آدمی نے یہ کمرہ

کرائے پر دے دیا اور دو فیملیز یہاں شفٹ ہو گئی اور وہ عورتیں بھی لوفر قسم کی تھی کرایا دینے کے بجائے میرے شوہر سے سارا دن گپ شپ لگاتی اور اسے ایسے قابو کیا کہ کبھی کرایا مانگ ہی نہ سکا میں چھ سات ماہ برداشت کیا پھر میں بول پڑی کہ میں اس گھر کو خالی کروا کر کے خود ہی رہوں گی اس پر میرا شوہر وحشی درندے کی طرح حملہ کے لیے تیار ہو گیا میں نے ان عورتوں سے کہا۔

گھر خالی کرو میرے بچوں کے نام ہے میں رہوں گی یا میرے بچے اس میں اور کوئی نہیں رہے گا مگر ان عورتوں نے میرے ساتھ بدتمیزی کی حد کر دی پہلے تو میرے شوہر نے مجھے مارا پھر ایک عورت اینٹ کا ٹکڑا پکڑ کر مارنے بھاگی آئی اور میرے سر میں دے مارا میری آنکھ میں لگا اور میری آنکھ باہر آ گئی میں کیا کرتی چکرا گئی میں نے [illegible] دونوں بچے اٹھائے اور آنکھ پر کپڑا باندھا اور گھر سے نکل گئی میں کچھ ہی راستے میں آئی تھی کہ پیچھے سے وہ بوڑھا درندہ آن پہنچا اور مجھ سے زبردستی میرا بیٹا چھین کر چل پڑا میں نے روڑ بلاک کر دیا اور بیٹھ گئی میری آنکھ بالکل بہہ چکی تھی میں نے کپڑا باندھا ہوا تھا میں نے روڑ پر بیٹھ کر احتجاج کیا اور لوگ جمع ہو گئے جب لوگوں نے وجہ پوچھی تو میں نے کہا۔

مجھے اور کچھ نہیں چاہئے وہ بندہ میرا بچہ چھین کر لے گیا ہے وہ مجھے دلا دو جب اس نے یہ تماشہ دیکھا تو بچہ وہیں پر چھوڑا اور خود نکل گیا۔ کچھ لوگوں نے میرا بیٹا مجھے لا کر دیا۔ میں نے اپنے بچوں کو نہیں چھوڑا تھا میں ان کو ساتھ ہی لے کر پہلے ہسپتال پہنچی اور اپنی آنکھ دکھائی انہوں نے پوچھا تو میں نے کہا۔

گر گئی تھی میری بچی باتیں کر رہی تھی ڈاکٹر نے اس سے پوچھا۔

بیٹا ماما کو کیا ہوا۔

وہ صاف بولی انکل میری [illegible] وہ ایک عورت نے اور پاپا نے مارا ہے ڈاکٹر سمجھ گیا کہ یہ مسئلہ کیس کا ہے کیوں کہ میرے پھٹے کپڑے اور میری حالت جسم پر زخموں کے نشان اور چہرے پر چوٹوں کے نشان صاف واضح ہو رہے تھے ڈاکٹر نے میری حالت دیکھ کر کہا کہ پہلے رپورٹ درج کرواؤ پھر علاج ہوگا ایسے ہم علاج نہیں کر سکتے میں نے بہت ریکویسٹ کے ساتھ کہا مگر وہ کسی بھی طرح ماننے کو تیار نہ تھا۔ پھر میں باہر بیٹھ کر رو رہی تھی ایک عورت نے میرے پاس آ کر پوچھا کیا ہوا ہے وہ بچی بھی [illegible]

میں نے کہا کہ گر گئی تھی اور آنکھ اینٹوں کے ڈھیر سے جا کر لگی اور اب پانی بھی نکل رہا ہے وہ بولی تو چیک کرواؤ نا۔

میں نے کہا کہ ڈاکٹر نہیں مان رہا پھر وہ اس عورت کو دعا دیتی ہوں اس نے میرا ساتھ دیا اور میری پٹی وغیرہ کروائی ڈاکٹر سے جھگڑنے لگی کہ جب تک رپورٹ نہیں کٹوائے گی اس کا علاج کیوں نہیں ہوگا تم اس کا علاج کرو یہ لمبا مسئلہ بن جائے گا اور پھر اس کی آنکھ کا مسئلہ بڑھ جائے گا اس نے ڈاکٹر علاج کرنے پر راضی ہوا میری آنکھ پر پٹی باندھی اور میں داتا صاحب جا کر بیٹھ گئی دربار پر لنگر بہت ہوتا ہے میں نے وہاں سے

اپنے بچوں کو کھانا کھلایا خود بھی کھایا اور رب کا شکر ادا کیا گرمی تھی ہم باہر صحن میں ہی سو گئے۔

تین دن میں وہاں رہی اپنے بچوں کے ساتھ تیسرے دن میری پٹی کھلی تو اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میری آنکھ کی روشنی بحال ہو چکی تھی مگر سرخ ایسے تھی کہ جیسے لہو کی بنی ہو میں اپنے ساتھ ساتھ اپنے معصوم بچوں کو بھی سزا دے رہی تھی۔ تیسرے دن میری ماں اور باپ مجھے تلاش کرتے ہوئے وہاں آ گئے اور مجھے لے جا کر پھر وہی جہنم میں دھکیل دیا۔

جب میں گھر پہنچی تو میرا کوئی سامان نہیں تھا وہ سیکنڈ ہینڈ بڈھا میرا سارا سامان اٹھا کر اپنی بیوی کے گھر لے گیا تھا اور میری ضرورت کی چند چیزیں پڑی ہوئی تھیں ایک میری آنکھ خراب تھی دوسری میری چیزیں میرا گھر خالی تھا میں روتی نہ تو کیا کرتی بیٹھی رو رہی تھی کہ وہ اوپر سے آیا اور مجھے پھر پیٹنے لگا کہ تم کیوں آئی ہو تمہیں یوں چھوڑ کر گئے ہیں تم دفع ہو جاؤ میں تمہاری شکل دیکھنا پسند نہیں کرتا۔

میں نے صرف اتنا ہی کہا کہ اللہ کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے اور وہ کسی بھی وقت کسی کو بھی لگ سکتی ہے میرے ساتھ اتنا ظلم شاید خدا کو پسند نہ آئے اور وہ تم سے اس سے بڑا بدلا لے لے اگر مسلمان ہو تو خدا کے عذاب سے بچو۔ میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے میں نے اسے بس اتنا ہی کہا کہ وہ بولتا ہوا نکل گیا اور کہنے لگا۔

آج تیرے ماں باپ تجھے یہاں چھوڑ کر گئے ہیں آج کے بعد تو ان سے ہی خرچہ لے سکتی ہے مجھ سے نہیں میں بہت روئی بہت شکوے کیے اللہ کی بارگاہ میں مگر شاید دعا میں اثر نہیں تھا یا پھر میرا مانگنے کا طریقہ ٹھیک نہیں تھا کیا کرتی روتی نہ تو میری آنکھ رو رو کر ایک سرخ گوشت کا ٹکڑا بن چکی تھی میرے بچے بھوک سے رو رہے تھے میری ماں مجھے چھوڑنے کے بعد بازار سے کھانا لے کر آئی اور پھر ہم نے بیٹھ کر کھایا تو اللہ کا شکر ادا کیا میری ماں رو کر مجھ سے معافی مانگنے لگی اور کہنے لگی بیٹی میں تمہیں گھر نہیں لے جا سکتی تیرے ساتھ تیرے بھائیوں نے مجھے بھی گھر سے نکال دینا ہے اور ہاں یہ ضرور کر سکتی ہوں کہ جب تک زندہ ہوں تیری روٹی کا خرچہ اٹھاتی رہوں گی اور یہ بچے اس کے ہیں وہ ان کا خرچہ خود اٹھائے گا یا پھر اس کے لیے کچھ حل نکالنا پڑے گا۔

میری امی نے مجھے کہا۔ اس کے بہن بھائیوں کو بلواؤ اور سب پتہ چلے تو بات بنے گا میں نے اس کے بھائیوں کو بھی فون کر دیا اور کی بہنوں کو بھی مگر کوئی نہ آیا سوائے اس کے چھوٹے بھائی کے جب اسے سب کچھ بتایا۔

اس نے کہا۔ بھابھی تم یہاں سے کہیں نہیں جاؤ گی اور میں ان بچوں کا خرچہ دیا کروں گا تم یہاں آرام سے بیٹھی رہو اور میری ماں کو بھی اور مجھے بھی کچھ حوصلہ ہوا کہ اب کوئی وسیلہ تو بنا۔

میں اب جوانی میں قدم رکھ چکی تھی اور خوبصورت بھی تھی اپنے منہ میاں مٹھو تو نہیں بن سکتی مگر اب بھی میں سمارٹ اور خوبصورت ہوں میں نے اسی گھر کو اپنا نصیب سمجھا اور اسی گھر میں رہنے لگی ایک طرف کمرے میں میرا بسیرا تھا وہ بھی آتا تو کبھی اسی اپنی بیوی کے گھر بچوں میں کئی کئی دن گزار دیتا تھا میں نے اس

سے طلاق مانگی تو اس نے صاف انکار کر دیا مگر نہ چھوڑتا تھا اور نہ رکھتا تھا میں کیا کرتی۔

ایک دن میں کھانا بنا رہی تھی کہ اس بڈھے نے چھت کی ٹینکی میں تار شاٹ کر کے پھینک دی اور جب میں نے نلکا کھولا تو کرنٹ نے مجھے دور پھینکا اور میں نے شور مچا دیا اتنی تو عقل اللہ نے دی تھی جب میں نے ٹیسٹر سے چیک کیا تو فل کرنٹ تھا خیر میں نے شور کیا اور ساتھ والوں کی عورت نے آئی اس نے اپنے شوہر سے کہا۔

پلیز ان کا یہ مسئلہ حل کر دو مگر یہ بڈھا اپنی کرتوت دیکھا کر جا چکا تھا ہر جگہ دیکھا گیا تو کچھ نہ ملا مگر پانی کی ٹینکی میں تار لٹک رہی تھی جو پانی کے اندر تھی اس آدمی نے وہ تار نکال کر کہا کہ باجی اب دھیان سے رہنا یہ آدمی آپ کی جان کا دشمن ہے۔

اس کے بعد ایسا بھی ہوتا جب میں چولہے پر کام کر رہی ہوتی تو پیچھے سے آ کر مجھے دھکا دیتا اور کبھی کبھی تو میرے سر میں چوٹ لگتی اور خون نکل آتا کبھی میں سنبھل جاتی میری زندگی انہی عذابوں میں ہی گزر رہی تھی میری ماں میرے خرچے کے پیسے اور کچھ چیزیں کھانے پینے کا راشن میرے باپ کے ہاتھ مجھے تک پہنچا دیتی اور میں بہت دعا دیتی اور خوش ہوتی کہ شکر ہے کسی کو میرا احساس تو ہوا مگر احساس تو وہ ہوتا جب میری زندگی سکون میں ہوتی تو سر پر جوانی تھی اور ہاتھ میں روٹی اور آنکھ میں آنسو میں ایسے زندگی گزار رہی تھی جیسے میں اللہ کی کائنات میں سب سے بڑا بوجھ ہوں نمازیں بھی کبھی نہیں چھوڑی اور اللہ کی عبادت اب تک اپنا معمول بنا رکھا ہے اور شکر کرتی ہوں ہر حال میں مگر اب تو میری زندگی اجیرن ہو چکی ہے میری میرے بچے بڑے ہو رہے ہیں اور یہ بابا ان والی باتوں میں سے رہا ہے اور ان کو میرے خلاف کر رہا ہے اور وہ بھی اب میرے آگے سے بولتے ہیں ابھی تو میری عمر بمشکل چھبیس ستائیس سال ہے اور پتہ نہیں کب میری زندگی ختم ہوگی اب بچے بھی مجھے بیگانہ سمجھتے ہیں اور میرا اب دنیا میں کوئی بھی نہیں ہے میں نے کئی بار خودکشی کرنے کی کوشش کی مگر یہ سوچ کر نہیں کی کہ دنیا سے تو بچ جاؤں گی مگر اللہ کے عذاب سے کبھی نہیں چھٹکارہ ملے گا۔ اب بھی ایسی ہی حالت ہے اب میں تھک چکی ہوں زندگی کا عذاب کاٹتا کر کے اب میں ہار گئی ہوں میں ایک ایسا ساتھی چاہتی ہوں جو میری زندگی کو بدل دے اور جو میرے دکھ میرے آنسو ختم کر دے اس بابے نے کئی بار لفظی طلاق دے دی ہے اور کئی بار گھر سے نکالا بھی ہے مگر میں اور کہاں جاؤں اسی جہنم میں پھر لوٹ آتی ہوں۔

میرا اس دنیا میں کوئی بھی نہیں ہے بھائی اپنے اپنے گھروں میں خوش ہیں ماں باپ بوڑھے ہیں کس کو اپنی درد کی باتیں سناؤں ایک آپی کشور کرن ہے جس سے پاس کال رات گئے تک بیٹھی رہتی ہوں اور تنگ آ کر میں نے کہہ دیا تھا کہ آپی میری کہانی لکھوا اور میری کہانی میں اینڈ پہ صرف یہی لکھنا کہ میں ایسے انسان سے شادی کرنا چاہتی ہوں جو میری زندگی کے سب دکھ ختم کر دے اور میری زندگی کے دکھ خوشیوں میں بدل دے لا پتہ

انسان سے میں کبھی شادی نہیں کروں گی اور میں اب پنجاب میں یا پھر پاکستان میں رہنا بھی نہیں چاہتی۔۔ میں چاہتی ہوں کہ اس ان ظالم لوگوں کے شہر سے یہ ملک سے بھی دور چلی جاؤں۔ اکیلی عورت پر سب کی بری نظر ہوتی ہے یہ سوچ کر میں نے اپنی زندگی کا فیصلہ کر لیا ہے کہ میں ہمسفر تلاش کرنا چاہتی ہوں مگر مجھے نہیں لگتا ہے کہ کوئی ایسا نیک انسان ہو جو میری زندگی بدل دے اور میرے آنسو ختم کر دے میں نے اس گھر میں جتنے سال بھی گزارے ہیں پہلے دن سے آج تک کوئی بھی ایسی رات نہیں ہے جو رو کر سوئی نہ ہوں ہر رات رو رو کر تھک جاتی ہوں پھر جا کر کہیں نیند آتی ہے اب تو نیند بھی آنے کا بدلہ صرف آنسو مانگتی ہے روتے روتے سسکیوں بھری آہیں بھرتے بھرتے جانے کب نیند آ جاتی ہے۔

قارئین میں دکھی عورت ہوں اور دکھی لوگوں کے دکھ کا احساس ہوتا ہے یہ تو وہی جانتا ہے جس کو دکھ ملے ہوں باقی لوگ تو شغل میں مصروف اور کسی کے دکھ کو تماشہ بنا لیتے ہیں۔

قارئین یہ تھی شازیہ کی کہانی اور اس کا ایک ایک لفظ سچ ہے اور اس وہ اب بھی میرے پاس ہے اور ہر روز شام کے بعد میرے پاس آ کر بیٹھ جاتی ہے وہ ایک شہری لڑکی ہے اور اس کی سوچیں اور خیالات بھی اچھے ہیں اور صاف لفظوں کی مالک ہے کبھی بے ہودہ لفظوں سے اس نے اپنی زبان کو تکلیف نہیں دی۔

قارئین اپنی قیمتی رائے سے ضرور نوازیئے گا اور اگر کوئی ایسا انسان ہو جو کہ اس لڑکی کی زندگی بدل سکے تو جواب عرض کے آفس منیجر سے رابطہ کریں پہلے شادی شدہ لوگ بشرطیکہ ان کی بیوی نہ ہو یا تو وفات پا چکی ہو یا پھر طلاق سے کر بیٹھے ہے جو چکی ہو اور گھر اور کاروبار اپنا اور کسی شہر میں ہو وہ لاہور میں نہ پنجاب میں رہنا نہیں چاہتی اب وہ یہاں سے دور جانا چاہتی ہے۔

قارئین فیصلہ آپ کریں کہ غلطی کس کی ہے اس نصیبوں جلی کے نصیب جلانے میں کون قصوروار ہے اور کس نے اس کی زندگی میں زہر گھولا اس کی امی ابو نے یا پھر اس کی ساس نے یا پھر اس کے شوہر نے یا پھر اس کے بھائیوں نے اس کی زندگی برباد کرنے میں سب سے زیادہ کس کا ہاتھ ہے یہ فیصلہ آپ قارئین کے ہاتھ میں ہے۔

نہ میرے لئے دل میں نفرتیں رقم کرنا
اے شوخ طبیعت تو نہ یہ ستم کرنا
گر ترک تعلق کا شوق ہوا ہے جواں
سب سے پہلے باخبر مجھے ہمدم کرنا
میرے حصے کی خوشیاں تو اپنے نام کر لے
میں نے سیکھ لیا غموں پر ماتم کرنا
دیدے جہاں کی خوشیاں رب تجھے
بن تیرے لیکر خوشی کیا صنم کرنا
کر دو رنجیں میرے حصے میں ڈال یا رب
محبتیں نصیب یار ہر جنہم کرنا
چھین نہ جائے کہیں انداز بیاں زوہیب
ہر سطر میں تیرا تذکرہ ہمدم کرنا

☆☆☆

آخری ملن

تحریر: مقصود احمد بلوچ۔ میاں چنوں۔ 0334.0321464

آفس منیجر ریاض احمد صاحب اور شہزادہ صاحب آج آپ کی بزم میں یہ جو کہانی میں نے بھیجی ہے یہ بہت ہی محنت سے لکھی ہے اس کا عنوان میں نے آخری ملن رکھا ہے۔ قارئین کرام اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازیئے گا مجھے آپ کا رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ ادارہ جواب عرض کے پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ذمہ دار ادارہ جواب عرض یا میں نہ ہوں گے سب کو میری طرف سے سلام اور نیا سال 2016 مبارک ہو۔ ہپی رہو سب ہی۔ آمین۔

کیوں لوگ مجھے کہتے ہیں بلوچ تنہا ہو تم
میں تو گھرا ہوں ان کی یادوں کے ہجوم میں

آج میں اپنے قارئین کے لیے ایک بہت ہی خوبصورت سٹوری لے کر حاضر ہو رہا ہوں یہ سٹوری مجھے ایک لڑکے جس کا نام منور تھا کال کر کے بتائی جتنی دیر کال چلتی رہی وہ روتا رہا اور اپنی داستان بھی مجھے سناتا رہا آج کل کے دور میں لوگ اپنے محبوب کی بے وفائی پر روتے ہیں کہ میرا محبوب بے وفا نکلا لیکن منور اپنے محبوب کی وفاداریوں پر رو رہا تھا حالانکہ قصور دونوں کا نہیں تھا بس وقت نے ایک دوسرے کو آپس میں جدا کر دیا تھا اس ظالم دنیا نے ان دو پیار کرنے والوں کو ایک دوسرے سے دور کر دیا تھا مجھے آج تک اس چیز کی سمجھ نہیں آتی لوگ کیوں کسی کا دل توڑتے ہیں ان کو کیا ملتا ہوگا کسی کا دل توڑ کر محبت انسان کو مار دیتی ہے جس نے محبت کی ہے وہ رویا ضرور ہے کیونکہ اس ظالم دنیا میں دو محبت کرنے والے کب تک انکی نظروں سے دور رہیں گے آخر ایک نہ دیک دن تو وہ پردہ فاش ہو ہی جائے گا پھر ماسوائے رونے کے اور پچھتانے کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔

پلیز میری ان لوگوں سے ریکوسٹ ہے جو کسی کو خواہ مخواہ میں پریشان کرتے ہیں پلیز خدارہ کسی کے ساتھ اس طرح نہ کرو میرے خیال میں باتیں بہت ہوگئی ہیں اب میں آتا ہوں کہانی کی طرف تو آیئے قارئین۔ اس کی زبانی سنتے ہیں۔

لوگ مجھ میں محبت تلاش کرتے ہیں
میں تیرے بعد کسی کا رہا ہی نہیں

مجھے آج بھی اچھی طرح یاد ہے اس دن 13 جولائی 2015 کا دن تھا جب میں حیدر آباد سے ٹرین کے ذریعے گھر جا رہا تھا حیدر آباد میں میں ایک فیکٹری میں کام کرتا تھا۔ گھر سے آئے ہوئے مجھے کوئی پندرہ دن ہی ہوئے تھے لیکن اس دفعہ نہ جانے مجھے کیا تھا اس دفعہ تو فیکٹری میں میرا ایک لمحہ بھی دل نہیں لگا تھا۔

آخر کار میں نے سوچا کہ کچھ دن گھر چلا جاؤں اور اس غرض سے میں گھر جا رہا تھا دوران ٹرین ہی میں نے سدرہ کو میسج کیا کہا۔

میں چھٹی آ رہا ہوں آپ کب مجھے ملنے کے لیے آؤ گی۔۔۔ سدرہ سے دوستی ہوئے دو سال کا عرصہ بیت گیا تھا شروع شروع میں تو مجھے اس سے دوستی ہوئی تھی لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میں اسے پیار کرنے لگا تھا مجھے اس کی ہر ایک ادا پسند تھی وہ خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ بہت زیادہ اچھی بھی تھی اس کا سمارٹ جسم موٹی موٹی آنکھیں لمبا قد اور خاص کر جب وہ نقاب کرتی تھی تو دل میں سما جاتی تھی۔ وہ مجھے جب بھی ملنے کے لیے آتی تھی تو ہر دفعہ نیا سوٹ پہن کر آتی تھی اور پرفیوم بھی لگا کر آتی تھی بلکہ پرفیوم تو ہر وقت اس کے پرس میں ہوتا تھا سدرہ جب بھی مجھے ملنے کے لیے آتی تھی یا میں اس کو ملنے کے جاتا تھا تو وہ ہر دفعہ مجھے یہی بات کرتی تھی کہتی تھی۔

منور ہر دفعہ قسمت ساتھ نہیں دیتی اس لیے پلیز یہ ملنا اچھا نہیں ہے، ہم کبھی بھی کسی وقت بھی پکڑے جا سکتے ہیں۔ اور میں بھی اسے آخری ملن کا کہہ کر خاموش کر دیتا تھا لیکن شاید خدا کو یہی منظور تھا اور وہ ملن ہماری قسمت کا آخری ملن تھا

خیر میں اپنی کہانی کی طرف آتا ہوں جب میں نے سدرہ کو میسج کیا کہ آپ مجھ سے کیا ملنے آؤ گی سدرہ نے پہلے تو انکار کیا کہا۔

نہیں منور میں اس دفعہ نہیں آ سکتی اور کاش وہ اس بار نہ ہی آتی تو کتنا اچھا ہوتا خیر جو انسان کے نصیب میں ہو وہ ہو کر ہی رہتا ہے بھلا اس کو کون ٹال سکتا ہے پہلے تو سدرہ نے انکار کیا جب میں نے اسے یہ کہا۔

پلیز میری جان۔ آپ کو آنا ہوگا مجھ سے ملنے کے لیے پھر وہ مان گئی اور اس نے مجھ سے گیارہ جولائی بروز ہفتہ کا دن تھا آنے کا وعدہ کیا ہر بار کی طرح میں اس بار بھی بہت خوش تھا میری محبت سدرہ سے ملاقاتیں بھی ہو چکی تھیں میری اس سے پہلی ملاقات پندرہ اکتوبر کو ہوئی تھی خیر وہ دن بھی آ گیا جس دن کا بڑی شدت سے انتظار تھا

عشق تو نہیں مارتا مارتی ہے جدائی
کبھی یادوں کے ہجوم بھی ڈستی ہے تنہائی
چونک کے اکثر دل تھام لیتا ہوں بلوچ
جب دور کہیں بجتی ہے شہنائی

اس دن میں صبح سویرے ہی اٹھ گیا تھا نہا دھو کر تیار ہو گیا پھر میں نے اس کو میسج کیا سدرہ کہاں ہو تم اس نے جواب میں کہا۔

منور میں گھر سے نکل آئی ہوں تقریباً نو بجے کے قریب وہاں پہنچ جاؤں گی۔

میں نے کہا ٹھیک ہے آپ آ جاؤ میں بھی گھر سے نکل رہا ہوں سدرہ میں سب سے اچھی عادت یہ تھی کہ وہ جو بھی وعدہ کرتی تھی اسے پورا کرتی تھی مطلب کبھی اس نے مجھے دھوکہ نہیں دیا تھا اس نے ہر مشکل وقت میں میرا ساتھ دیا تھا میں سدرہ کی کس کس وفا کا ذکر کروں میں نے جب بھی سے بلایا وہ آئی اس نے نہ گرمی دیکھی نہ سردی نہ دھوپ نہ چھاؤں اس نے ہر حال میں میرا ساتھ دیا میں اس کی عظمت کو سلام پیش کرتا ہوں خیر میں نے اس دن موٹر بائیک لی اور گھر سے نکل پڑا اس دن گیارہ جولائی کا دن تھا اور میری زندگی کا سب سے مشکل ترین اور پریشان کن یہ دن تھا جب بھی سوچتا ہوں تو بے حد پریشان ہو جاتا ہوں کہ

پتہ نہیں اس دن کس گناہ کی سزا ملی تھی سب سے پہلے تو میں جب روڈ پر بائیک پر آ رہا تھا آگے موٹر وے پولیس والوں نے مجھے روک لیا۔ کیونکہ میرا ہیلمٹ نہیں تھا بڑی مشکل سے ان سے جان چھڑائی ابھی میں ادھر ہی کھڑا تھا تو میرے موبائل پر سدرہ کا میسج نمودار ہوا لکھا تھا۔

منور کہاں ہو۔ میں پہنچ گئی ہوں جلدی آؤ نا یار میں نے اس کو میسج کیا صرف پانچ منٹ ویٹ کرو میں پہنچ رہا ہوں۔

اللہ اللہ کر کے پولیس والوں سے جان چھڑائی اس کے بعد سڑک پر موٹر سائیکل کو جتنا بھی دوڑا سکتا تھا میں نے دوڑایا کیونکہ میرا محبوب میرے انتظار میں تھا۔

محبت دل کا سجدہ ہے جو ہے توحید پر قائم
نظر کے شرک والوں سے محبت روٹھ جاتی ہے

میں نے جونہی سڑک کی اس کی تو سدرہ نے مجھے دیکھ لیا۔ میں نے اس کو موٹر بائیک پر بیٹھنے کا اشارہ کیا وہ میرے پیچھے بائیک پر بیٹھ گئی اور بیٹھتے ہی مجھ سے گلہ کرنے لگی۔

آپ کہاں گم ہو گئے تھے۔

میں نے کہا یار کہاں گم ہونا تھا بس موٹر وے والوں نے روک لیا تھا کیونکہ میرے پاس ہیملٹ نہیں تھا میں نے اس سے پوچھا آپ کے لیے کیا لوں مطلب کیا کھانا چاہتی ہو۔

اس نے مجھ سے کہا آپ کو پتہ ہے میں گھر سے چھ بجے کی نکلی ہوئی ہوں نے ناشتہ تک نہیں کیا پھر میں نے اس کے لیے ایک جوس اور ساتھ خوبانی لی کیونکہ وہ خوبانی بہت ہی شوق سے کھاتی تھی اس کے بعد ہم دونوں ایک پارک تھا۔ اس میں جا کر بیٹھ گئے۔ سدرہ خوبانی کھاتی رہی اور ہم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ باتیں بھی کر رہے تھے سدرہ مجھے اپنی زندگی اور گھر کے بارے میں باتیں کر رہی تھی میں اس کے ہاتھوں کے اوپر اپنا رکھ کر بیٹھا ہوا تھا۔

اس دفعہ سدرہ مجھے کافی کمزور لگ رہی تھی کیونکہ مجھ سے ملنے سے ایک دن پہلے وہ بیمار ہو گئی تھی ہم دونوں کافی دیر تک وہاں پارک میں بیٹھے رہے اس کے بعد سدرہ میرے لیے گفٹ لے کر آئی تھی مطلب عید گفٹ اس میں ایک سوٹ کپڑوں کا تھا ایک پرفیوم اور ساتھ ایک واچ تھی اس کی دی ہوئی سب چیزیں مجھے بے حد پسند آئیں اس کے بعد میں بھی اس کے لیے ایک عید گفٹ پیک لے کر گیا تھا جو میں نے سدرہ کے حوالے کیا تھا اب پتہ نہیں میری دی ہوئی چیزیں اس کو پسند آئی تھی یا نہیں بہت خوشی خوشی اس پارک میں ہم دونوں بیٹھے تھے پھر نجانے تقدیر ہم دونوں کو وہاں لے گئی وہاں جا کر اتنے غمگین ہوئے کہ کبھی زندگی میں اتنے نہیں ہوئے تھے وہاں پارک میں بیٹھے کافی ٹائم ہو گیا تھا میں نے سدرہ کو کہا۔

چل یار کسی اور جگہ چلتے ہیں یہاں بیٹھے بیٹھے تھک گئے ہیں ہم دونوں وہاں سے نکلے اور شہر سے باہر تھوڑے ہی فاصلہ پر ایک نہر تھی اس کے ساتھ ساتھ ایک کچی سڑک تھی میں نے موٹر بائیک اس کچی سڑک پر اتار دی تھوڑا آگے چلے پھر وہاں جا کر رک گئے بائیک سے اتر کر ہم دونوں نہر کے پانی کے ساتھ لطف اندوز ہونے لگے مطلب کنارے پر ہی کھڑے ہو کر پانی کی لہریں دیکھ رہے تھے اسی دوران مجھے سدرہ کو دیکھ کر سدرہ پر بہت ہی پیار آیا میں نے اسے کہا

سدرہ کیا آج آپ مجھے گلے نہیں ملوگی میری یہ بات سنتے ہی سدرہ مجھے کہنے لگی۔

منور آپ پاگل تو نہیں ہوگئے ہو یہاں سڑک پر آپ کو کیسے گلے لگاؤں۔

میں نے کہا یار پلیز میں نے آج آپ سے گلے ملنا ہے میں نے ضد کرنا شروع کردی۔

میری ضد کے آگے سدرہ نے ہار مان لی۔ وہ مجھے بے حد پیار کرتی تھی۔ ابھی ہم گلے بھی نہ لگے تھے کہ وہاں پر چھ سات لوگ آگئے انہوں نے ہمیں اپنے گھیرے میں لے لیا ایک میرے پاس آیا اور آتے ہی اس نے مجھ سے سوال کیا۔

آپ کون ہو اور یہاں پر کیا کر رہے ہو۔ اور ساتھ ہی اس نے ہم دونوں پر پریشر ڈالنا شروع کردیا۔ اتنے میں باقی لوگ بھی وہاں پر پہنچ گئے جو ان کے ساتھ تھے۔

میں نے اسے سے کہا۔ آرام سے بات کریں کیا ہوگیا ہے آپ کو ہم نے کوئی قتل نہیں کیا کوئی غلط کام نہیں کیا صرف یہاں پر بیٹھے ہی ہیں بس اتنا ہمارا قصور ہے۔

ان چھ سات آدمیوں نے پولیس کارڈ دکھایا اور کہا کہ ہم پولیس والے ہیں ابھی گاڑی منگواتے ہیں اور آپ دونوں کو تھانے جانا ہوگا۔

میں نے کہا ہمارا قصور کیا ہے اور ساتھ ہی وہ سدرہ کے ساتھ بھی بدتمیزی سے پیش آئے مجھے اپنی عزت سے زیادہ سدرہ کی عزت عزیز تھی ۔میں سدرہ کی عزت کی خاطر ہر وہ لفظ برداشت کر رہا تھا جو کہ مجھے نہیں کرنا چاہیے تھا دوسری بات سدرہ بہت زیادہ ڈر گئی تھی حالانکہ میں اسے بار بار یہ بات سمجھا رہا تھا کہ پلیز آپ مت ڈرو کچھ بھی نہیں ہوگا لیکن وہ روئے جارہی تھی میری سوچ جب بھی اس دن اور خاص کر اس ٹائم جس ٹائم پر ہمیں بے قصور مجرم ٹھہرایا جارہا تھا وہ لمحہ یاد آتا ہے تو آنکھیں بھر آتی ہیں کہ کیا یہ دنیا والے اتنے خودغرض ہو چکے ہیں کہ دو پیار کرنے والوں کو دیکھ کر ان سے برداشت نہیں ہوتا۔

سدرہ کو اس دن سب سے زیادہ خوف صرف اس بات کا تھا کہ شاید یہ لوگ ہمیں تھانے لے جائیں گے لیکن تھانے کیوں لے جاتے وہ ہم نے کون سا قتل کیا ہوا تھا اور نہ ہی کوئی ایسا غلط کام کیا تھا۔ یہ بات تو صرف میں ہی سمجھ سکتا تھا وہ نہیں اس دن جب بھی میری نظر سدرہ کے چہرے پر جاتی تو میں اندر ہی اندر سے ٹوٹ جاتا اور میرا اندر کا انسان خون کے آنسو رو رہا تھا میں بظاہر تو خاموش تھا لیکن اندر سے ٹوٹ چکا تھا بکھر چکا تھا پتہ نہیں کس ظالم کی نظر لگ گئی تھی۔ اور سب سے بڑھ کر مجھے افسوس اس بات کا تھا کہ ہمارا جرم بھی نہیں ہے اور یہ لوگ ہمیں کیوں تنگ کر رہے ہیں میں تو سدرہ کی ہر کیفیت کو محسوس کر رہا تھا لیکن سدرہ مجھ پر خفا ہوگئی اس کے خفا ہونے کی صرف ایک ہی وجہ تھی وہ وجہ یہ تھی کہ میں نے آپ سے نہ ملنے کے لیے کہا تھا لیکن میں نے ملنے کی ضد کی تھی وہ کہتی تھی کہ آپ نہ بار بار ملنے کی ضد کرتے اور نہ میں آتی اور نہ یہ دن دیکھنا پڑتا حالانکہ اس کو اس بات کا پتہ نہیں تھا شاید کہ جو انسان کے مقدر میں ہوتا ہے وہ اسے ضرور ملتا ہے چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ وہ پریشانی ہمارے نصیب میں تھی بھلا اس کو کون ٹال سکتا تھا خیر جس طرح ٹائم گزرتا چلا جارہا تھا سدرہ کی بے چینی میں اضافہ ہوتا جارہا تھا کیونکہ اس نے جلدی گھر جانا تھا اگر وہ لیٹ ہو جاتی تو اپنے گھر والوں کو کیا جواب دیتی کہ وہ

کہاں رہی ہے سارا دن بس اس کو یہی ایک ٹینشن کھائے جارہی تھی اس کو پریشانی کے عالم میں دیکھ کر میری آنکھیں بھی نم ہوگئی تھیں میں نے سدرہ کو یہ بات محسوس نہ ہونے دی۔

پورے دو گھنٹے ان لوگوں نے ہمیں پریشان کیے رکھا واسطے دے کر اپنی جان چھڑائی اور میں نے سدرہ سے کہا کہ وہ جلدی سے بائیک پر بیٹھے اور پھر ساتھ ہی میں نے بائیک دوڑا دی۔ میرا دل تھا کہ میں سدرہ کو اس کے شاپ تک چھوڑ کر آتا ہوں تا کہ وہ جلدی سے گھر پہنچ جائے لیکن وہ دن تو ہمارے لیے کوئی منحوس دن تھا تقریبا دس کلومیٹر بھی آگے چلے تھے تو راستے میں بائیک پنکچر ہوگئی سڑک کے بائیں کنارے ہم دونوں کھڑے ہوگئے کیونکہ سدرہ نے مجھے کہا۔

پلیز کسی بھی طرح کوئی گاڑی روکو میں نے ہر صورت شام سے پہلے گھر جانا ہے اور ساتھ ہی سدرہ کو جو میں نے پہلی ملاقات پر موبائل گفٹ دیا تھا اور ساتھ سم بھی دی تھی اس نے وہ دونوں چیزیں مجھے واپس کردیں اور میں نے بہت منع کیا ۔پلیز سدرہ یہ مجھے واپس نہ کرو آپ کو پتہ ہے میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا صرف ایک یہی موبائل ہی تو ہے جو ہمارا سہارا ہے رابطہ کا لیکن سدرہ اس قدر خوف سے کمزور ہو چکی تھی کہ اس نے میری کوئی بات بھی نہ سنی اور گاڑی میں سوار ہوگئی۔

گاڑی میں سوار ہوتے وقت بھی میں نے اس کو وہ موبائل دیا لیکن اس نے انکار کردیا اور منور کو روتا ہوا چھوڑ کر چلی گئی اس کے بعد جو منور پر پہاڑ ٹوٹے وہ منور ہی جانتا ہے یا پھر اس کا رب بس اور کوئی نہیں جان سکتا۔

بہت ہمت دی اس کی جدائی نے مجھے بلوچ

آج نہ کسی کو کھونے کا ڈر ہے نہ کسی کو پانے کی خواہش
ٹوٹے دل کے ساتھ آنکھوں میں آنسو لیے

وہاں سے پیدل کافی دور جا کر ایک شاپ نظر آئی اس شاپ سے بائیک کو پنکچر لگایا اس کے بعد گھر کی طرف روانہ ہوگیا۔

سارے راستے میں آنکھوں میں آنسو چلتے رہے اور اس کی سوچوں میں ڈوبا رہا کہ صبح کے ٹائم یہی راستے تھے کتنا خوش تھا کہ آج اپنے محبوب کو ملنے جا رہا ہوں اور شام کے ٹائم وہی رستے تھے جن سے مجھے خوف آرہا تھا کاش آج میں نہ آتا کاش آج وہ نہ آتی اسی سوچ میں وہ دردناک سفر ختم ہوا۔

شام کے سائے ڈھل چکے تھے جب گھر آیا تو گھر کے سارے لوگ مجھے زہر لگ رہے تھے کسی سے بھی بات کرنے کو میرا من نہیں تھا سب نے پوچھا منور آج تم بہت پریشان ہو کیا بات ہے میں کسی کو کیا بتاتا کہ میرے ساتھ آج کیا ہوا ہے بس خاموش رہا اور سب گھر والوں سے صرف ایک ہی ریکوسٹ کی پلیز مجھے کچھ نہ کہو بس مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ پلیز۔

گھر والے کھانا لے کر آئے لیکن میں نے وہ بھی نہ کھایا تھوڑی دیر کے بعد رات ہوگئی ساری رات اسی خیالوں میں گم رہا اور مجھے اپنے آپ سے نفرت ہونے لگی تھی مجھے صرف ایک بات کی ٹینشن کھائے جارہی تھی کہ ایک تو سدرہ کے ساتھ انہوں نے بدتمیزی کی تھی اس بات کی اور دوسری اس بات کی کہ نہ جانے سدرہ کیا سوچتی ہوگی کہ منور اتنا کمزور تھا کہ ان کے ساتھ لڑ نہ سکا۔ ان کے ساتھ کوئی بات نہ کہہ سکا۔ لیکن میں سب کچھ کرنے کو تیار بھی تھا اور کر بھی سکتا تھا لیکن میں

خاموش سن لیے رہا کہ معاملہ بگڑ جائے گا اس سے بہتر ہے کہ میں خاموش ہی رہوں اور وہاں پر خاموش رہنا ہی میں نے بہتر سمجھا۔

غم اچھے ہیں جو میرے ساتھ رہتے ہیں بلوچ
اگر یہ بھی دوست ہوتے تو کب کے چھوڑ گئے ہوتے

اللہ اللہ کر کے صبح ہوئی۔ میں نے ۱۴ تاریخ کو واپس جانا تھا مطلب حیدر آباد جانا تھا میں نے سوچا آج بارہ تاریخ ہے ریلوے اسٹیشن جا کر اپنی سیٹ کروالوں اسی غرض سے دوپہر بارہ بجے گھر سے نکل پڑا تھوڑی دیر کے بعد اپنے سٹاپ پر پہنچ گیا جس جگہ سے بس میں سوار ہو کر میں نے ریلوے اسٹیشن جانا تھا ابھی اپنے سٹاپ پر رکا ہی تھا کہ بس آ گئی میں اس میں سوار ہو گیا دو والی سیٹ پر ایک سیٹ مجھے خالی نظر آئی دوسری سیٹ پر ایک مسافر بیٹھا تھا اور جو اس کے ساتھ کالی پڑی تھی میں اس پر بیٹھ گیا بس کے اندر ٹیپ چل رہی تھی اور نور جہاں کا گانا چل رہا تھا

وہ دل کہاں سے لاؤں
تیری یاد جو بھلائے
مجھے چھوڑ جانے والے
کوئی راستہ بتا دے

گانا سنتے ہی سدرہ کی یاد نے مجھے رونے پر مجبور کر دیا بہت رویا اتنا رویا کہ ساتھ والا جو مسافر بیٹھا تھا اس نے مجھ سے پوچھا۔

بھائی کیا بات ہے آپ کیوں رو رہے ہیں۔ کیا ہوا ہے آپکے ساتھ۔

لیکن میں خاموش آنکھوں سے آنسو بہاتا رہا میں نے اس کی کسی بات کا بھی جواب نہ دیا آخر کار ریلوے اسٹیشن آ گیا وہاں پہنچ کر اپنی سیٹ بک کروائی اور پھر شام کے ٹائم واپس گھر لوٹ گیا

دوسری رات بھی سدرہ کی یادوں نے چین سے سونے نہ دیا بہت کوشش کرتا رہا تھا کہ اس کا خیال کسی طرح اپنے ذہن سے نکال دوں لیکن جن سے محبت ہوتی ہے وہ کب بھلائے جاتے ہیں کاش سدرہ میری محبت کی شدت کو سمجھ سکتی لیکن افسوس کہ وہ میری محبت کو نہ سمجھ سکی۔

اک چھوٹی سے غلطی پر وہ مجھے ایسے چھوڑ گیا
جیسے وہ صدیوں سے میری غلطی کی تلاش میں تھا
وہ دوسری رات بھی بڑی مشکل سے گزری

بس باقی صرف تیرہ کا دن تھا اس سے اگلے دن میں نے واپس چلے جانا تھا میری حالت اس طرح ہو گئی تھی جیسے میں صدیوں کا بیمار ہوں اور میرے پورے جسم میں درد ہوتا تھا۔

آخر کار وہ ٹائم بھی آ گیا جس دن میں نے واپس جانا تھا میں جب بھی گھر سے پردیس کے لیے نکلتا تھا تو کبھی بھی نہیں رویا تھا لیکن اس بار ماں سے مل کر بہت رویا میری ماں مجھ سے پوچھنے لگی بیٹا منور کیا بات ہے آپ بہت دکھی ہو گئے ہو اور آپ تو جاتے وقت کبھی بھی نہیں روئے تھے اور آج اتنا اور اس قدر روئے ہو کیا بات ہے بیٹا آپ سچ بتا دو لیکن میں کسی کو کیا جواب دیتا میری تو دنیا ہی ویران ہو گئی تھی مجھے تو ہر سو اندھیرا ہی اندھیرا دکھائی دیتا تھا پہلے تو اس کے پاس موبائل ہوتا تھا اور مجھے آس رہتی تھی کہ وہ مجھ سے بات کرے گی مجھے میسج کرے گی لیکن اب تو وہ آس بھی ختم ہو گئی تھی۔

بہرکیف بوجھل قدموں کے ساتھ بڑی مشکل سے گھر سے نکلا ٹرین اپنے وقت سے ایک گھنٹہ لیٹ آئی اپنے بک کروائے ہوئے برتھ پر لیٹ گیا اور سوچنے لگا منور علی یہ چھٹی آنے سے تو

بہتر تھا میں نہ آتا یار بھی بچھڑ گیا اور جو دکھ ملے اس کا تو حساب ہی نہیں اور نہ ہی اس کو کائی اندازہ ہے

عشق کرنے کے بعد کچھ آداب ہوتے ہیں
خشک آنکھوں میں بھی سیلاب ہوتے ہیں
ہر کوئی رو کر دکھائے یہ ضروری تو نہیں
خشک آنکھوں میں سیلاب ہوتے ہیں

آخر کار وہ سفر بھی ختم ہوا اگلی صبح میں حیدر آباد پہنچ گیا اور پھر وہاں سے فیکٹری جہاں پر میں کام کرتا تھا سب لوگ اپنی اپنی ڈیوٹی پر گئے ہوئے تھے میں سیدھا اس روم کی طرف چلا گیا جس روم میں ہم تین سے چار لوگ رہتے تھے مطلب ڈیوٹی ٹائم کے بعد ہم ادھر ہی فیکٹری کے اندر ہی ہمیں روم ملا ہوا تھا وہاں رہتے تھے جو لوگ مقامی تھے وہ تو ڈیوٹی کر کے چلے جاتے تھے اور جو دور کے تھے۔ میں جونہی اس روم میں داخل ہوا تو وہاں پر میرا ایک چھوٹا سا بکس تھا جس میں کپڑے وغیرہ یا کوئی چھوٹا موٹا سامان رکھنے کے لیے رکھا ہوا تھا اس کو جب میں نے کھولا تو سامنے سدرہ کی تصویر لگی ہوئی مجھے نظر آئی تصویر دیکھتے ہی مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا او پھر تھوڑی ہی دیر کے بعد رونے بیٹھ گیا اور اس تصویر سے باتیں کرنے لگا میں بھی پاگل تھا بھلا تصویریں بھی کبھی بولتی ہیں۔ وہ تصویر سدرہ نے مجھے اس وقت دی تھی جب ہماری شروع شروع میں دوستی ہوئی تھی بہت خوبصورت تصویر تھی اتنے میں ریسٹ ٹائم ہوا اور لڑکے روم کی طرف آئے جب وہ اندر داخل ہوئے تو میری وہ حالت دیکھ کر سارے پریشان ہو گئے۔

منور کیا ہوا ہے گھر میں تو سب خیریت ہے

میں نے کہا ہاں یار سب خیریت ہے بس آپ لوگ کھانا وغیرہ کھاؤ اور واپس ڈیوٹی پر چلے جاؤ کیونکہ آپ لوگوں کا ریسٹ ٹائم ختم ہو رہا ہے انہوں نے بہت کوشش کی لیکن میں نے کسی کو بھی کچھ نہ بتایا۔

قارئین کرام کیا ملا ان لوگوں کو دو دلوں کا خون کیا یہ دنیا والے کیوں نہیں سمجھتے کہ پیار تو ایک سچا جذبہ ہوتا ہے پیار تو روح کے ساتھ بڑا رشتہ ہوتا ہے خدا کے لیے پلیز میری یہ سٹوری جو بھی پڑھے وہ خود ایک لمحہ کے لیے سوچے کہ کیا دو پیار کرنیوالوں کو جدا کیوں کرتے ہیں لوگ کیا ان کے دلو میں خوف خدا نہیں ہوتا وہ اتنے ظالم ہو چکے ہیں وہ اتنے بے حس ہو چکے ہیں آخر کار وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میرا زخم بھرنے لگا لیکن سدرہ کو میں ایک منٹ کے لیے بھی بلکہ ایک لمحہ کے لیے بھلا نہ سکا مجھے سے زیادہ یاد رات کے ٹائم جب وہ مجھے میسج کیا کرتی تھی اور پھر صبح کے ٹائم بہت یاد ستاتی تھی لیکن میں کیا کر سکتا تھا کیونکہ اس ظالم نے تو مجھے موبائل ہی واپس کر دیا تھا۔

معمول کے مطابق ایک دن میں اپنی ڈیوٹی پر تھا اس دن غالبا انتیس جولائی تھا میرے موبائل پر ایک نیو نمبر سے کال آئی میں نے او کے کی ہیلو کیا تو آگے سے سدرہ بول رہی تھی اس کی آواز سن کر میری تو آنکھیں ہی کھل گئیں اور اس کی بات سن کر مجھے چکر آنے لگے۔

اس نے مجھے کہا منور تم بے وفا ہو تم مجھ سے پیار کرتے ہی نہیں تھے سارا قصور آپ کا ہے وہ بجائے میری طرف داری کرتی وہ ان لوگوں کی طرف داری کرنے لگی ان لوگوں کا تو کوئی قصور نہیں تھا سارا قصور آپ کا ہے آپ اتنے اچھے ہوتے تو ان کے ساتھ لڑتے آپ تو خاموش رہے

میں آچکے بعد آپ سے اپنا ہر رشتہ ختم کرتی ہوں
سدرہ کی باتیں ڈائریکٹ میرے دل پر وار کرنے
لگی اور آنکھوں سے آنسو ہی آنسو آنے لگے ڈیوٹی
وغیرہ میں نے چھوڑ دی اور اپنے روم کی طرف
چلا گیا کافی دیر تک وہ مجھ سے باتیں کرتی رہی اور
میرے دل پر تیر برساتی رہی کبھی سوچا بھی نہ تھا
کہ سدرہ اس طرح بھی کرے گی میرا جرم اتنا تھا
کہ میں پارک سے وہاں نہر کے کنارے اس کو
لے گیا تھا میں تو اس کی عزت کی خاطر وہاں ان
لوگوں کے سامنے بکری بن گیا تھا۔ لیکن افسوس کہ
وہ عزت بھی جاتی رہی۔

کاش سدرہ آپ مجھے اس وقت بتا دیتی
افسوس بے حد افسوس سب سے بڑھ کر مجھے افسوس
تو اس بات کا ہو رہا تھا کہ اس نے مجھے طعنہ دیا تھا
کہ آپ کچھ نہیں کر سکتے ان لوگوں کا میں جس کے
لیے خاموش رہا اس نے یہ بات کر دی کاش سدرہ
آپ مجھے سمجھ سکتی کہ منور تم سے کتنی محبت کرتا ہے
میں تو اس کی محبت میں اس قدر پاگل تھا کہ جب
وہ مجھے ملنے آتی تھی تو میں مدہوش ہوتا تھا اس کو
دیکھ کر اپنے آپ پر کنٹرول کرنا مشکل ہو جاتا تھا
پتہ نہیں اس کے سمارٹ سے جسم میں کیا چیز کی
کشش تھی اس بات کی مجھے سمجھ نہیں آئی تھی سدرہ
مارے تیر برسانے کے بعد کال ڈراپ کر گئی لیکن
میرے سارے زخم تازہ کر گئی کبھی وہ دن بھی تھے
کہ سدرہ ہمارے سانس کے ساتھ سانس لیتی تھی
اور آج نجانے اس کو کیا ہو گیا تھا۔ سدرہ نے مجھے
ایک میسج کیا تھا وہ کچھ اس طرح تھا۔

یو لوی۔۔۔لوی۔ لوی۔ آج سدرہ دل سے
بول رہی ہے قسم رب دی آئی لو یو۔ یہ میسج سدرہ
نے مجھے چھبیس اکتوبر کو کیا تھا اس دن سدرہ کی
تصویر کو سامنے رکھ کر بہت رویا کہ ہم دونوں تو کبھی
ایک دوسرے کے دلوں پر راج کیا کرتے تھے
اور اچانک اس دنیا نے ہم دونوں کو جدا کر دیا میرا
یہ سدرہ کو پیغام ہے سدرہ آپ کل بھی میری تھی
اور آج بھی میری ہو منور کل بھی تم سے محبت کرتا تھا
اور آج بھی کرتا ہے کبھی وہ منور تھا جس کی ہر رات
شب رات اور ہر دن عید کا دن ہوتا تھا لیکن اب تو
خوشی نام کی چیز سے بھی ڈر لگتا ہے بہت زیادہ
خوف آتا ہے اس دن سے لے کر آج تک سدرہ
نے دوبارہ رابطہ نہیں کیا اور شاید اب وہ کبھی بھی
مجھ سے بات نہ کرے میں تو ہر وقت اس کی
سوچوں کے محور میں گم رہتا ہوں اور سوچتا رہتا
ہوں کہ پتہ نہیں اب وہ کس حال میں ہوگی کیسی ہو
گی میں تو اس کی یاد میں یہ ایک گانا سنتا رہتا ہوں
اور ساتھ اپنی آنکھیں بھی نم رکھتا ہوں وہ گانا کچھ
اس طرح ہے۔

جانے کہاں گئے وہ دن
کہتے تھے تیری راہوں میں
پلکوں کو ہم بچھائیں گے
چاہے تم جہاں بھی رہو
تجھ کو نہ بھول پائیں گے
اپنی نظر میں آج کل
دن بھی اندھیری رات ہے
سایہ ہی اپنے ساتھ تھا
سایہ ہی اپنے ساتھ تھا
چاہے تم جہاں بھی رہو
تجھ کو نہ بھول پائیں گے
تجھ کو نہ بھول پائیں گے

قارئین کرام یہ تھی منور علی اور سدرہ کی
سٹوری آپ سب دوستوں کی رائے کا شدت

سے انتظار رہے گا کہ میں یہ سٹوری لکھنے میں کہاں
تک کامیاب ہوا ہوں۔ میرے بہت سارے
بہن بھائی سٹوری پڑھ کر کہتے ہیں سر ہماری بھی
سٹوری لکھو گے میں جواب دیتا ہوں ضرور پھر وہ
میرے بہن بھائی مجھے یہ کہتے ہیں کہ سر آپ ہمیں
کال کرو ہم آپ کو اپنی کہانی سناتے ہیں سٹوری
انہوں نے سنانی ہوتی ہے اور کال میں کروں
اور اس کے علاوہ میری کچھ سسٹرز ہیں وہ سٹوری
پڑھ کر مس کال کرتی ہیں ان کو کال کی جائے
اور پوچھا جائے پلیز آپ کون ہیں تو آگے سے
ان کا سوال ہوتا ہے کیا آپ مقصود احمد بلوچ بات
کر رہے ہیں۔۔جی ہاں مقصود ہی بات کر رہا
ہوں سر ہم نے آپ کی سٹوری پڑھی اور ہمیں آپ
کی وہ سٹوری بہت بہت اچھی لگی اس لیے ہم نے
آپ کو مس کال دی تو اس طرح کے بہن
بھائیوں پر مجھے بہت افسوس ہوتا ہے اگر آپ کو
اتنی ہی اچھی سٹوری لگی ہے اور آپ لوگ رائے
دینا چاہتے ہیں تو ایک کال کر لو نہیں تو پھر مس کال
کرنے کی کیا ضرورت ہوتی ہے۔ پلیز میری ان
سب سے ریکوسٹ ہیں اس طرح ہرگز نہ کریں یہ
اخلاقی لحاظ سے غلط بات ہے میرے کچھ دوست
ہیں میں ان کا شکر گزار ہوں کہ وہ میری حوصلہ
افزائی کرتے رہتے ہیں اور مجھے ہر پل یاد رکھتے
ہیں میرے ان دوستوں میں سب سے پہلے راؤ
محمد ندیم۔ سجدہ صابر بورے والا صوفیاں سرگودہا
سے امداد علی ڈیرہ غازی خان سے بہت ہی
پیارے بھائی رمضان پریمی صاحب جناب اب
بہت ہو گیا ہے رابطہ کرو سیف الرحمن زخمی صاحب
عائشہ ملتان سے صدیق کانجو ملتان سے میری طرف
سے میرے ان تمام دوستوں کو بہت بہت سلام

آخر میں ایک غزل سدرہ اور منور کے نام کرتا ہوں
اور دعا کرتا ہوں کہ منور کو اس کی سدرہ مل جائے
مطلب رابطہ ہو جائے۔

میرے جان و دل میرے ہمسفر
میں اداس ہوں کوئی بات کر
تیرے لب ہلیں تو کٹے سفر
میں اداس ہوں کوئی بات کر
کوئی بوجھ ہے تو اتار دے
کوئی خوف ہے تو نکال دے
میرا ہاتھ ہے تیرے ہاتھ پہ
میں اداس ہوں کوئی بات کر
نہیں یاد کتنے برس گئے
تیری گفتگو کو ترس گئے
میری کھڑکیاں میری دیوار و در
میں اداس ہوں کوئی بات کر
تجھے چپ ہے کیسی لگی ہوئی
ابھی عمر تو ہے پڑی ہوئی
ابھی مسکرا ابھی غم نہ کر
میں اداس ہوں کوئی بات کر۔

آپ سب کا بھائی۔ مقصود احمد بلوچ۔

اپنا غم مجھے دے دو

تم اپنا غم و رنج و الم اپنی پریشانی مجھے دے دو
تمہیں غم کی قسم اس دل کی ویرانی مجھے دے دو
یہ مانا کہ میں کسی قابل نہیں ان نگاہوں میں
مگر تم اپنا ہر دکھ ہر حیرانی مجھے دے دو
میں دیکھوں تو سہی دنیا مجھے کیسے ستاتی ہے
کوئی دن کے لیے اپنی نگہبانی مجھے دے دو
جو دل میں نے مانگا تھا مگر غیروں نے پایا ہے
بڑی شے ہے اگر اس کی پریشانی مجھے دے دو،

روٹھا نصیب

تحریر: حاجی محمد انور لانگ ۔ لانگ شمالی ۔ جھنگ ۔ 0345.7091441

جناب شہزادہ صاحب اور ریاض احمد صاحب کافی عرصہ بعد ایک اور کہانی روٹھا نصیب کے ساتھ حاضر ہو رہا ہوں امید ہے کہ اس کو فوری شائع کر دیں گے یہ کہانی میرے لیے بہت اہم کہانی ہے اس کو ضرور جگہ دینا۔

قارئین کرام اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازیئے گا مجھے آپ کا رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ادارہ جواب عرض کے پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ذمہ دار ادارہ جواب عرض یا میں نہ ہوں گے سب کو میری طرف سے سلام اور نیا سال 2016 مبارک ہو۔ہیپی رہو سب ہی۔آمین۔

سال 2014 مین میری ایک کہانی محبت عذاب ماضی کافی پسند ہوئی آج کل خطوط کے ذریعے رائے دینے کا وقت نہیں رہا موبائل کا دور ہے ایس ایم ایس اور کال کے ذریعے پتہ چلتا ہے کہ کہانی کس معیار پر اتری ہے چار روز قبل میرے نمبر پر ایک ایس ایم ایس آیا لکھا تھا۔

ہیلو بھائی میرا نام عاشی ہے میں لاہور سے ہوں اور میں اپنی داستان آپ کو سنانا چاہتی ہوں اور اسے جواب عرض میں چھپوانا چاہتی ہوں مجھ سے رابطہ کریں۔

یہ نمبر زونگ کا تھا اور میرا ٹیلی نار کا ہے لہذا میں کال کرنے کی بجائے ایس ایم ایس کے ذریعے معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا پھر ایک اور بھی میرے ذہن میں خیال آیا کہ کہیں یہ کوئی بوائے نہ ہو اکثر ایسا میرے ساتھ ہوا ہے طاہر احمد۔ جواد احمد اور بھی اس عزیز کے نام ہوں گے مگر مجھے صرف ان دو ناموں کا پتہ اس کی یہ عادت ہے کہ وہ مجھے اکثر لڑکیوں کے نام سے اور مختلف شہروں کے نام بتا کر دل لگی کرتا رہا ہے ممکن ہے وہ کسی اور سے بھی ایسا کرتا ہو گا وہ ایسا کیوں کرتا ہے آپ خود سمجھدار ہیں بعض انسان دوسروں کی کمزوریوں کی کھوج میں لگے رہتے ہیں تا کہ بوقت ضرورت کام آ جائے۔

بہر حال کسی اور طرف بات نکل گئی ہے۔ میں عاشی کو بھی اس نظریے سے جواب لکھ رہا تھا تین چار دن ہمارے درمیان ایسے ہی گزر گئے میں نے اسے جانچنے کے لیے ایک میسج کیا کہ میں آپ کی آواز سننا چاہتا ہوں اس خیال سے اگر وہ کوئی لڑکا ہوا تو فون بند کر دیگا اور اگر وہ واقعی عاشی ہوئی تو آواز سن کر یقین کر لوں گا۔ پھر اوپر سے بلدیاتی الیکشن آ گیا اور یوں دو دن رابطہ منقطع ہو گیا

میں نے اسے اتوار کا وقت دیا کہ میں کال کروں گا چونکہ ہفتہ کو الیکشن تھا اس لیے اتوار کا دن مقرر تھا اتوار والے دن اس کا نمبر بند تھا لہذا رابطہ نہ ہو سکا سوموار کو رابطہ ہوا۔تو اس نے بتایا کہ اتوار کو میرا نمبر بند ہوتا ہے اور میں اتوار بازار چلی جاتی ہوں اور میرا ایک موٹر سائیکل والے سے ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ مجھے بہت دکھ ہوا خیر خریت پوچھی تو کہنے لگی کہ بس معمولی چوٹ آئی تھی ٹھیک ہوں یہ ساری باتیں ایس ایم ایس پر ہوئی تھیں۔آخر میں نے لکھا۔

میں آپ کی آواز سننا چاہتا ہوں اس نے لکھا کہ کال کر لو۔

میں اپنے ٹیلی نار سے کال کی اور اس کی آواز سنی اور خیریت پوچھی اس کی آواز واقعی پیاری تھی ایسے لگتا تھا کہ وہ لڑکی بی اے یا ایم اے ہے گفتگو کا انداز اور لہجہ دلدوز تھا اور بہت ہی سلجھا ہوا تھا مختصر بات ہوئی اور میں نے اتنا ہی جانچنا تھا دعاؤں کے ساتھ کال منقطع ہو گئی۔

ہوا کی لہروں پر جتنی بات ہوئی میں اس کے بارے میں سوچنے لگا کہ واقعی اچھی لڑکی ہے اور یوں یوں اس کے نقش ہو گئے۔کال بند ہونے کے بعد میں نے اس کو ایس ایم ایس کیا کہ بات کرنے کا شکریہ آپ کی آواز بہت ہی پیاری ہے اور سویٹ ہے اس نے بھی تھینکس لکھا اور پھر ہمارے درمیان ایس ایم ایس کی سپیڈ تیز ہو گئی اس کے ہر میسج کے آخر میں لکھا ہوتا تھا جو اس نے سگنیچر نا رکھا تھا۔

جان ۔ تم ۔ میری ۔ ایم

میں نے اس سے پوچھا کہ ایس ایم ایس سے اندازہ ہوا ہے کہ آپ کو کسی سے محبت تھی جس کا نام ایم سے شروع ہوتا ہے

اس نے جواب دیا کہ نہیں ایسی کوئی بات ہیں اس نے بات ٹال دی کیوں مگر میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ اس کو زخم دل کا ہے او دل کا زخم کبھی بھرتا نہیں۔

جیدا دل ٹٹ جائے جیدی گل مک جائے
جنہوں چوٹ لگے اوہ جانے۔

اور ایسی چوٹیں مجھے لگ چکی تھیں لہذا میں نے اس کے زخم کو دماغ کے پیمانے سے ناپ لیا اس نے ایس ایم ایس کیا کہ میری کہانی کب سنو گے۔

میں نے جواب دیا کہ کل یعنی آج منگل کو سنوں گا میں نے اسے بتایا کہ مجھے کہانی سننے کے لیے کچھ دیر ٹائم چاہیے اور ایسا وقت چاہیے کہ میں گھر سے باہر نکل کر سنوں لہذا میں نے اپنا پیکج چیک کیا تو میرے پاس ۳۶ منٹ تھے میں نے اسے بتایا کہ آپ کی کہانی کے لیے ۳۶ منٹ میرے پاس موجود ہیں اس ٹائم میں تم اپنی کہانی سنا دینا۔

میں موٹر سائیکل لے کر باہر نکل گیا اور ایک ویران جگہ پر جا کر اسکو کال کی اس نے میسج کیا کہ ویٹ کرو وہ اس وقت بزی تھی اور کسی فرینڈ سے گفتگو کر رہی تھی میں نے اسے کہا

اگر ٹائم نہیں تو میں واپس چلا جاتا ہوں

اس نے جواب دیا کہ کال کرو آپ

میں نے دوبارہ اس کا نمبر ڈائل کیا اور ہماری کال شروع ہو گئی خیریت پوچھی

بگھر والوں کی خیریت پوچھی اس نے بتایا۔
سب خیریت ہے اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں کال کرنے سے ایک روز قبل اس کے ایس ایم ایس کے جواب میں میں نے ایک ایس ایم ایس کیا تھا

سنا ہے کہ بدلہ لے لیتے ہو تم ہر بات کا
کبھی آزمائیں گے ہم بھی۔۔کو۔۔کر

آپ کچھ جگہ میں نے خالی چھوڑ دی ہے اکثر ہم لوگ خالی جگہوں کو خود پر کیا کرتے ہیں لہذا آپ بھی ہر خالی جگہ خود پر کرلیں۔یا ہو سکتا ہے آپ نے خود پہلے کسی کو یہ ایس ایم ایس کیا بھی ہو پھر تو اچھی بات ہے۔
اس نے اس میسج کے جواب میں صرف اتنا لکھا پاگل اس پاگل کے لفظ میں کتنی اپنائیت تھی میں بہت محظوظ ہوا یا اس کو بیان کرنے کے لیے کوئی اور جملہ ہو مجھے اس وقت مل نہیں رہا۔ اسنے بتایا کہ میری تعلیم صرف آٹھ جماعت ہے اور مجھے اس سے آگے پڑھیا نہیں مجھے پڑھنے کا بہت ہی شوق تھا مگر میری بدنصیبی میں نے خاندان کی تفصیل پوچھی۔
کہنے لگی ہم چار بہنیں دو بھائی ہیں اور امی ابو بھائی کی موبائل کی شاپ ہے اور ابو بھی وہاں چلے جاتے ہیں صبح اٹھ بجے سے شام پانچ بجے تک وہیں رہتے ہیں اور شام کو میں اپنا موبائل بند کر دیتی ہوں اس نے بتایا کہ مجھے درس میں جانے کا جنون کا شوق ہے مگر مجھے وہاں بھی نہیں جانے دیا گیا۔سب بہن بھائی امی ابو ایک طرف ہیں اور میں اکیلی ایک طرف۔ کتنی عذاب والی زندگی ہے اس گھر میں میں گھر میں ہوں مگر خود کو تنہا سمجھتی ہوں جیسے میرا کوئی اپنا نہیں سب مجھ پر ہنستے ہیں بہنیں ایک دوسرے سے محو گفتگو رہتی ہیں اور میں اکیلی کمرے میں دم سادھے چپ چاپ رہتی ہوں مجھے اتنا پتہ ہے کہ سورج کسی وقت نکلتا ہوگا اور شام ہونے پر پتہ چلتا ہے کہ اب ڈوب گیا یہ نظام قدرت ہے کہ وقت بدلتا ہے دن کے بعد رات ہوتی ہے اور پھر صبح ہوتی ہے۔مگر میرے نصیب میں کب صبح ہوگی کوئی اندازہ نہیں کر پا رہی پھر کہنے لگی میری زندگی میں ایک شخص آیا تھا فرشتہ بن کر اس نے مجھے مالا مال کر دیا دل و دماغ میرا آسمان پر پہنچا دیا مجھے کسی چیز کی کمی نہیں یوں سمجھو کہ سب اس کی دین ہے۔
میں نے سوال کیا کہ اس سے شادی کیوں نہیں ہوئی۔
کہنے لگی۔وہ مجھے ذات سے زیادہ چاہتا تھا وہ اپنے بھائی اور بہنوں کی شادی پہلے کرنا چاہتا تھا تا کہ سکون سے مجھے بیاہ کر لے جائے میں بھی خوش تھی اور وہ بھی خوش میں تصورات میں کہیں چلی جاتی تھی ہواؤں کی لہروں میں جھولتی تھی کبھی خوابوں میں خیالوں میں پریوں کے دیس میں چلی جاتی تھی مگر نصیب اتنا ساتھ نہیں دیتے وہ بہت بھاری اور ست ہوتے ہیں وہ انسان کو لے کر ڈوب جاتے ہیں اور میں ڈوب گئی میرے گمان میں بھی نہیں تھا کہ ایسا ہوگا کسی طرح میری ایک بہن کو پتہ چل گیا اس نے بھائیوں کو بتا دیا کہ عاشی کے کسی سے تعلقات ہیں۔اب آپ سوچ رہے ہونگے کہ میرے تعلقات کیسے تھے بہن بھائی میں پاکیزہ ہوں جتنا ایک فرشتہ ہوتا ہے

پاک وصاف میری بہن نے تو ایک چغلی کھائی اور مجھے تعلقات کے دلدل میں دھکیل دیا الزام لگانا بہت آسان مگر جس پہ الزام لگے اس کو پاک دامنی ثابت کرنا کتنا مشکل ہوتا ہے کوئی اس پر یقین نہیں کرتا ماں باپ کتنے عظیم ہوتے ہیں جو ہمیں پالتے ہیں پوستے ہیں ہماری زندگی کا خیال رکھتے ہیں ہم جب گندے ہو جاتے ہیں تو اپنے پاک صاف کرتے ہیں صاف ستھرے کپڑے پہناتے ہیں۔ان کے احسانوں کا ہم بدلا نہیں اتار سکتے انکا ادب واحترام لازم ہوتا ہے اور وہ ناراض ہو جائیں خفا ہو جائیں ایسے گمان ہوا ہے جیسے خدا ہم سے روٹھ گیا تو بھلا ہم کیوں اپنے ماں باپ کی عزت خاک میں ملائیں۔ اور یہ اصول اور ایمان میرا ہے میں نے گھر کی دہلیز پار نہیں کی میں اس کو کبھی ویرانے میں نہیں ملی اور نہ ہی کبھی اس نے ایسی خواہش ظاہر کی۔ اگر میری پرورش میں کمی ہوئی ہوتی تو میں کب کی کورٹ میرج کر کے اپنا گھر بسا لیتی اپنے والدین کی عزت تار تار کر دیتی اور ان کو روتا ہوا چھوڑ کر بے دھیان ہو جاتی مگر میرے بھائی میں نے ایسا نہیں کیا۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہیں بچپن میں ہوں اور اگر میں میلی کچیلی جب ہوئی تو مجھے والدین اپنے ہاتھوں سے زمین سے اٹھا لیں گے اور مجھے دوبارہ پاک صاف کر لیں گے مگر ایسا میرے ساتھ نہیں ہو رہا۔ایک بہن نے میرے خلاف باتیں کر کے بھائیوں کے کان بھر کے مجھے بدنام کر دیا اپنے ماں باپ کی نظروں میں میں نے بہت ترلے کیے منتیں کیں کہ میں نے کوئی غلط کام نہیں کیا میں پاکیزہ ہوں بے گناہ ہوں مگر انسان جب نظروں سے گر جائے تو وہ کہیں کا نہیں رہتا۔اور یہی حال میرا ہے میں سب کی نظروں میں گر چکی ہوں میری بات پر کوئی یقین نہیں کرتا ہے جیسے میں غیر ہوں ان کا خون نہیں پھر ایک اور جگہ سے میرے لیے رشتہ آیا وہ لوگ ہمارے گھر آئے بات پکی ہوئی اور اس لڑکے کا اصرار تھا کہ میں اس کو اکیلے میں ملوں وہ کہتا تھا کہ شادی سے قبل لڑکی اور لڑکے کو ملنا چاہیے ایک دوسرے کو پرکھنا چاہیے انڈرسٹینڈنگ ہونی چاہیے بھائی آپ خود سوچیئے کہ اگر میں اس سے تنہائی میں ملتی تو وہ میرے ساتھ کیسا سلوک کرتا میں تو ایسے لمحات سے ڈرتی ہوں کہ جب تک کوئی بندھن نہ ہو اور ہم لڑکیاں اس سے قبل ہی میل ملاپ کریں میں مشرقی لڑکی ہوں میرا اسلامی ذہن ہے اور میں کوئی غلط کام کا تصور سے بھی کانپ جاتی ہوں میرے اس انکار پر انہوں نے منگنی توڑ دی اور میں اپنے نصیب ریت کے صحرا میں تلاش کرتی رہ گئی۔کاش میرا نصیب زندہ رہتا اور میں خود مر جاتی۔
میں نے دوبار زہریلی گولیاں بھی کھائیں تھیں مکمل ڈوز اور کمرے کا دروازہ لاک کر کے ہاتھ پھیلا کر موت کو آواز دی کہ آجاؤ میں اکیلی ہوں خدارا مجھے اپنے ساتھ لے جاؤ مگر وہ آتے آتے رک گئی اس نے کہا۔
تم آرام کر لو ابھی آتی ہوں وہ نہ آئی مگر میرے بھائی کو پتہ چل گیا اور وہ دروازہ توڑ کر اندر آیا اور مجھے فوراً ہسپتال لے گئے ڈاکٹروں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور مجھے آکسیجن

لگائی اور پتہ نہیں کیا کیا ادویات استعمال کیں میرے معدے کو واش کیا گیا اور پھر جب میری سانسیں بحال ہوگئی تو تب گھر لے گئے۔ بس اس فعل نے گھر والوں کو اور بھی متنفر کر دیا چہ جائیکہ مجھ سے زیادہ پیار کرتے اپنی عنایتیں بڑھاتے الٹا نفرتیں وار کرتے مگر کچھ بھی نہ ہوا انہیں کیا پتہ کہ منگنی کیوں ٹوٹی۔ وہ تو مجھے بدنصیب گردانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ہمارے خاندان میں ایک بوجھ ہے اس چار دیواری میں بوجھ ہے یہ کب بوجھ اترے گا بس وہ مجھے بوجھ سمجھتے ہیں سب لوگ کہتے ہیں کہ جلدی جلدی یہ دفع ہو جائے کہیں دور چلی جائے اسکی شکل بھی ہمیں نظر نہ آئے۔

میں دن رات سوچتی ہوں کہ میرا آخر کیا گناہ ہے انہیں میں کیا بتاؤں کہ وہ مجھے شادی سے قبل ہی بے آبرو کرنا چاہتا تھا جو میں نے انکار کر دیا میں نے انکار تو اس بات کا کیا شادی سے نہیں کیا انکار تو ان کی طرف سے ہوا ہے جو گھر والوں کے دلوں پر بھاری ثابت ہوا اور میرے ماتھے پر بدنصیبی کی مہر ثبت ہوگئی جب میرے ابو گھر آتے ہیں تو جی چاہتا ہے کہ وہ مرے پاس آئیں گے میرے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھیں گے میرا ماتھا چومیں گے اور میں یوں ترستی رہ جاتی ہوں اور میرے رونگھٹے چند لمحے کھڑے ہو کر جسم ٹھنڈا ہو جاتا ہے کافی دیر تک سسکتی رہتی ہوں اور در و دیوار مجھے کھانے کو آتے ہیں کمرے کی چھت بھی نہیں گرتی پنکھا جب چلاتی تھی تو اس کی ہوا میں میں بھی اڑتی تھی تتلیوں کی طرح مگر وہ دن بیت گئے اب تو سہمی سہمی رہتی ہوں کہ پھر کوئی اور الزام لگ جائے واہ رے زندگی تو بھی بے وفائی کرتی چلی آرہی ہے جبکہ سب کی وفائیں خاک ہوگئیں۔

میں نے پوچھا۔اب آپ۔

کہنے لگی مجھے ایسے لگا کہ جیسے وہ رونے والی ہو مگر اس نے بہت ضبط سے لہجے میں روانی اختیار کی بولی آپ میرا رشتہ ایک پاگل انسان سے جوڑ رہے ہیں وہ ایک پاگل انسان ہے چالیس بیالیس سال کا جو خود بخود ہنستا رہتا ہے کبھی ہواؤں کو گھورتا ہے کبھی پتھروں سے کھیلتا ہے ایک روز میرے بھائی اس کی ہنسی ریکارڈ کر کے لایا اور گھر والوں کے سامنے کہنے لگا۔

خاموش۔۔ یہ ہنسی سنو ہماری عاشی بہن کے منگیتر کی ہے اور جب بھائی نے اس کی آواز سنائی تو سب لوگ ہنسنے لگے اور ہنستے ہی رہے اور میں لپٹ کر رونے لگی اور وہ ہنستے لگ گئے

واہ رے زندگی ایسے لگتا ہے میرا نصیب مجھ پر ہنس رہا ہو زور زور سے اور ایسی آوازیں میرے کانوں میں آج بھی گونجتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں میرا نصیب کسی پتھر کے نیچے دب گیا ہے بے جان بے سدھ میں دعائیں مانگتی ہوں کہ کاش میرا نصیب لکھنے والے نے کیسا لکھا ہے جو ابھی تک میرے سامنے نہیں ہے کہیں گم ہے روپوش ہے کسی بڑے پتھر کے نیچے دب کر سسکیاں بھر رہا ہے نہ مجھے آواز دیتا ہے اور نہ ہی میری پکار سنتا ہے کاش۔اے کاش ایسا کیوں ہوا میرے ساتھ۔

یادوں میں تیری یاد تھی کیا یاد تھا کچھ یاد نہیں
تیری یاد میں سب بھول گئے کیا بھول گئے کچھ یاد نہیں۔
بس یاد ہو تم صرف یاد ہو تم کیوں یاد ہو تم
کیوں یاد ہو تم۔۔۔ کچھ یاد نہیں

انور بھائی یہ ہے میری داستان غم چونکہ آپ کے منٹ بہت کم تھے سو وقت کو ملحوظ خاطر رکھا ہے ورنہ دل کے زخم تو اب پھوٹے تھے بہت کچھ کہنے کو میں نے اسے کہا۔

تم اپنے ابو کو صاف انکار کر دو کہ میں اس پاگل سے شادی نہیں کرنا چاہتی ہوں اس سے بہتر ہے کہ مجھے کنویں میں پھینک دو جس طرح حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے کنویں میں پھینک دیا تھا کہنے لگی۔

بہت کہا ہے پاؤں بھی پکڑے ہیں مگر وہ کہتے ہیں کہ سب تذاق ہے کبھی کبھی میرے پاؤں پر اپنی پگڑی ڈال دیتے ہیں کہ تم کیوں انکاری کرتی ہو آخر ایک نہ ایک دن تو تمہیں یہ گھر چھوڑنا ہی ہے تو بہتر ہے کہ خوشی خوشی چلی جاؤ وہ چپ ہوگئی اور میں چند لمحے سوچتا رہا۔ کہ بیٹیاں تو اللہ کی رحمت ہوتی ہیں ہم کیوں ان کو بوجھ سمجھتے ہیں اور ایسے انسان کے پلے باندھ دیتے ہیں جو زندگی کی ذمہ داریاں پوری کرنے میں قاصر ہوں میری خاموشی پر وہ بولی

تھینکس آپ نے مجھے وقت دیا میرے لیے چند منٹ بچا کر رکھے آپ کا بہت احسان ہے پلیز اپنا خیال رکھنا آپ بہت ہی اچھے انسان ہیں اچھے انسانوں کی زندگی خدا تعالیٰ لمبی عطا کرے اور وہ ہمیشہ خوش رہیں آباد رہیں۔پھر بولی میری یہ کہانی کب چھپے گی۔

میں نے کہا کہ یہ مجھے پتہ نہیں شاید دو چار ماہ لگ جائیں آہ بھر کر بولی۔

میری شادی ۲۵ دسمبر کو تو ہو جائے گی کہانی بعد میں چھپے گی نہ جانے میں اس وقت کہاں ہوں گی۔لیکن جہاں بھی رہوں آپ سے رابطہ رہے گا کہانی کا عنوان مجھے لکھ دینا کہ آپ نے کیا رکھا ہے میں منتظر رہوں گی۔

ہوئے ہم جن کے برباد
وہ چاہیں کریں نہ ہم کو یاد
مگر ہم پھر بھی ان کو یاد کیے جائیں گے

قارئین کرام کیسی لگی میری یہ کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیئے گا۔ اور میری بہن کے لیے دعا کریں کہ خدا اس کی زندگی خوشیوں سے بھر دے آمین۔

غزل

کتنا اختیار تھا اس کو اپنی چاہت پر
اسی لئے چاہا یاد کیا جب چاہا بھلا دیا
جانتا تھا وہ مجھ کو بھلانے کے ہر انداز
اسی لیے چاہا تو ہنسا دیا جب چاہا رولا دیا
رکھتا تو تھا وہ میرا بہت ہی خیال
اس لئے جب چاہا خفا کیا جب چاہا منا لیا
لگتا تھا اس کو مجھ سے بہت ہی پیار ہے
اس لئے جب چاہا اپنا لیا جب دامن چھڑا لیا

ساجدہ صابر۔بوریوالہ



بدلا رت

تحریر۔ جلال یمنی۔ قادری۔ پشاور۔

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ اس بار میں جو کہانی لے کر آیا ہوں اسکا نام میں نے۔ بدلہ رت۔ رکھا ہے امید ہے سب کو پسند آئے گی مجھے آپ لوگوں کی محبتوں کا شدت سے انتظار رہے گا میں نے اس سٹوری میں معاشرے کے... ساری ایسی باتیں ہیں جن پہ لکھا ہے اور جن پر لکھنے کی ضرورت تھی بہت سی ہماری خواہشوں کے لیے۔ تشکلات ہوتی ہیں ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ... کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

بعض اوقات انسان حالات کے ایسے دوراہے پر کھڑا ہو جاتا ہے جو بالکل اس کی توقع کے عین برعکس ہوتا ہے۔

یہ کہانی میری ایک پڑوسن کی ہے میں اس وقت انجینئرنگ کے دوسرے سال میں ہوں اور یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں اپنی کلاس پاس کر کے پہلی بار کالج میں داخلہ لینے پشاور آیا تھا میرے ابو کے دوست کا بیٹا ایک این جی او میں پراجیکٹ منیجر ہے اس نے مجھے اپنے این جی او میں جاب دلا دی اور ہاسٹل کی بجائے این جی او کے فلیٹ میں رہنے لگا۔ چونکہ مجھے بچپن سے اکیلے رہنا بہت پسند تھا اس لیے یہاں بھی میں فلیٹ میں اکیلا ہوتا تھا اور یوں دن بہت اچھے گزر رہے تھے کچھ دنوں بعد میرے بھائی کا ایک دوست کچھ کام کے سلسلے میں پشاور آیا اور میرے ساتھ رہنے لگا لیکن وہ سارا دن بہت خاموش گم سم سا رہتا جیسے اس کی کوئی بہت ہی قیمتی چیز کھوئی ہو آخر میں نے ایک رات اسے اپنے ساتھ کھانے پر باہر لے گیا کھانے کے بعد میں نے اس سے اس سکوت پن اور اداسی کی وجہ پوچھی تو وہ زیر لب ہو گیا اور بولتے وقت وہ اچانک ہنک سا ہو گیا میں نے فوراً اسے پانی پلایا۔ کچھ وقفے کے بعد اس نے مجھے بتایا۔

ہم دو بھائی اور ایک بہن ہیں میں سب سے چھوٹا ہوں جب میں پیدا ہوا تو پورے گاؤں میں مٹھائیاں تقسیم کی گئیں خود کو ایک متوسط گھرانے میں پایا ابو سارا دن کھیتوں میں کام کرتا تھا۔ جب میں پانچ سال کا ہوا تو گاؤں کے مڈل سکول میں داخل کر دیا بڑا بھائی سارا دن ابو کے ساتھ کھیتوں میں کام کرتا تھا زندگی بہت اچھے طریقے سے گزر رہی تھی اور یوں پتہ بھی نہیں چلا کہ میں نے مڈل پاس کر لیا تعلیم کا شوق نہ ہونے کی وجہ سے میں نے آگے تعلیم جاری رکھنے کا فیصلہ ترک کر دیا لیکن بڑے بھائی نے زبردستی مجھے اپنے گاؤں کے سکول میں داخل کروا دیا نہ چاہتے ہوئے بھی میں نے تعلیم آگے جاری رکھی۔

اب میں ابو اور بھائی کے ساتھ کھیتوں میں کام بھی کرواتا تھا اور یوں اللہ اللہ کر کے کسی طرح میں نے میٹرک پاس کی بھائی نے بہت کوشش کی کہ میں آگے پڑھوں کالج جاؤں لیکن تعلیم کا شوق نہ ہونے کی وجہ سے میں نے تعلیم کو یہاں خیر آباد کہہ دیا کچھ دنوں بعد میں نے بھائی کو سوزوکی ڈبہ خریدنے کا کہا پہلے تو بھائی نے صاف انکار کر دیا لیکن میرے بار بار اصرار کرنے پر آخر کار راضی ہو گیا اور یوں مجھے سوزوکی ڈبہ خرید کر دے دیا۔

میں صبح نماز پڑھنے کے بعد کام پر نکل جاتا اور رات دیر تک واپس آتا تھا کچھ دنوں بعد مجھے اپنے گاؤں کی چند لڑکیوں یعنی ایک جھنڈ بن کر آپ ہمیں کالج چھوڑ کر اور واپسی پر لے کر بھی آؤ گے پیسوں کی پیشکش اچھی تھی سو میں راضی ہو گیا اور ان کو کالج لانا اور لے جانا شروع کر دیا۔

ان میں سے ایک لڑکی جس کا نام صبا تھا میرے ساتھ آگے بیٹھتی تھی میں جب بھی اسے دیکھتا تو میرے دل میں ایک ٹھیس سی اٹھتی میں اس کیفیت کو سمجھنے سے قاصر تھا کئی بار اس بات کرنے کی کوشش کی پر ہمت ہار جاتا تھا۔

ایک دن اس نے مجھے کال کر کے کہا۔ میری امی کی طبیعت خراب ہے اور ہم دونوں کے علاوہ کوئی اور نہیں ہوتا رات کے بارہ بجے تھے کہ صبا کی کال آئی اور مجھ سے آنے کے لیے کہا گیا میں نے اس کو تسلی دی اور فوراً گاؤں کے مقامی ہسپتال لے گیا وہاں ڈاکٹرز نے کچھ چیک اپ کروانے کے لیے کہا میں نے جلدی سے وہ سارے ٹیسٹ کروائے ڈاکٹر دوبارہ چند دن کے لیے اسے ہسپتال میں داخل کروانے کا کہا صبح کے وقت میں نے صبا سے اجازت لی اور دوبارہ آنے کا کہہ کر وہاں سے نکل آیا۔

دوپہر کو چھٹی کے بعد میں دوبارہ ماں جی کا حال پوچھنے ہسپتال میں گیا اور اپنے ساتھ کچھ فروٹ لے گیا صبا میری منتظر تھی میں ماں جی سے ملا وہ مجھ سے مل کر بہت خوش ہوئی میرا شکریہ ادا کیا آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں میں نے کہا اور پھر صبا سے ملا دل بہت چاہ رہا تھا کہ اسے اپنے دل کا حال سناؤں لیکن پھر ہمت ہار گیا میں نے اس سے اجازت لی اور کہہ کر چلا آیا کہ جو بھی مسئلہ ہو بلا جھجک مجھے بتایا کرو اس نے سر کو ہلکی سی جنبش دی اور مسکرا کر مجھے رخصت کیا گھر آیا تو بہت ہی دل بہت خوش تھا ہر چیز بہت پیاری لگنے لگی تھی گھر میں امی اور بہن نے پوچھا۔ تو میں نے ٹال مٹول کر کے بات کو ختم کر دیا۔

کل دوپہر کو صبا کی امی کو ہسپتال سے چھٹی مل گئی تھی میں اور صبا امی کو گھر لے آئے میں نے اجازت مانگی چاہی تو صبا نے کہا کہ کھانا کھانے کے بعد جانا ایسے میں تمہیں جانے نہیں دوں گی میں نے بہت معذرت کی لیکن امی تو ضد پر آ گئی اور مجبوراً میں کھانے کے لیے روکا گیا پھر میں نے اجازت لی اور گھر آ گیا دل میں تہیہ کر لیا تھا کہ کل میں ضرور صبا کو اپنے دل کی بات بولوں گا صبح اس کی کال آئی کہا۔

میں آج کالج نہیں جاؤں گی دل بہت اداس ہوا کیونکہ آج ان کی کالج کی چھٹیاں ہونے والی تھیں کیونکہ اگلے مہینے ان کے ایگزام تھے خیر میں نے اپنے آپ کو بہت کوسا کہ کیوں اس سے بات نہیں کی ایک ہفتہ ہوا تھا صبا کو دیکھے ہوئے کہ ایک رات کھانے کے بعد میں سونے کے لیے لیٹا ہی تھا لیکن نیند نہیں آ رہی تھی نیند تو آنکھوں سے ناراض تھی۔

وہ بچپن کی نیند تو اب خاک ہو گئی
کیا عمر تھی کہ رات ہوئی اور سو گئے

ذہن اور آنکھوں میں صبا کا عکس تھا انہی خیالوں میں گم سم تھا کہ موبائل کی گھنٹی بجی میں نے دیکھا تو مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا صبا کی کال تھی میں نے جلدی سے فون کو ریسیو کیا اور آگے سے صبا بول رہی تھی۔

مجھے اپنا رول نمبر لانا ہے اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو مجھے کل کالج ڈراپ کر دو گے

میں نے کہا کیوں نہیں

اس نے شکریہ ادا کیا اور فون بند کر دیا یہی غنیمت موقع تھا میں نے جلدی سے ایک قلم اور کاغذ لیا اور کچھ اس سے اپنے دل کی بات لکھی جو کچھ یوں تھی۔

پیاری صبا۔ ادب محبت اسلام علیکم۔

بہت دنوں سے آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں لیکن ہر بار ہمت ہار جاتا ہوں آج بھی آپ کی روبرو کہنے کی ہمت نہیں کر پا رہا تھا۔ صبا جی جب سے آپ کو دیکھا ہے میرا اپنا آپ میرا نہیں رہا میرے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں جس سے میں اپنی کیفیت کا کا اظہار کر سکوں جتنے بھی الفاظ نقطے وغیرہ یہ سب میرے اظہار کے لیے مٹی ہے آپ ساتھ ہو تو اپنا آپ پورا دکھائی دیتا ہے آپ نہ ہو تو ایسا لگتا ہے کہ میری کوئی بے بہا چیز کھو گئی ہو مجھے انکار مجھے انکار سننے کی سکت نہیں ہے اگر آپ کو میری محبت منظور نہیں ہو تو کاغذ میرے سامنے پھاڑ لیے میں کبھی آپ کو تنگ نہیں کروں گا۔

والسلام۔ فقط آپ کا انوار احمد۔

صبح اٹھا اپنے آپ کو فریش کیا اور صبا کی طرف نکل گیا وہ پہلے سے منتظر تھی مجھے دیکھ کر سلام کیا اور گاڑی میں بیٹھ گئی آج صرف ہم دونوں ہی تھے واپسی پر میں نے ہمت کر کے اس کو وہ کاغذ پکڑا دیا اس نے کہا۔

کیا ہے۔

میں نے کہا گھر جا کر دیکھ لینا

اس نے خط اپنے پرس میں رکھ دیا آج کا پورا دن بے چینی سے گزرا تھا کہ نو بجے صبا کی کال آ گئی میں نے بڑی بے قراری کے عالم میں فون اٹھایا اور آگے سے اس کی رس گھولتی ہوئی آواز میری سماعتوں سے ٹکرائی آج اس کا لہجہ بہت بدلا ہوا تھا وہ بولی۔

خط آپ نے لکھا ہے۔

میں نے گھبرا کر کہا کہہ دیا ہاں۔

اس نے کہا کہ جو جو خط میں لکھا ہے وہ بول کر کہہ دو۔

میں نے ہمت کر کے اپنے دل کی کیفیت کہہ دی میرے الفاظ کی شدت اور لہجے کی چاشنی نے اس کے دل پر گہرا اثر ڈال دیا آگے سے وہ خاموش تھی میں نے کہا۔

اگر آپ نہیں کرتی ہو تو پھر کوئی بات نہیں پلیز مجھ سے ناراض نہ ہونا۔

آگے سے وہ بولی۔ انوار کب سے آپ کے منہ سے سننے کے لیے بے تاب تھی تم نے اظہار کرنے میں اتنی دیر کیوں کی میں آپ سے سخت ناراض ہوں میں نے سوری کی تو وہ بولی کوئی بات نہیں اب مجھے کبھی چھوڑ نا مت۔

ہم نے بہت سی باتیں کیں اور ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھائیں آج اپنے آپ کو ہواؤں میں محسوس کر رہا تھا کائنات کی ہر چیز حسین لگ

رہی تھی مارے خوشی کے نیند آنکھوں سے کوسوں دور چلی گئی تھی پتہ نہیں کب نیند کی دیوی مجھ پر مہربان ہوگئی اور مجھے اپنی آغوش میں بھر لیا صبح بہت دیر سے اٹھا ناشتہ کیا اور کھیتوں کی طرف ٹہلنے گیا ہر چیز میں مجھے دلکشی اور خوبصورتی نظر آتی تھی ٹھیک کہتے ہیں لوگ جب دل کا موسم اچھا ہوتا ہے تو پوری کائنات بدلی بدلی لگتی ہے اور اب ہماری باتوں کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا ساری ساری رات موبائل پر باتیں کرنا ہمارا معمول بن گیا تھا پھر آہستہ آہستہ ہماری ملاقاتیں ہونے لگی لیکن میں نے کبھی کوئی ایسی غلطی نہیں کی جس سے ہمارا عزت نفس مجروح ہو ہماری محبت ہوس سے پاک تھی کیونکہ میں اس سے سچا پیار کرتا تھا۔

دن رات بہت اچھے گزرنے لگے پھر پتہ نہیں ہماری محبت کو کس کی نظر لگ گئی وقت نیا ایسی کروٹ بدلی کہ سب کچھ ریزہ ریزہ ہوگیا۔ ہوا کچھ یوں کہ اس نے ایک سکول میں ٹیچنگ شروع کردی جب سے اس نے سکول میں ٹیچنگ کی تو وہ مجھ سے اکھڑی اکھڑی سی رہنے لگی پہلے تو میں نے کچھ نہ کہا لیکن آہستہ آہستہ اس کا معمول بن گیا پھر اس کا موبائل گھنٹوں مصروف رہتا اور بند رہتا معمول بن گیا میں جب بھی پوچھتا تو وہ مختلف بہانے بنا کر ہر دفعہ ٹال جاتی تھی ایک دن میں نے اس سے کہا۔

میں اپنے والدین کو تمہارے گھر رشتے کے لیے بھیج رہا ہوں تو اس نے صاف انکار کردیا کہ میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی اور موبائل بند کردیا یوں ایک ماہ گزر گیا رابطہ منقطع تھا جب بھی اس کو فون کرتا تو بند ہوتا یا مصروف ہوتا اگر کال جاتی تو میرا نمبر دیکھ کر وہ بند کردیتی۔

پھر ایک دن سکول کے پرنسپل جس میں صبا ٹیچنگ کرتی تھی مجھ سے کچھ سامان لانے کو کہا میں فارغ تھا اس لیے حامی بھرلی جونہی میں سامان لے کر سکول پہنچا تو سکول کو بہت خوبصورت سجایا گیا تھا میں نے مذاق میں پرنسپل صاحب سے پوچھا۔

کیوں سر آپ کی شادی ہے کیا۔

تو وہ مسکرایا کہ ہاں میری شادی ہے

میں نے پوچھا کس سے آپ کی شادی ہے

اس نے کہا۔ صبا سے۔

یہ سننا تھا کہ میں چکرایا اور بے ہوش ہوکر زمین پر گر پڑا جب ہوش آیا تو اپنے آپ کو مقامی ہسپتال میں پایا البتہ امی بھائی پرنسپل صاحب سب میرے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے امی تو رو رہی تھی کہ تم ٹھیک ٹھاک تھے کیا ہوا تمہیں میں نے سب کو تسلی دی کہ میں بالکل ٹھیک ہوں بس تھوڑا سا چکر آیا تھا پھر ہم ہسپتال سے فارغ ہوکر گھر آگئے رات پرنسپل صاحب میری عیادت کو آئے کافی دیر بیٹھے رہے پھر شادی میں آنے کی دعوت دی۔

میں کل صبح اس کے گھر گیا امی نے دروازہ کھولا مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئی اندر آنے کا کہا چائے بنائی ہوئی میں سیدھا صبا کے پاس گیا اور اس سے پوچھا۔

میرے ساتھ ایسا کیوں کیا۔

وہ کہنے لگی۔ وہ پرنسپل صاحب بہت اچھے انسان ہیں اپنا ذاتی سکول ہے اچھی آمدن ہے خوبصورت گھر ہے وہ سب کچھ ہے جو میں چاہتی تھی۔ تمہارے پاس کیا ہے تم تو ٹھیک پڑھے لکھے بھی نہیں ہو اور بھی بہت کچھ کہا اور آئندہ نہ ہی

مجھے کال کرنا اور نہ ہی ملنے کی کوشش کرنا میں نے ان کی ساری باتیں خاموشی سے سنی اور وہاں سے چپ چاپ بوجھل قدموں سے واپس آیا۔

کچھ دنوں کے بعد اس کی شادی ہوگئی شادی کے بعد گاؤں سے باہر کام کرنے لگا مہینے میں ایک بار آتا تھا شادی کے دو مہینے بعد میں گھر آیا تھا تو پتہ چلا کہ صبا ناراض ہوکر گھر آگئی ہے۔

میں نے جب پوچھی تو پتہ چلا کہ پرنسپل صاحب کی ایک شادی پہلے کی ہوئی ہے اور وہ بھی ایک سکول میں پڑھانے والی لڑکی تھی مجھے یہ سن کر بہت دکھ ہوا میں صبا سے ملنے گیا اماں جی نے دروازہ کھولا مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئی صبا کے بارے میں پوچھا تو اماں جی نے بتایا۔

وہ اپنے کمرے میں ہے نہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے بس روئے جاتی ہے میں سیدھا اس کے کمرے میں چلا گیا مجھے دیکھ کر صبا بے ساختہ رونے لگی میں نے اسے تسلی دی تو وہ بولی۔

میری تو دنیا لٹ چکی ہے اور یہ سب تمہاری بددعا کا نتیجہ ہے میں نے تمہارا دل توڑا تھا اور اس سنگدل یار نے میرا دل توڑ دیا اس کی ایک شادی پہلے بھی ہوئی ہے وہ اپنے سکول میں ٹیچنگ کرنے والی ایک لڑکی سے پہلے بھی شادی کر چکا ہے وہ شاید باہر گئی تھی پر سو واپس آئی ہے جب مجھے پتہ چلا کہ میں نے بہت احتجاج کیا لیکن اس نے پہلے تو مجھے مارا اور پھر گھر سے نکال دیا اور کہا اگر تو نہیں رہنا چاہتی تو میں تمہیں طلاق دے دوں گا اب میں کیا کروں مجھے بہت دکھ ہوا اور اسے گھر جانے کے لیے کہا کہ اسے تقدیر کا لکھا سمجھو۔ میں نے اسے بہت سمجھایا اور آخر کار مان گئی وہ بار بار مجھ سے معافی مانگ رہی تھی تو میں نے کہا۔

میں نے ہمیشہ تم سے سچی محبت کی ہے اور کرتا رہوں گا جن سے محبت ہوتی ہے انہیں بددعا نہیں دیا کرتے اور وہاں سے چلا آیا اور اس نے شادی کے لیے بھی کہا تھا لیکن میں نے انکار کردیا کیونکہ کسی کو مارنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ خود مار جاؤ میں آج بھی اس سے اتنی ہی محبت کرتا ہوں اور اس کے لیے دعا کرتا ہوں وہ آج بھی مجھ سے بات کرتی ہے پر وہ پہلے جیسی نہیں ہے پہلے جیسے حالات ایسے نہیں ہیں اب اس کی زندگی بہت تنگ ہے لیکن اس کی اپنی چوائس تھی۔

غزل

اک پشیماں سی حسرت سے مجھے سوچتا ہے
اب وہی شہر محبت سے مجھے سوچتا ہے
میں تو محدود سے لمحوں میں ملی تھی اس کو
پھر بھی وہ کتنی وضاحت سے مجھے سوچتا ہے
جس نے سوچا ہی نہ تھا ہجر کا ممکن ہونا
دکھ میں ڈوبی ہوئی حیرت سے مجھے سوچتا ہے
میں تو مر جاؤں اگر سوچنے لگ جاؤں اسے
وہ کتنی سہولت سے مجھے سوچتا ہے
اگرچہ اب ترک تعلق کو بہت دیر ہوئی
اب بھی وہ میری اجازت سے مجھے سوچتا ہے
کتنا خوش فہم ہے وہ شخص کہ ہر موسم میں
اک نئے رخ نئی صورت سے مجھے سوچتا ہے

زاھد اقبال سحر۔ سمندری

اپنی تعلیم پر توجہ
مت پڑو عشق کے عذابوں
عمر کشتی سے ان کی کانٹوں
پھول رکھتے ہیں جو کتابوں

محمد عثمان۔لیہ

کرن تم کہاں ہو

تحریر۔محمد یونس ناز کوٹلی آزاد کشمیر۔فون نمبر۔0313-5250706

جناب شہزادہ صاحب اور ریاض احمد صاحب آج پھر ایک اور کہانی کرن تم کہاں ہو۔ کے ساتھ حاضر ہو رہا ہوں امید ہے کہ اس کو فوری شائع کر دیں گے یہ کہانی میرے لیے بہت اہم کہانی ہے اس کو ضرور جگہ دینا۔
قارئین کرام اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازیئے گا مجھے آپ کا رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ادارہ جواب عرض کے پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ذمہ دار ادارہ جواب عرض یا میں نہ ہوں گے سب کو میری طرف سے سلام اور نیا سال 2016 مبارک ہو۔ہپی رہو سب ہی۔آمین۔

اس کائنات میں کوئی بھی چیز بغیر مقصد کے وجود میں نہیں آئی۔آگ دریا، سمندر، پہاڑ، چرند، پرند، انسان، حیوان ہر ذی روح ایک مقصد کے لئے دنیا میں آئے ،اور ضروری نہیں ہے کہ ہر شخص اپنے مقاصد میں کامیاب وکامران ہو، کامیابی کا راز محنت اور لگن سے مشروط ہے۔ سست اور کاہل لوگ نہ تو منزل پا سکتے ہیں اور نہ ہی انکے مقاصد کی تکمیل ہو سکتی ہے۔ دن کے بعد رات ، اجالا ، اندھیرا ، دکھ سکھ، ہنسی ،خوشی ، رونا ،دھونا، چاند ستارے، آگ پانی، محبت نفرت، ہجر وصل ، وفا جفا، حیا، بے حیا، زندگی، موت، امیری غریبی، دوست دشمن، انسان حیوان، بچپن، لڑکپن ، جوانی ، بڑھاپا اور پھر موت۔۔۔ یہ انسان کا کل سرمایا ہے۔زندگی ،موت کے پیچھے بھاگتی ہے۔ اور موت زندگی کے پیچھے۔ جس نے آنا ہے اس نے جانا ہے۔ یہاں ہر کوئی مسافر ہے۔منزل کسی کسی کو ملتی ہے۔ورنہ مسافر سفر کرتے کرتے منزل پر پہنچنے سے پہلے ہی سب کچھ کھو دیتا ہے۔انسان جو سوچتا ہے۔وہ ہوتا نہیں ، اور جو ہوتا ہے وہ انسان سوچتا نہیں۔ ہماری سوچوں میں تضاد ، ہماری خیالات منتشر ، ہم جاگتی آنکھوں خواب دیکھتے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے کہ خواب خواب ہوتے ہیں ،ان کا حقیقی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔ ہمارا ظاہر کچھ ،باطن کچھ ، ہمارے چہرے مرجھائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور جھوٹی مسکراہٹ ہمارے دکھوں کو اور واضع کر دیتی ہیں۔ تضاد تضاد ہوتا ہے۔ ہم آسائش چاہتے ہیں مگر اس کے لئے محنت نہیں کرتے۔ اور جو محنت کرتے ہیں ہم انکی حوصلہ شکنی کرتے ہیں ، ہم دوسروں کے کندھوں پر بندوق رکھ کر چلانا تو جانتے ہیں مگر اپنے کندھوں میں اتنی سکت نہیں۔ ہم کیا تھے، کیا ہیں اور کیا کرنے جا رہے ہیں۔ہم جس مقصد کے لئے دنیا میں آئے تھے کیا ہمارا وہ مقصد پورا ہو رہا ہے؟

بارش جب نہیں ہوتی تو دعائیں مانگتے ہیں اور جب بارشیں ہوتی ہیں، سیلاب آتے ہیں، آندھیاں چلتی ہیں تو گلے شکوے شروع ہو جاتے ہیں، ہم دعا مانگتے ہیں اور جب دعائیں بے اثر ہو جاتی ہیں تو مایوسی کے بادل چھا جاتے ہیں۔ انتظار، صبر و تحمل کی عادت نہیں ہمیں۔ ہم فوری اثر چاہتے ہیں، بیمار ہوں تو جلد صحت یاب ہونے کی دعا، ناکام ہوں تو کامیاب ہونے کی دعا، پریشان ہوں تو خوش ہونے کی دعا۔ لیکن عبادت سے عاری۔ ہم اپنے اندر جھانک کر نہیں دیکھتے، ہمارے ہر سوال کا جواب ہمارے پاس ہوتا ہے۔ سوال ہم کرتے ہیں اور جواب کی توقع دوسروں سے رکھتے ہیں۔ ہم زندہ ہیں، مگر ضمیر مردہ ہیں۔ ہمارے اندر زندگی اور موت کی کشمکش جاری رہتی ہے۔ زندگی کیا ہے۔ زندگی کو اگر مذہب کا نام دیا جائے تو بے مذہب کیا ہے، زندگی اگر دکھ ہے تو سکھ کیا ہے، زندگی اگر جفا ہے تو وفا کیا ہے، زندگی اگر فقیری ہے تو امیری کیا ہے، زندگی اگر محبت ہے تو نفرت کیا ہے، زندگی اگر سفر ہے تو منزل کیا ہے، زندگی اگر زندگی ہے تو موت کیا ہے، اس زندگی میں ہم کیا کچھ نہیں کرتے، کیا نہیں کرتے اور جو کرتے ہیں وہ اپنے لئے نہیں کرتے۔ بلند و بالا عمارتیں تعمیر کرتے ہیں، زیب و آرائش کرتے ہیں، اور جب سب کچھ مکمل ہو جاتا ہے، ہم لا مکمل ہو جاتے ہیں اور ہماری منزل وہی اندھیری کوٹھری، اور پھر البموں میں چند تصویریں، اور پھر ان تصویروں کو ہٹا کر دوسری تصویریں لگائی جاتی ہیں، اور یہ لامتناہی سلسلہ جاری رہتا ہے، ہم بازار میں جاتے ہیں، خریداری کرتے ہیں، اور جب سرمایا ختم ہو جاتا ہے تو ہم ادھوری خریداری کر کے واپس آتے ہیں، رونق بازار قائم رہتی ہے، خریدار ختم ہو جاتے ہیں۔ خریدار ختم ہو جائیں گے پر رونق بازار قائم رہے گی۔ لوگ آتے ہیں چلے جاتے ہیں، دنیا کا نظام چلتا رہتا ہے، ازل سے ابد تک چلتا ہے اور جب تک دنیا قائم ہے نظام کائنات یونہی چلتا رہے گا۔ صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے، سورج مشرق سے طلوع ہوتا ہے مغرب میں غروب ہوتا ہے۔ کسی کے آنے جانے نہ کوئی فرق پڑا ہے نہ پڑے گا۔ اور نہ ہی زندگی ختم ہوگی۔ زیر نظر کہانی یاسر کی ہے جو کہ دیپال پور، اوکاڑہ سے ہے۔ یاسر کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

میرا نام یاسر ہے۔ میں ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں۔ والد کھیتی باڑی کرتے ہیں اور اچھی گزر بسر ہوتی ہے۔ مڈل تک میں اچھے نمبرات میں پاس ہوا مگر گاؤں میں ہائی سکول نہ ہونے کی وجہ سے 9th میں شہر کے ہائی سکول میں داخل کرایا گیا اور پڑھائی کا سلسلہ شروع ہو گیا میرا خواب ڈاکٹر بننے کا تھا اس وجہ سے ٹیوشن کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور اکیڈمی جانے لگا۔ ہمارے استاد بہت محنتی اور ہر دلعزیز تھے۔ محنت شروع کر دی اور جو میں نے خواب دیکھے تھے ان کی تعبیر ممکن نظر آ رہی تھی۔ اکیڈمی کی دوسری طرف ایک گھر تھا وہاں اکثر دو لڑکیاں کھڑی ہوتی تھیں۔ میرے دل میں شرارت سوجی اور میں ان میں سے ایک کو چھیڑنے لگا اور آتے جاتے اس کو چھو کر چلا جاتا اور میرے دوست مسکراتے اور میں زندگی کو انجوائے کر رہا تھا۔ یہ نادان عمر ہوتی ہے اس میں محبت دوستی ان لفظوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ یہ ایک

بچپن ہوتا ہے جس میں شرارت، لڑائی جھگڑے ایک معمول کی بات ہوتی ہے۔ محبت کا لفظ ایک بے معنی نظر آتا ہے یہ عمر کھلونے توڑنے کی ہوتی ہے۔ اور انسان اپنی ضد منوانے کیلئے کچھ بھی کر گزرتا ہے۔ ایک روز اکیڈمی سے واپس آ رہا تھا کہ وہ دونوں لڑکیاں آتے ہوئے نظر آئیں آج میرے دوست بھی ساتھ نہیں تھے اک عجیب سا خوف دل میں چھایا ہوا تھا اور مجھے اپنی پٹائی یقینی نظر آ رہی تھی میں نظریں جھکائے قریب سے گزرنے ہی والا تھا کہ ایک لڑکی نے آواز دی کہ آج مجھ سے ٹکراؤ گے نہیں میں جہاں تھا وہیں ساقط ہو گیا وہ کہنے لگی کہ آپ کے ٹکراؤ میں بھی اک ادا ہے اور مسکراتے ہوئے پاس سے گزر گئی۔ اب روز کا معمول تھا کہ آتے جاتے اس سے ملاقات ہو جاتی پھر جب دل بے قرار ہوا تو اکیڈمی سے چھٹی کے بعد وہ اکیڈمی ملنے آ جاتی اور ہم گھنٹوں باتیں کرتے۔ معذرت کے ساتھ میں اس کا نام بھول گیا اس کا نام کرن تھا وہ واقعی سورج کی کرن کی طرح روشن تھی۔ اب خوشبو کی کرن اک آس کی کرن اور میرے پیار کی کرن تھی۔ ایک روز اس نے کہا۔

یاسر آج تم میرے گھر آؤ گے آج ہم رات بھر جاگ کر اپنی محبت کا اظہار کریں گے سنگ جینے مرنے کے عہد و پیماں کریں گے۔ اگر دنیا والے ہماری محبت کی راہ میں حائل ہوئے تو ہم خود کو قربان کر دیں گے مرتا کیا نہ کرتا گھر والوں کو بہانہ بنا کر کہ میں دوست کے گھر جا رہا ہوں کرن کے گھر کی طرف چل دیا دروازے پر دستک دی اور اس نے دروازہ کھول دیا مجھے وہ اپنے کمرے میں لے گئی میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ اس کے گھر والے دوسرے گاؤں میں شادی پر گئے ہوئے ہیں ایک چھوٹی بہن تھی جس کو دوسرے کمرے میں سلا دیا ہے اور باہر سے کنڈی لگا دی ہے۔ ہم رات بھر دل کھول کر باتیں کرتے رہے یہ ایسی عمر ہوتی ہے جس میں ہوس نام کی کوئی چیز ذہن میں نہیں ہوتی اور یوں باتیں کرتے کرتے رات بیت گئی اور صبح کی اذان کے ساتھ ہی گھر کو لوٹ آیا اب اس نے مجھے ایک موبائل اور سم لے کر دی ہمارا سلسلہ اب موبائل پر ہونے لگا اور ہم دونوں کے درمیان پیار کا رشتہ دن بدن مضبوط ہوتا گیا۔ میرا دل پڑھائی سے اچاٹ ہو گیا اور ڈاکٹر بننے کے سارے خواب بھول سا گیا۔ اب اکیڈمی جانا بھی چھوڑ دیا اور اکیڈمی جانے کے بہانے روز کرن سے ملنے لگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں میٹرک میں بری طرح فیل ہو گیا اور کرن اچھے نمبروں سے پاس ہو گئی۔ گھر والوں نے وجہ دریافت کی تو میں نے خرابی صحت کا بہانہ بنا کر ان کو ٹال دیا میں میٹرک میں تھا اور وہ کالج جانے لگی دوبارہ میٹرک کا امتحان دیا اور پاس ہو گیا اس دوران کرن کے والد کی دوسرے شہر میں ٹرانسفر ہو گئی اور وہ لوگ اچانک چلے گئے۔ اور کرن کا موبائل نمبر بھی بند آ رہا تھا۔ میں دن رات اس کی تلاش میں مارا مارا پھرنے لگا مگر بے سود۔ جانے والے کب لوٹ کے آتے ہیں انتظار کرنے والے انتظار کی سولی پر لٹکے رہتے ہیں انتظار ان کی عادت ہوتی ہے۔ اب میں نے پڑھنے کے بجائے ایک موبائل شاپ کھول دی اور موبائل ٹھیک کرنے لگا میری صحت دن بدن گرنے لگی۔ اب تو ہر وقت اسکی یاد میں شہر شہر گھومتا پھرتا رہتا کہ شاید کہیں وہ آ جائے اور جہاں ہم ملا

کرتے تھے اس جگہ پر گھنٹوں کھڑا اس کا انتظار کرتا رہتا مگر بے سود۔ اس طرح اس جدائی میں ایک سال کا طویل عرصہ گزر گیا اور کوئی دن کوئی رات ایسی نہیں اس کی یاد میں آنسو نہ بہائے ہوں جتنا اس کو بھلانے کی کوشش کرتا ہوں اتنی ہی وہ شدت سے یاد آتی ہے۔ جہاں جاؤں اور جسے اس کو تلاش کروں کوئی رستہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ کیا اس کو بھی میری یاد آتی ہوگی کیا وہ بھی مجھ سے پیار کرتی ہوگی کیا وہ بھی میری خاطر پریشان ہوتی ہوگی یہی باتیں ہر وقت سوچتا رہتا ہوں پھر دل میں خیال آتا ہے کہ اگر وہ تم سے مخلص تھی تو رابطے منقطع کیوں کیئے۔ مجھے اچانک چھوڑ کر کیوں گئی میرا قصور کیا تھا؟ اگر جانا ہی تھا تو بتا کر چلی جاتی مجھے انتظار کی سولی پہ نہ لٹکا کر جاتی۔ کرن پیار کی طرف پہلے قدم تمہارے ہی پڑے تھے مجھے ان کانٹوں پر چلنے کا گر تم نے ہی سکھایا تھا اور اب میں تنہا کیوں ہوں کیا تمہاری منزل کوئی اور تھا اگر ایسی بات تھی تو میری زندگی سے کھیلنے کا حق تم کو کس نے دیا میرے ڈاکٹر بننے کے سپنے تم نے توڑ دیئے مجھے میری منزل سے ہمیشہ کیلئے دور کر دیا۔ میں کیا تھا اور میں کیا بن گیا کیا یہی میرا مقدر ہے کہ تنہائی کی آگ میں تنہا ہی جلتا رہوں تم نے ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کیوں کھائی تھیں۔ اگر ساتھ چلنا گوارا نہیں تھا تو منزل کا رستہ کیوں دکھایا تھا میں کیا کروں کہاں جاؤں کس سے فریاد کروں کس کے ہاتھوں میں اپنے ارمانوں کا لہو تلاش کروں۔ نہ جیتا ہوں نہ مرتا ہوں تمہاری یاد میں آہیں بھرنا اور سسکنا میری عادت بن چکی ہے۔

کرن ذرا سوچنا کہ میں نے تمہاری خاطر اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا۔ اپنے مستقبل کو قربان کیا، مگر تمہارے ساتھ مخلص رہا۔ تاکہ تم مجھے بے وفائی کا لقب نہ دے سکو۔ لیکن تم نے کیا کیا میرے لیے۔ میرے خوابوں کو تعبیر نہ ملی اور نہ ہی مجھے تم ملی، ملا تو فقط جدائی، اذیت، طعنے اور رسوائی ملی۔ ہماری مثال وہی کہ۔۔۔ نہ ہی خدا ملا نہ ہی وصال صنم، میں تو ایک اجڑا ہوا گلشن ہوں، میرا دل ویران، پھر بھی اس دل پر تمہارا راج ہے۔ اس دل میں تم سے پہلے نہ کوئی بسا تھا اور نہ کوئی اب بسے گا۔ جدھر دیکھتا ہوں تم ہی تم نظر آتے ہو، ہر آہٹ پہ تڑپ جاتا ہوں کہ شاید تم نے یاد کیا ہے، یا تم اچانک سامنے آ کر کہ دو گی کہ یاسر تمہاری کرن آ گئی ہے۔ اک آس کے سہارے زندہ ہوں، اگر میری محبت میری چاہت میں اثر ہوا تو تم ضرور آؤ گی، تم مجھے ضرور ملو گے۔ دل ناداں کو تمہارا انتظار کل بھی تھا، آج بھی ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ کرن لوٹ آؤ، قبل اس کے کہ سانسوں کا بندھن ٹوٹ نہ جائے، اور میری آس کی ڈوری ڈگمگا نہ جائے۔

کرن لوٹ آؤ دل تمہیں پکارتا ہے، میری محبت کی لاج رکھ لو، میں نے سب کچھ کھو دیا ہے، اب تمہیں کھونا نہیں چاہتا، میرے پاس بچا ہی کیا ہے، صرف تم اور تمہاری یادیں، آ جاؤ آج آ جاؤ اس ویران گلستاں میں بہار بن کر۔ قارئین محترم یہ تھی یاسر کی داستان محبت جس کو سادہ الفاظ میں لکھنے کی جسارت کی ہے۔ میرے بہت سے چاہنے والے گلے شکوے کرتے رہتے ہیں کہ میری کہانیاں ان کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔ انکے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ میں اپنے انداز میں لکھتا ہوں۔ میری تحریریں ہر عام و خاص کے لئے ہوتی ہیں۔ اک مخصوص طبقہ فکر کے لئے لکھنا میری عادت نہیں۔ کیوں کہ الفاظ میں جس قدر سادگی ہوگی وہ تحریر لوگوں کے

دلوں پر اثر کرے گی۔ ضروری نہیں ہوتا کہ ہر پڑھا لکھا آدمی ہماری تحریروں کو پڑھتا ہے۔ جن احباب کو سمجھ نہیں آتی وہ میری غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے ان میں درستگی کریں تاکہ اگلی کہانی میں ان کا گلہ شکوہ دور ہو۔ کہانی کا مقصد حقائق کے مطابق اور کرداروں کے ساتھ مکمل انصاف کرنا ہے۔ ہم زندہ قوم ہیں اور زندگی زندہ دلی کا نام ہے اور مردہ لوگ کیا خاک جئیں گے۔ زندگی کے بارے میں میری اپنی رائے ہے۔ ضروری نہیں کہ آپ کی رائے بھی یہی ہو زندگی کیا ہے۔ ہم کیا ہیں۔ ہمارا آج کیا ہے ہمارا کل کیا ہے۔ ہم کیا تھے کیا ہیں اور کیا ہونگے۔ ذرا سوچئے۔ ہمارا اختیار کس چیز پر ہے۔ ہم بے اختیار ہیں۔ اصل اختیار کا مالک وہی ہے جسکے قبضے میں ہماری جان ہے۔ ہمیں جو ملتا ہے وہ نصیب کی بات ہے۔ ہم کس قدر محنت کرتے ہیں اور معاوضہ کس چیز کا طلب کرتے ہیں۔ دینے والا بے حساب دیتا ہے پھر یہ گنتی کا سلسلہ کیوں؟ ہماری سوچ محدود ہے۔ ملتا لامحدود ہے۔ ہم کس طرف جا رہے ہیں۔ ہماری منزل کیا ہے ہمیں کس طرف جانا چاہئے۔ یہ جانتے ہوئے کہ آگ سے کھیلنے کا انجام بھی موت اور پانی سے کھیلنے کا انجام بھی موت ہے۔ آگ کی اک چھوٹی سے چنگاری سب کچھ جلا کر بھسم کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اک چھوٹی سی غلطی انسان کو حیوان بنا دیتی ہے۔ اور جب انسان پر حیوانیت کا غلبہ آ جاتا ہے تو اسکے اندر کا ضمیر مردہ ہو جاتا ہے۔ اور زندگی بے معنی اور بے مقصد ہو جاتی ہے۔ دنیا میں آنے کا ایک مقصد ہے اور ہم اپنے مقاصد کی تکمیل کرتے کرتے اس دار فانی سے کوچ کر جاتے ہیں۔ نہ سوچتے ہیں نہ سمجھتے ہیں بس بولتے ہی چلے جاتے ہیں۔ اور اس وقت تک بولتے رہتے ہیں جب تک سانسیں چلتی ہیں۔ اور سانسیں بند ہونے کے ساتھ ہی یہ سلسلے منقطع ہو جاتے ہیں۔ زندگی ایک بار ملتی ہے جس کی ہمیں قدر نہیں ہوتی اور آنکھیں بند ہونے کے بعد جب اس دار فانی سے اصلی جہاں کی طرف کوچ کرتے ہیں تو احساس ہوتا ہے کہ ہم نے زندگی کو کیسے اور کیوں کر گزارا اور اگر ایک بار دوبارہ زندگی مل جائے تو پھر زندگی کو زندگی سمجھ کر گزارنا لیکن وقت گزر جاتا ہے اور زندگی پلٹ کر واپس نہیں آتی۔

آج موقع ہے کیوں نہ ہم زندگی کی حقیقتوں سے آشنا ہو جائیں اور اک مسافر کی طرح سفر کریں اور سفر جاری رہے اور جب سانسیں بند ہوں تو پچھتاوا نہ ہو کہ ہم نے زندگی کو اصولوں کے مطابق نہیں گزارا۔ ہم مسافر تھے مسافر ہیں اور کیا پتہ مسافر ہی رہیں۔ ہماری کوئی بھی منزل نہیں۔ نہ کوئی ٹھکانا ہے۔ ہم خانہ بدوش ہیں۔ ہم بیکاری ہیں۔ ہم مانگتے رہتے ہیں اور غضب کی بات یہ ہیکہ ہم کس کس سے مانگتے ہیں۔ اور کون کون ہمیں کیا کچھ دے سکتا ہے۔ دنیاوی آسائشوں کے لئے اور پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے کتنے کتنے جتن کرتے ہیں اور جب سب کچھ ہمیں حاصل ہوتا ہے ہم لاحاصل ہو جاتے ہیں۔ کماتے ہم ہیں کھاتا کوئی اور ہے۔ بناتے ہم ہیں رہتا کوئی اور ہے۔ شاید ہمارا ایمان کمزور ہے۔ ہمارے اندر توکل کی کمی ہے۔ ذرا سوچئے اور سمجھنے کی کوشش کریں کہ کہاں کہاں پر ہم سے غلطیاں سرزد ہو رہی ہیں۔ ان کا ازالہ کیوں کر ممکن ہے۔ دنیاوی محبت میں مگن ہو کر وہم کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اور ہر وقت چھن جانے کا ڈر رہتا ہے۔ جنس

مخالف سے محبت کے بلند و بالا دعوے، آسمان سے تارے توڑ لانا، تاج محل بنانا، نہ ملنے کی صورت میں خود کو ختم کرنے کی دھمکی، کیا ایسا ممکن ہے؟ جو شخص اپنی ماں کا مجرم اپنے باپ کا مجرم اپنے بہن بھائیوں کا مجرم، وہ آپکے ساتھ مخلص کیسے؟ ان سب رشتوں کے ساتھ دھوکہ کرنے والا کیا وفادار ہو سکتا ہے؟ غیرت کیا ہے؟ ذرا اس جانب متوجہ ہوں کہ اگر کوئی تمہاری بہن، بیٹی، کے ساتھ محبت کے بلند و بالا دعوے کرے۔ جب آپکو خبر ہو تو آپکے دل پر کیا گزرے گی، آپ کیا کریں گے۔ آپ کی غیرت کہاں جائے گی، غلطی کسی کی بھی ہو مگر اپنی غیرت ہر کسی کو پیاری ہوتی ہے۔ محبت کیا ہے، جذبہ کیا ہے، اک عقیدت ہے اور اس کو غلط الفاظ اور غلط جگہوں پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ چونکہ کسی طور درست نہیں ہے۔

لڑکی اور لڑکے کا کھلے عام ملنا۔ اور محبت کے نام پر اعتبار کا ٹوٹنا اور جب مطلب پورا ہو جائے تو پھر نظر انداز کر کے دوسرے کے چکر میں؟؟؟ چاہنا اور حاصل کرنا کوئی جرم نہیں بلکہ خاندانوں کی رضامندی سے سب کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔ بس اس چیز پر یقین کامل ہو کہ جو کچھ تمہاری قسمت میں روز اول سے لکھا ہے وہی ہوگا۔

وقت اور حالات کے سامنے انسان بے بس ہے۔ اور اگر سب کچھ انسان کے اپنے اختیار میں ہوتا تو شاید اس دنیا کا نظام ہی کچھ اور ہوتا! بس جو بھی کریں، جیسا بھی کریں، سوچ میں مثبت نظریہ زندگی ہو۔ آج تم غلط کرو گے، کیا پتہ کل تمہارے ساتھ یا پھر کسی اپنے کے ساتھ غلط ہو۔

انسانی عقل کا یہی تقاضہ ہے کہ اپنی عزت کی حفاظت کریں گے تو سب کی عزت محفوظ ہوگی! جو اپنے لئے پسند کرو وہی دوسروں کے لئے پسند کیا جائے۔ غلط کو غلط کہنا اور سمجھنا؟ صحیح کو صحیح کہنا اور سمجھنا دانشوروں کا شیوہ ہے۔

نظر میں حیا ہو، تو انسان کبھی بھی منزل سے بھٹک نہیں سکتا اور نہ ہی کچھ غلط کرنے کا سوچ سکتا ہے۔ اپنے گھر والوں کی عزت کرنے والے یہ ضرور سوچیں کہ دوسروں کے گھروں کی عزت کو نیلام کرنا کہاں کا اصول ہے!

تم دوسروں کے گھروں کو آگ لگاؤ گے تو تمہارے اپنے گھر کو بھی کوئی آگ لگا سکتا ہے! تم دوسروں کی عزتوں کے ساتھ کھیلو گے تو دوسرے تمہاری عزتوں کے ساتھ بھی کھیل سکتے ہیں! جو کرو۔ یہ سوچ کر کہ کہیں تم کسی غلط فہمی کا شکار تو نہیں ہو۔ بس۔ سوچیں اور سمجھیں کہ ہم کیا ہیں اور کیا کر رہے ہیں اور ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ کہ بعد میں پچھتاوے کی آگ میں جلنا نہ پڑے اور پھر سوائے افسوس کہ تم کچھ نہ کر سکو۔ مس کرن سے ملتمس ہوں کہ وہ جہاں کہیں بھی ہو میری وساطت سے یا سر سے رابطہ کر سکتی ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آنکھیں

آنکھوں کا تعلق بینائی سے ہوتا ہے۔ اور بینائی ایک کیمرہ ہے۔ جس قدر بینائی مضبوط ہوگی اس قدر تصویر واضع اور شفاف نظر آئے گی۔ ورنہ دھندلا سا عکس نظر آتا ہے۔ جو اندھے ہوتے ہیں انکی بھی آنکھیں ہوتی ہیں لیکن ان یہ آنکھیں بینائی سے محروم ہوتی ہیں۔ وہ بھی جیتے ہیں لیکن دیکھنے کے لئے دل کا سہارا لیتے ہیں۔ اور جب تک زندگی ہے زندہ رہتا ہیں۔ جو بہرے ہوتے ہیں

انکے بھی کان ہوتے ہیں لیکن قوت سماعت سے محرام ہوتے ہیں۔ انسانی جسم کا ڈھانچہ سب کا ایک جیسا ہوتا ہے لیکن کہیں نہ کہیں فرق رہ جاتا ہے۔ جس طرح سب لوگ امیر نہیں ہوتے، صحت مند نہیں ہوتے، ذہین نہیں ہوتے، کہیں نہ کہیں کوئی کمی رہ جاتی ہے۔ نیکی ہو بدی نہ ہو زندگی ہو موت نہ ہو جوانی ہو بڑھاپا نہ ہو محبت ہو نفرت نہ ہو، وفا ہو جفا نہ ہو، ہوا ہو آگ نہ ہو ساحل ہوں سمندر نہ ہو، گرمی ہو سردی نہ ہو دھوپ چھاؤں نہ ہو، آسماں ہو زمین نہ ہو، چاند ہو سورج نہ ہو، اندھیرا ہو روشنی نہ ہو، دوست ہو دشمن نہ ہوں، بادشاہ ہو رعایا نہ ہو، عورت ہو مرد نہ ہو، دن ہو رات نہ ہو، تو پھر سمت مخالف کا اندازہ کیوں کر لگایا جا سکتا ہے۔ بینائی مضبوط ہوگی تو نظارے نظر آئینگے اور اگر بینائی کمزور ہوگی تو نظارے مدھم دکھائی دینگے۔ بینائی کا تعلق عمر سے بھی ہوتا ہے لیکن بعض لوگ پیدائشی اس نعمت سے محروم ہوتے ہیں لیکن یہ اپنے اپنے نصیب کی بات ہے اور ہمیں جو نعمت ملتی ہے اس پر صبر شکر کرنے کے بجائے جس نعمت سے محروم ہوتے ہیں اسکے گلے شکوے شروع کر دیتے ہیں اور جو نعمت ہمیں ملی ہوتی ہے اسکی قدر و قیمت نہیں جانتے۔ اور جب وہ کھو جاتی ہے تو پھر احساس ہوتا ہے۔ والدین زندہ ہوتے ہیں انکی قدر و قیمت نہیں ہوتی اور جب دنیا سے چلے جاتے ہیں تو پھر انکا احساس ہوتا ہے لیکن جانے والے کب واپس لوٹ کے آتے ہیں۔ آنکھیں سب کی ایک جیسی ہوتی ہیں لیکن نظارے مختلف نظر آتے ہیں۔ خوراک ایک ذائقہ مختلف؟ زندگی مختصر ہے آج عمل کا دن ہے حساب کا نہیں۔ لیکن مرنے کے بعد حساب ہوگا لیکن عمل نہیں ہوگا۔ جو کچھ کرنا ہے جب تک آنکھیں کھلی ہیں کر سکتے ہیں اور جب آنکھیں بند ہو جائیں گی پھر کچھ بھی ممکن نہیں۔! زندگی کی قیمت مرنے کے بعد۔! سب کچھ جانتے ہیں پھر بھی خاموش۔! ہمیں کیا کرنا چاہیے۔! اور کیا کر رہے ہیں۔! سوچنے کے لئے عقل ہے، شعور ہے۔ دماغ ہے، دل ہے لیکن شاید ہمارے پاس وقت نہیں۔ ہماری زندگی کیا ہے۔! اپنی نیند راتیں۔ اور کچھ لمحات جو ہم دفتر میں دیتے ہیں۔ چند سال ہی تو بچتے ہیں اور جو کچھ بچتا ہے وہ اس قدر قلیل ہے کہ ہماری طویل خواہشات ادھوری کی ادھوری رہ جاتی ہیں۔ سپنے ادھورے، ادھوری منزلیں ادھورے راستے۔ بلکہ ہماری زات خود ہی ادھوری رہ جاتی ہیں۔ اور جو کام ہمارے ذمے تھا وہ بھی ادھورا۔۔۔ آخر اس غفلت کا سبب کیا ہے۔ ہم سب جانتے ہوئے انجان کیوں۔ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، محسوس کرتے ہیں لیکن عمل نہیں کرتے۔ زندگی اور موت کی حقیقت سے آشناء ہیں لیکن ہمارے دماغ ہمارے بس میں نہیں۔ ہمارا دل ہمارے بس میں نہیں۔ ہم اس قدر بے بس کیوں؟ ہمارے سامنے لوگ مرتے ہیں، اپنے کندھوں پر انکے جنازے اٹھاتے ہیں اور پھر اپنے ہاتھوں سے ہی دفناتے ہیں لیکن عبرت پھر بھی حاصل نہیں کرتے۔ یہ سلسلہ ازل سے عبد تک چلتا رہے گا۔ جو سیکھ گے وہ منزل پا گے اور جو نا سیکھ سکے انکی منزل بھی ادھوری۔ محنت کرتے نہیں اور اجر کی توقع۔۔۔! کماتا کوئی ہے اور کھانے کے سپنے ہم دیکھتے ہیں۔ آخر کب تک ہم دوسروں کے سہارے جئیں گے۔ کیا ہمارے اندر

خود اعتمادی کی کمی ہے یا پھر احساس کمتری کا شکار ہیں۔ جو باتیں سننے کی ہیں وہ سنتے نہیں۔ اور جو سنتے ہیں انکا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ جاگتی آنکھوں خواب دیکھتے ہیں اور انکی تعبیر چاہتے ہیں۔ سوال ہم کرتے ہیں اور جواب کی توقع دوسرے سے رکھتے ہیں۔ اپنی خوشیوں کے لئے دوسروں کے گھروں کے چراغ بجھا دیتے ہیں اور جب اپنا چراغ بجھتا ہے تو درد کا احساس ہوتا ہے۔ دلوں کو کھلونا سمجھ کر توڑتے ہیں اور جب اپنا دل ٹوٹتا ہے تو پھر پچھتاوے کی آگ میں جلتے ہیں۔ اپنی نادانی پر آنسوں تو بہا دیتے ہیں مگر یہ سوچنے کی زحمت نہیں کرتے کہ ایسا کام کیوں کیا جائے جو بعد میں باعث پچھتاوا ہو۔ ہمارے الفاظ بے اثر کیوں۔ شاید ہم جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں اور جو کرتے ہیں وہ کہتے نہیں۔ شرافت کی آڑ میں گھناونے کھیل کھیلتے ہیں۔ ایک ڈر سا لگا رہتا ہے کہ اگر پردہ چاک ہوگیا تو پھر کیا ہوگا۔ کر گزرنے کے بعد احساس کرتے ہیں لیکن پہلے نہیں سوچتے کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ دوسروں کو نصیحت تو کرتے ہیں مگر اس پر عمل نہیں کرتے۔ شاید ہمارا معیار دوہرا ہے۔ دوسروں کو دھوکہ تو دیتے ہیں لیکن حقیقت میں ہم خود فریبی کا شکار ہیں۔ ایک جھوٹ بول کر اس کو سچ ثابت کرنے کے لئے ہزاروں دلائل تو دے سکتے ہیں مگر ایک سچ بولنے کی ہمت نہیں۔ ظالم کے ظلم تو سہتے ہیں مگر اسکو ظالم نہیں کہہ سکتے۔ شاید ہم مظلوم پیدا ہوئے تھے اور اسی مظلومیت میں ایک دن دوسرے جہاں چلے جائیں گے۔ ان گمنام وادیوں میں جہاں جانے والے لوٹ کر نہیں آتے۔ اور جو انکے پیچھے جاتا ہے۔ وہ بھی گمنام ہو جاتا ہے۔ اور کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد لوگ بھول جاتے ہیں اور بھول جانا ہی ہماری فطرت میں لکھا ہے۔

محمد یونس ناز کوٹلی آزاد کشمیر

O

امتحان دینے سے میں نے انکار کب کیا ہے
پر تم نے میرے جواب کا انتظار کب کیا ہے
تم کیسے کہہ سکتے ہو ہم اہل وفا نہیں
میری چاہتوں کا تم نے شمار ہی کب کیا ہے
لوگ پوچھتے ہیں مجھ سے میری پسند
کیسے بتاؤں میں نے اس کے سوا کسی اور سے پیار ہی کب کیا ہے

☆......مشال سنگھی۔گوجر خان

معلومات پاکستان

- پاکستان کے پہلے چیف جسٹس میاں عبدالرشید تھے۔
- پاکستان کے سب سے پہلے وزیر دفاع خان لیاقت علی خان تھے۔
- پاکستان کے سب سے پہلے وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان تھے۔
- پاکستان کے پہلے وزیر تعلیم فضل الرحمن تھے۔
- پاکستان کا قومی پرچم سب سے پہلے علامہ شبیر احمد عثمانی نے کراچی میں لہرایا۔
- پاکستان کو سب سے پہلے ملک ایران نے تسلیم کیا۔
- پاکستان کا پہلا سکہ 3 جنوری 1948ء کو جاری ہوا۔
- پاکستان کا سب سے پہلا اخبار روزنامہ "امروز" تھا۔
- پاکستان کے پرچم کا ڈیزائن اقبال احمد خان نے بنایا تھا۔
- پاکستان کا پہلا ڈاک ٹکٹ 9 جولائی 1948ء کو جاری ہوا۔
- پاکستان کے موسمیاتی راکٹ سومیانی سے چھوڑے جاتے ہیں۔
- پاکستان میں سب سے پہلے بننے والے بحری جہاز کا نام العباس ہے۔
- پاکستان کا دورہ کرنے والے سب پہلے غیر ملکی سربراہ انڈونیشیا کے صدر تھے۔

☆......مہر محمد احسان نذیر۔پسرور

اس کی ناراضگی میں بھی محبت ہے تم کیا جانو
اس کی سزہ میں بھی سرور ہے تم کیا جانو
کہتا ہے کہ بات نہیں کرے گا ہم سے
بات کرنے کو وہ بھی تڑپتا ہے تم کیا جانو
کرتا ہے وہ بھی محبت بے پناہ عامر
پر چھپانا بھی اس کی ادا ہے تم کیا جانو
برسوں سے پہلے ایک بے وفا سے دل لگایا تھا
وہ میری غربت سے تنگ آ کر مجھے چھوڑ گیا تم کیا جانو
جس نے کبھی میرے دل پر قبضہ جمایا تھا
میں اس کی یادوں کو کیسے مٹا دوں
جس نے پیار کرنا سکھایا تھا ہمیں تم کیا جانو

--------عامر رضا اٹک

غزل

خوشبو کی طرح میری ہر سانس میں پیار اپنا بسانے کا وعدہ کرو
رنگ جتنے تمہارے ہیں محبت کے میرے دل میں سجانے کا وعدہ کرو
ہے تمہاری وفاؤں پہ مجھ کو یقیں پھر بھی دل چاہتا ہے
میرے دلنشیں یونہی میری خوشی کی خاطر ذرا مجھ کو اپنا بنانے کا وعدہ کرو
صرف لفظوں سے اقرار ہوتا نہیں
ایک جانب سے پیار ہوتا ہے نہیں
میں تمہیں یاد رکھنے کی کھاؤں قسم
تم مجھے نہ بھلانے کا وعدہ کرو

-------مبشر علی ہیرا رسول پور

غزل

نہ اتفاق زندگی ہے نہ امید ہے چراغ ہیں باقی
نہ پیکر وفا رہے نہ ان کے سراغ ہیں باقی
بدل رہا ہے ہر کوئی ہر وقت ہر پل
میں ہر لحہ رسمیں بھی بدل گئیں ہیں وہ رواج ہیں باقی
امیدیں ٹوٹ گئی ہیں بھروسے مٹ گئے ہیں
نہ تعبیریں رہی نہ کوئی خواب ہیں باقی
ہر دل چور ہے تھکن سے آنکھیں اشکبار ہیں
نہ ہمدردی ہے نہ کوئی ہمراز ہیں باقی
آنکھوں میں دکھ ہیں دل میں درد ہے سینے میں جلن ہمراز
نہ جواب ملے نہ کوئی سوال ہیں باقی

-------سید ہمراز کاظمی

غزل

سکوت شب میں اندھیروں کو مسکرانے دو
بجھے چراغ تو پھر جسم و جان جلانے دو
دکھوں کے خواب نما نیم و در دریچوں میں
وفا سے کرب سے تاروں کو جھلملانے دو
میرے وجود میں کانٹوں کا ایک جنگل ہے
وہ اپنی ذات کے پھولوں میں کیوں سماتے دے
کیسے خبر ہے کہ ہم دونوں اپنے قاتل ہیں
جو بے خبر یں انہیں چیخ کر بتانے دو
اپنے پاؤں میں زنجیر پڑ گئی ہے تو پھر
چلا تو جاتا نہیں گرد ہی اڑانے دو
بھٹک رہا ہوں بگولوں کے رنگ میں نقاش
بدن تو خاک ہوا روح بھی جلانے دو

-------ساحل دعا بخاری

غزل

مجھے جب بھی ایک ہی طویل دوستی پر شک ہوا مگر پھر بھی میں اپنی دوستی کا ہی بھرم رکھا ہوا
جب مجھ سے ہی اگر تم نے نبھائی ہوتی دوستی
تو پھر میں تو پوری ہی زندگی بھر ہی دوستی کرتا
مگر تو نے ہی مستوئی کی دوستی کا ہی بھرم بھی نہیں کیا
اور تو نے ہی تو دوستی میں ہی پیٹ پیچھے خنجر گھونپ دیا تھا دوستی میں

-------سردار اقبال خاں مستوئی

وقت کے تقاضے

تحریر۔۔شاہد رفیق سہو۔ 0345.3272617

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
قارئین جو نام اور عزت مجھے جواب عرض نے دی ہے اور میں اس کا بے حد مشکور ہوں مجھے بے حد خوشی ہوتی ہے ایک بار پھر میں اپنی دوسری کہانی جس کا نام میں نے۔وقت کے تقاضے۔رکھا ہے امید ہے کہ آپ جناب اسے جواب عرض میں شائع کر کے مجھے شکریہ کا ایک بار پھر موقع دیں گے۔جو دوست میری کہانی کو پسند کرتے ہیں ان کا مشکور ہوں اور جو دوست مجھے اپنے دلوں میں یاد رکھتے ہیں ان کو میرا پیار بھرا سلام اور محبتیں چاہتیں اور دل کی گہرائیوں سے ہزاروں دعاؤں کے ساتھ سلام قبول ہو میں ادارہ جواب عرض کی جتنی بھی تعریف کروں کم ہے۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہو گا۔عرفان حسین آصف ملتان۔0305.7571972

یہ تو بہت سے لوگ ہیں جو محبت کے دعوے کرتے ہیں لیکن تھوڑا سا مشکل وقت آنے پر رستے میں چھوڑ جاتے ہیں لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو آندھیوں اور طوفانوں کا جواں مردی سے مقابلہ کرتے ہیں اور اپنی محبت کا ساتھ دے کر زمانے بھر کی نظروں میں انمول ہو جاتے ہیں اس دنیا میں کچھ ایسے لوگ بھی بستے ہیں جو محبت کرنا اور نبھانا جانتے ہیں لیکن کچھ ایسی مشکل گھڑی میں جس میں اپنی محبت قربان کر کے دوسرے کی خوشیوں کو ترجیح دیتے ہیں اور ان کے گھروں کو آباد رکھتے ہیں دراصل یہی لوگ انمول ہوتے ہیں لیکن زمانے والے انہیں بری نظروں سے دیکھتے ہیں اور بے وفائی کا طعنہ دیتے ہیں میری دوستی کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا تھا۔
جس نے اپنی محبت قربان کر کے دو گھروں کو اجڑنے سے بچا لیا تھا پھر بھی اسے بے وفائی کا طعنہ دیا گیا تھا جو آپ کے آگے کہانی پڑھنے کے بعد ہی معلوم ہو گا۔اب چلتے ہیں اصل کہانی کی طرف تو آیئے قارئین میرے دوست کی زبانی سنتے ہیں۔۔

میرا نام آصف ہے میں ضلع جھنگ کا رہنے والا ہوں ہم پانچ بہن بھائی ہیں میں سب سے چھوٹا ہوں مجھ سے بڑی میری تین بہنیں ہیں ہم سے بڑا ہمارا ایک بھائی ہے جس کا نام حارث ہے میرے والد صاحب کا نام ربنواز ہے۔ہماری اپنی ایک مربع زمین ہے جس کی دیکھ بھال کے لیے نوکر رکھے ہوئے ہیں ہمارا گزر بسر بہت اچھے طریقے سے ہو رہا تھا ہمیں کسی چیز کی کوئی کمی نہیں تھی۔
ہماری ضرورت کی ہر چیز ہمارے پاس ہوتی

تھی بقول میرے بڑے بھائی کے جب میں پیدا ہوا تھا تو ہر طرف خوشی کا سماں تھا ہمارے سب رشتے دار بہت خوش تھے میرے گھر والوں کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا کیونکہ میں تین بہنوں کے بعد پیدا ہوا تھا اس لیے سب مجھے لمبی عمر کی دعائیں دیتے رہتے تھے جب میں پانچ سال کا ہوا تو مجھے ایک پرائمری سکول میں داخل کروا دیا گیا میں بہت ذہین تھا خوب دل لگا کر پڑھتا میں نے پرائمری اچھے نمبروں سے پاس کر لی اس کے بعد مجھے ہائی سکول میں داخل کرا دیا تھا۔

میں بہت حساس اور کم گو لڑکا تھا کسی کے ساتھ زیادہ فری نہیں ہوتا تھا اس لیے ان پانچ سالوں میں میرا ایک ہی دوست بنا تھا جس کا نام وقاص تھا وقاص اور میرا گھر ایک ہی محلے میں تھا اس لیے ہم دونوں کی خوب بنتی تھی ہم ایک دوسرے کی ہر ضرورت کا خیال رکھتے تھے اور ہر بات شیئر کرتے تھے۔

میں آپ کو بتاتا چلوں کہ ہمارے سکول کے ساتھ گرلز سکول بھی تھا جس کی دیوار مشترکہ تھی اس میں ایک چھوٹی سی کھڑکی تھی جس کے کسی کام کی وجہ سے آتے جاتے تھے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب ہماری کلاس کا مانیٹر کے ابو کا تبادلہ کسی اور شہر ہو گیا تو ہمارے کلاس انچارج نے مجھے کلاس کا مانیٹر بنا دیا اب گرلز سکول کی ٹیچر کی حاضری وغیرہ لگوانے میں جاتا تھا حسب معمول ایک دن میں حاضری لگوانے گیا تو ابھی تک دسویں کلاس کی ٹیچر نہیں آئی تھی میں واپس جانے لگا تو ایک لڑکی میرے سامنے والے ڈیسک پر بیٹھی تھی مجھے کہا۔

پلیز دو منٹ انتظار کر لیں مس ابھی آتی ہی ہوں گی اور مجھے اپنی جگہ پر بیٹھنے کو کہا اور خود دوسرے ڈیسک پر بیٹھ گئی میں وہی بیٹھ کر مس کا ویٹ کرنے لگا۔

ابھی مشکل سے پانچ منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ مس آ گئیں میں نے انہیں سلام کیا اور حاضری لگوا کر واپس اپنی کلاس میں آ گیا ہمارے سکول میں ایک ہی لیباٹری تھی اور ایک ہی ہیڈ آفس تھا اس لیے سب ٹیچرز کی حاضری لگوا کر رجسٹر ہیڈ آفس میں جمع کروانے ہوتے تھے جب کبھی کوئی میٹنگ وغیرہ ہوتی تو گرلز برانچ کی سب ٹیچرز ہمارے ہی سکول کے آفس میں جمع ہوتی تھیں اور میٹنگ کے ختم ہونے کے بعد اپنی برانچ میں واپس چلی جاتی تھی۔

میں جب بھی حاضری لگوانے گرلز برانچ میں جاتا وہ لڑکی جس نے مجھے مس کا انتظار کرنے کو کہا تھا بڑے غور سے میری طرف دیکھتی رہتی اور حاضری لگا کر واپس آ جاتا تھا لیکن میں نے کبھی بھی اس کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔

ایک دن میں حاضری لگوانے گیا تو اس نے مجھے ایک لفافہ دیا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے تو وہ مسکرائی اور کہنے لگی کہ خود دیکھ لینا وہ لفافہ میں نے اپنی جیب میں ڈال لیا اور حاضری لگوا کر واپس اپنی کلاس میں آ گیا اس بات کا ذکر میں نے کسی سے بھی نہیں کیا تھا یہاں تک کہ وقاص کو بھی نہیں بتایا تھا۔ میں یہاں آپ کو بتاتا چلوں کہ وقاص اور میری دوستی صرف ہمارے سکول ہی میں نہیں بلکہ گرلز برانچ میں بھی مشہور تھی اور ہمارے گھر والے ہماری دوستی پر رشک کرتے تھے۔

جب ہمیں چھٹی ہوئی تو وقاص نے کہا کہ آج ہم نے کہیں کام جانا ہے تو میں نے کہا کہ

میری طبیعت خراب ہے میرے سر میں درد ہے اس لیے تم خود چلے جاؤ تو وقاص نے مجھے گھر چھوڑا اور چلا گیا جب میں نے فریش ہو کر لفافہ کو کھولا تو اس میں ایک لیٹر تھا جس کی تحریر کچھ یوں تھی۔۔۔ مائی ڈیئر آصف۔

اسلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ میں خیریت سے ہوں اور امید کرتی ہوں کہ آپ بھی ٹھیک ہوں گے۔ میں کئی دنوں سے آپ سے بات کرنا چاہتی تھی مگر کہہ نہیں پا رہی تھی آج بڑی مشکل سے میں آپ اپنے دل کی بات کہہ رہی ہوں کہ آصف میں آپ کو بہت پیار کرتی ہوں آپ کو بہت چاہتی ہوں میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتی آپ کے بغیر میری زندگی ادھوری سی لگتی ہے جس کو صرف آپ مکمل کر سکتے ہیں پلیز میری محبت کا جواب محبت سے ہی دینا ورنہ میں بکھر جاؤں گی خدا آپ کو سلامت رکھتے آمین۔

آپ کی چاہت کی طلبگار شائستہ صدیقی۔

جب میں نے لیٹر پڑا تو خوش بہت ہوا مگر میں کسی کو دکھ نہیں دینا چاہتا تھا مجھے پتہ تھا کہ یہ دنیا والے کسی کو ایک نہیں ہونے دیتے پتہ نہیں کتنے پیار کرنے والے ان دنیا والوں کی وجہ سے برباد ہو چکے ہیں اس لیے میں اپنے آپ کو محبت کے دھوکوں سے اور دنیا والوں کی بے رحم نظروں سے بچا کر رکھنا چاہتا تھا اس لیے میں نے اس لیٹر کا کوئی جواب نہ دیا اور ایسے نظر انداز کر دیا جیسے وہ مجھے ملا ہی نہ ہو۔

اگلے دن جب میں حاضری لگوانے گیا تو اس نے مجھ سے جواب مانگا لیکن میں بغیر کچھ کہے واپس اپنی کلاس میں آ گیا تین چار دن ایسے ہی گزر گئے مگر ایک دن مجھے بخار ہو گیا تو میں سکول نہ جا سکتا صبح وقاص مجھے سکول لینے کے لیے آیا تو میں اپنے بیڈ روم میں سویا ہوا تھا جب اس نے میرے ماتھے پر ہاتھ رکھا تو بہت تیز بخار تھا تو وقاص نے میری ممی سے پوچھا۔

آصف نے میڈیسن کھائی ہے کہ نہیں تو میری امی جان نے کہا۔

بیٹا ابھی ڈاکٹر میڈیسن دے کر گئے ہیں اور آرام کرنے کے لیے کہا ہے۔

وقاص نے کہا۔ میں بھی سکول آج نہیں جاؤں گا میں آج آصف کے پاس ہی رہوں گا وقاص کی بات سن کر میری آنکھ کھل گئی اور میں نے وقاص کو کہا۔

پلیز آپ سکول جاؤ کیونکہ میں بھی نہیں جا رہا اور اگر آپ بھی نہ گئے تو حاضری لگوانے کے لیے کون جائے گا آپ ضرور جاؤ اور میری فکر نہ کرو بس تھوڑا سا بخار ہے جلدی سے اتر جائے گا وقاص نے کہا کہ اپنا خیال رکھنا اور سکول چلا گیا۔

تقریباً پانچ بجے وقاص میرے پاس آیا تو اس نے پوچھا کہ آصف سناؤ اب کیسی طبیعت ہے تو میں نے کہا۔

اب تو ٹھیک ہوں آپ سنائیں کیسا گزرا دن میں تو ٹھیک ہوں مجھے تو تمہاری فکر تھی اور پھر کہنے لگا کہ آصف تم سے ایک بات کہنی ہے اگر برا نہ مانوں تو میں نے وقاص سے کہا۔

ہاں بتاؤ کیا بات ہے۔

وقاص کہنے لگا جب میں صبح حاضری لگوانے گیا تو دسویں کلاس کی ایک لڑکی نے تمہارے بارے میں پوچھا تو میں نے اسے کہا کہ آج اسے بخار ہے اس لیے سکول نہیں آیا تو وہ خاموش ہو گئی میں واپس آ گیا لیکن جب ہاف ٹائم میں کرکٹ

کھیل رہا تھا تو اس نے مجھے ہاتھ کے اشارے سے اپنے پاس بلایا اور جب میں اس کی کلاس میں گیا تو وہ بہت رو رہی تھی اور مجھ سے کہنے لگی کہ میرا نام شائستہ ہے میں آصف سے بہت پیار کرتی ہوں اسے دل و جان سے چاہتی ہوں میں اسکے بغیر ایک پل بھی نہیں رہ سکتی میں بہت مجبور ہوں میں اسے چاہ کر بھی نہیں بھلا سکتی میں نے اسے اپنے دل کی بات بھی بتانی چاہتی مگر اس نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا پلیز تم تو اس کے بھائی جیسے ہو آپ کی بات بھی نہیں ٹالے گا اس لیے میں نے تمہیں اپنے دل کی بات بتائی ہے اگر تم میری تھوڑی سی مدد کر دو تو میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی جب میں واپس آنے لگا تو اس نے کہا کہ آج تم جا کر آصف کی خیریت معلوم کرنا میری دعا ہمیشہ اس کے ساتھ ہے اللہ نے چاہا تو وہ جلد ٹھیک ہو جائے گا اس کے بعد میں واپس آ گیا۔

میں خاموشی کے ساتھ اس کی باتیں سنتا رہا جب وہ خاموش ہوا تو میں نے کہا۔

وقاص تمہیں پتہ ہے کہ یہ دنیا کتنی ظالم ہے یہ کسی کو خوش نہیں دیکھ سکتی میں بھی اسے بہت پیار کرتا ہوں مگر یہ نہیں چاہتا یہ میری وجہ سے کوئی اس پر انگلی اٹھائے مگر پھر بھی تم جیسا کہو گے میں ویسا ہی کروں گا تھوڑی دیر تک وہ خاموش رہا پھر اس نے مجھے کہا۔

تم اس کی محبت کو قبول کر لو وہ بہت اچھی شریف لڑکی ہے وہ تم کو بہت خوش رکھے گی جہاں تک میرے بس میں ہوا میں آپ کا بھرپور ساتھ دوں گا اگر اللہ نے چاہا تو تم دونوں ضرور ایک ہو جاؤ گے تو میں نے کہا۔

ٹھیک ہے جیسے آپ کی مرضی۔

وقاص نے کہا۔ اب میں چلتا ہوں تم آرام کرو اور صبح ضرور سکول آنا اس کے بعد وقاص چلا گیا اس کے بعد میں نے کاغذ قلم اٹھایا اور شائستہ کو لیٹر لکھنا شروع کر دیا جس کی تحریر کچھ یوں ہے۔

مائی ڈیئر شائستہ۔

اسلام علیکم میں خیریت سے ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ بھی خیریت سے ہوں گی شاید میری وجہ سے آپ کی دل آزاری ہوئی ہے جس کے لیے میں آپ سے معذرت کرتا ہوں میں بھی آپ کو بہت چاہتا ہوں مگر یہ سوچ کر خاموش ہو جاتا ہوں کہ میری وجہ سے تمہاری اور تمہارے گھر والوں کی عزت پر کوئی آنچ نہ آئے کیونکہ میں نے دوسروں کی عزت کرنا سیکھی ہے خراب کرنا نہیں میں تو ایک لڑکا ہوں میری تو خیر ہے لیکن تم ایک لڑکی ہو اگر کسی کو پتہ چلا گیا تو تمہاری بدنامی ہو گی آپ کے والدین کی عزت خاک میں مل جائے گی جو میں نہیں چاہوں گا اگر پھر بھی تم پھر بھی تم چاہو تو میں آپ کے ساتھ نبھانے کے لیے تیار ہوں۔

والسلام۔ آپ کی وفاؤں کا طلبگار۔

آصف حسین۔

لیٹر لکھنے کے بعد میں نے اسے اپنی جیب میں رکھا اور چہل قدمی کے لیے باہر چلا گیا تقریباً آٹھ بجے واپس آیا کھانا کھانے کے بعد سو گیا جب صبح میری آنکھ کھلی تو وقاص میرے بیڈ روم میں موجود تھا اس نے کہا۔

جلدی کرو یار سکول سے لیٹ ہو رہے ہیں میں جلدی سے اٹھا اور نہا دھو کر ناشتہ کیا اور سکول جانے کی تیاری کی تھوڑی دیر میں ہم سکول کی جانب چل پڑے جب ہم سکول پہنچے تو تھوڑی دیر میں سب لڑکے اپنی اپنی کلاس میں چلے گئے

میں نے رجسٹر پکڑا اور گرلز برانچ میں چلا گیا ابھی تک سب کلاسیں اسمبلی میں بیٹھی تھیں میں سیدھا دسویں کلاس کے روم میں چلا گیا میں نے جیب سے لیٹر نکالا اور شائستہ کے بیگ میں رکھ دیا پھر حاضر لگانے کے بعد واپس آ گیا اور ہاف ٹائم کا انتظار کرنے لگا۔

جب بریک ہوئی تو وقاص اور میں کینٹین میں چلے گئے وہاں میں نے سموسوں اور چائے کا آرڈر دیا لیکن میرا دل کوئی بھی چیز کھانے کے لیے نہیں کر رہا تھا اس لیے میں نے وقاص سے کہا کہ پلیز یار یہ سب تم کھا لو میرا دل نہیں کر رہا تو وہ ناراض ہونے لگا اور کہا۔

عجیب انسان ہو تم یار پہلے آرڈر بھی تم نے دیا اور اب دل بھی آپ ہی نہیں کر رہا مجبوراً مجھے تھوڑا سا کھانا پڑا اس کے بعد ہم گراؤنڈ میں چلے گئے ہمیں وہاں ابھی تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ ایک چھوٹی سی بچی نے پاس آ کر کہا۔

یہ لیٹر باجی نے دیا ہے۔ اس نے ایک لیٹر ہمیں دیا اور بھاگ گئی میں نے وہ لیٹر لیا اور ہم دونوں کلاس میں آ گئے اور کھول کر پڑھنا شروع کر دیا جس کی تحریر یوں تھی

میری جان سے پیارے آصف۔

سب سے پہلے تو اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں جس نے آپ کو صحت دی اس کے بعد میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے میری محبت قبول کر لی اور میرا بھرم رکھ لیا مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ میرے لیے ایک اچھی سوچ رکھتے ہیں اور آپ کو اندازہ نہیں کہ آج میں کتنی خوش ہوں۔ پلیز آصف مجھے کبھی بھی تنہا نہ چھوڑنا ورنہ میں جی نہ پاؤں گی آپ کو نہیں معلوم کہ میری زندگی میں آپ کی کتنی قدر ہے میرا سب کچھ تم ہی ہو میں آپ کے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتی اور میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ آپ کو کبھی بھی اکیلا نہیں چھوڑوں گی ہمیشہ آپ کا ساتھ دوں گی آپ کو میں اتنی محبت دوں گی کہ آپ سب دکھ بھول جاؤ گے اور اپنا خیال رکھنا اب میں اجازت چاہتی ہوں آپ کی صرف آپ کی شائستہ صدیقی۔

لیٹر پڑھنے کے بعد مجھے بہت خوشی ہوئی کہ مجھے اتنا بھی کوئی چاہتا ہے اور میں نے بھی اس کا ساتھ دینے کا فیصلہ کر لیا تھوڑی دیر بعد ہمیں چھٹی ہوئی اور ہم واپس اپنے گھر آ گئے۔

میں نے فریش ہو کر کھانا کھایا اور بیڈ روم میں آ کر سو گیا ابھی تقریباً آدھا گھنٹہ بھی نہیں ہوا تھا کہ میرے موبائل کی رنگ ٹیون بجنی شروع ہو گئی میں نے دو تین بار کال ریسیو نہ کی لیکن پھر بھی بجتا بجتی ہی رہی میں نے مجبوراً کال ریسیو کی اور پوچھا کہ تم کون ہو اور کیوں بار بار پریشان کر رہے ہو تو آگے سے کوئی جواب نہ آیا میں نے دو تین بار ہیلو ہیلو کہا جب کوئی نہ بولا تو میں نے کہا۔

جب بات نہیں کرنی تھی تو کیوں کال کی میں بند کر رہا ہوں آپ اب کال نہ کرنا آپ کی مہربانی ہو گی۔

میں کال بند کرنے ہی والا تھا کہ کسی نے پیار سے کہا اتنی بھی جلدی کیا ہے کہ آپ ہمارے لیے دو منٹ بھی نہیں نکال سکتے۔

میں نے پوچھا۔ آپ ہیں کون۔

اس نے کہا۔ میں شائستہ ہوں۔

میں نے اس کا حال وغیرہ پوچھا اور کہا کہ سوری مجھے نہیں پتہ تھا کہ آپ نے کال کی ہے میں سمجھا کہ ایسے ہی کوئی دوست تنگ کر رہا ہے تو اس نے کہا کہ ایسا اکثر ہو جاتا ہے اس کے بعد ہم نے

کافی دیر باتیں کیں مرنے جینے کے وعدے کیے ایک دوسرے کا ساتھ دینے کا عہد کیا اور بہت سے مستقبل کے سہانے خواب دیکھے اس کی ایک کال نے پتہ نہیں کیسا جادو کر دیا تھا کہ میں ہر وقت شائستہ کے بارے میں ہی سوچتا رہتا تھا اس کی کال آنے کا انتظار کرتا رہتا تھا کیونکہ شائستہ مجھے اپنے گھر کے نمبر سے کال کرتی تھی اس کے پاس اپنا موبائل نہیں تھا اسے جب بھی ٹائم ملتا تھا وہ مس کال کر دیتی اور میں کال کر لیتا تھا اب تو ہماری محبت اتنی گہری ہو گئی تھی کہ ہم جب تک ایک دوسرے سے بات نہ کر لیتے ہمیں چین ہی نہیں آتا تھا ہماری محبت روز بروز بڑھتی چلی گئی جس کا انجام کا ہمیں خود بھی نہیں پتہ تھا۔

مختصر یہ کہ ہم دونوں نے میٹرک اچھے نمبروں سے پاس کیا اور میں نے کالج میں داخلہ لے لیا اور شائستہ نے تو بہت کوشش کی مگر اس کے گھر والوں نے مزید اسے پڑھنے نہ دیا اور وہ گھر ہی کی ہو کر رہ گئی میں نے شائستہ کو اپنے گھر والوں سے ملوایا تھا سب گھر والے اسے پسند کرتے تھے میں نے اپنے گھر والوں کو سب سچ بتا دیا کہ شائستہ اور میں ایک دوسرے سے پیار کرتے ہیں اور ہم ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے تو میری والدہ اور بہن نے کہا۔

ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے جیسے آپ چاہیں میں آپ کو بتاتا چلوں کہ میری امی جان اور میری بہنیں پہلے ہی سے شائستہ کو اور اس کے گھر والوں کو جانتی تھیں کیونکہ شائستہ کی ننہال اور میرے ننہال والے ملتان میں ایک ہی محلے میں رہتے تھے شائستہ کی امی اور میری امی دونوں بچپن کی سہیلیاں تھیں اور بیاہ کر بھی ایک ہی محلے میں آ گئیں تھیں۔ میں امی جان سے اکثر ان کا ذکر سنتا تھا لیکن مجھے یہ نہیں پتہ تھا کہ امی جان شائستہ کے گھر والوں کا ذکر کرتی ہیں یہ تو ایک اتفاق ہی تھا لیکن ہمارے لیے بہت خوشی کی بات تھی اب ہم بلا جھجک ایک دوسرے کے گھر آتے جاتے تھے اب ہمیں ملنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی تھی جب میں کالج ہوتا تو وہ اکثر ہمارے گھر آ جاتی تھی اور میرے بیڈ روم کی صفائی وغیرہ کرتی ہر چیز کو سلیقے سے رکھتی جب میری چھوٹی بہن جو مجھ سے بڑی تھی لیکن بہنوں میں سب سے چھوٹی تھی آتی تو وہ اسے واپس بھیج دیتی اور کہتی کہ میں خود کر لوں گی صفائی آپ جا کر آرام کریں جب میں کالج سے واپس آتا تو میرا کمرہ پرفیوم کی مہک سے بھرا ہوا ہوتا جب میں دروازہ کھولتا تو مجھے ایسا لگتا کہ جیسے گلابوں کے باغ میں ٹہل رہا ہوں ہماری محبت کسی سے چھپی ہوئی نہیں تھی میرے سب رشتے داروں کو پتہ تھا کہ آصف شائستہ سے پیار کرتا ہے میری سب کزن مجھے حسرت بھری نگاہ سے دیکھتی رہتیں مگر میں کسی کو گھاس نہیں ڈالتا تھا کیونکہ میں تو شائستہ سے بہت پیار کرتا تھا اور کسی اور کے بارے میں سوچنا بھی گناہ سمجھتا تھا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ہمارے گھر میں بھائی کے سسرال والے آئے ہوئے تھے اور میری کزن بھی آئی ہوئی تھی اور شائستہ بھی آ گئی جب شائستہ میرے کمرے کی صفائی کر رہی تھی تو میری کزن جو مجھ سے پیار کرتی تھی مگر میں اس سے بات تک نہ کرتا تھا میرے کمرے میں آئی اور شائستہ سے کہنے کہ آپ باہر جاؤ میرے کزن کا کمرہ ہے تم کون ہوتی ہو اس کی صفائی کرنے والے میں خود صفائی کر لوں گی تو شائستہ رونے لگی جب میں آیا تو مجھے میری بہن نے بتایا کہ میری کزن نے کیسے شائستہ کی بے عزتی کی ہے میں نے جب سنا تو یہ میرے دماغ کھولنے لگا مجھے بہت غصہ آیا اسی وقت امی جان کمرے میں آ گئیں ا

اور جب انہوں نے مجھے غصے میں دیکھا تو مجھے سمجھانے لگیں کہ بیٹا وہ دو دن کے مہمان ہیں وہ تو چلے جائیں گے اگر ہم اسے کچھ کہتے تو وہ ناراض ہو جاتے اور آپ کی بھابھی بھی ناراض ہو جاتی شائستہ بھی مجھے سمجھانے لگی۔

آپ کوئی بات نہ کریں میں ناراض نہیں ہوں جب میں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھیں سوجھی ہوئی تھیں اس وقت مجھے اور بھی زیادہ غصہ آ گیا اور سب مجھے روکنے لگے لیکن میں سیدھا بھابھی کے کمرے میں گیا جہاں سب بیٹھے تھے اور میں نے سیدھا جا کر کزن سے کہا کہ تم کون ہوتی ہے میرے کمرے کی صفائی کرنے والی تم کو میری ذاتی زندگی میں دخل دینے کی اجازت کس نے دی ہے اور تم کو یہ حق کس نے دیا کہ تم میرے ہی گھر میں میری ہی فرینڈ کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آؤ اور ایک بات آپ کو بتا دوں شائستہ اور میں ایک دوسرے سے پیار کرتے ہیں اور تم نے جتنے دن بھی رہنا ہے رہو مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے اور اگر آج کے بعد بھول کر بھی میرے کمرے کے قریب جانے کی کوشش نہ کرنا اور تم نے آج کے بعد شائستہ کو اگر ایک لفظ بھی ایسا کہا کہ جس سے اس کو تکلیف ہو تو میں بھول جاؤں گا کہ آپ ہمارے مہمان ہیں میرا کمرا کیا یہ پورا گھر ہی شائستہ کا ہے آئندہ یہ بات اچھی طرح یاد رکھنا یہ کہتا ہوا میں واپس اپنے کمرے میں آ گیا۔

اس وقت تو سب خاموش رہے لیکن شام کو جب میرے والد صاحب آئے تو میری بھابھی نے شور مچا دیا کہ آصف میرے گھر والوں کی بے عزتی کی ہے جب میرے والد نے پوچھا تو میں نے ساری بات بتا دی اور یہ بھی کہا کہ اگر کسی کو اچھا لگے تو یہاں رہے ورنہ ہم اسے مجبور نہیں کریں گے پھر میں واپس آ گیا۔

اسی لیے میرے انکل اور میری کزن دوسرے ہی دن اپنے گھر واپس چلے گئے اور اس وجہ سے میری بھابھی مجھ سے کچھ دن ناراض رہی لیکن مجھے کسی کی بھی کوئی پرواہ نہیں تھی مجھے تو بس شائستہ کا خیال تھا کہ کہیں وہ ناراض نہ ہو جائے اسی رات شائستہ کے والد کی طبیعت خراب ہو گئی تو میں اسے اس کے گھر چھوڑنے آیا اگلے دن میرے سب گھر والے اس کے والد کی عیادت کے لیے گئے تو وہ اس کے گھر والے بہت خوش ہوئے میرے گھر والوں کی بہت خاطر تواضع کی اور شام کو میرے گھر والے واپس آ گئے۔

اسی طرح کئی دن گزر گئے ہماری اکثر فون پر ایک دوسرے سے بات چیت ہوتی رہتی تھی۔

ایک دن شائستہ کی کال آئی تو وہ رو رہی تھی میں نے اس سے رونے کی وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگی کہ ہمارے گھر والے مہمان آئے ہیں تو میں نے اس سے کہا کہ اس میں رونے والی کیا بات ہے مہمان تو خدا کی طرف سے رحمت ہوتے ہیں تو اس نے کہا کہ یہ مہمان رحمت نہیں ہے زحمت بن کر آئے ہیں میں نے کہا کہ کیا بات ہے سیدھی طرح بتاؤ پہیلیاں کیوں بھجوا رہی ہو تو اس نے بتایا کہ ابھی میری چھوٹی بہن کمرے میں آئی تھی تو وہ کہہ رہی تھی کہ انکل اور آنٹی امی ابو سے آپ کے رشتے کے بارے میں بات کر رہے تھے۔

جب میں نے یہ سنا تو مجھے زمین گھومتی ہوئی محسوس ہونے لگی مجھے ایسا لگا جیسے میری دنیا ہی اجڑ گئی ہو مجھ پر سکتہ سا طاری ہو گیا لیکن میں نے جلدی سے خود کو سنبھالا اور اس کو سمجھانے لگا کہ آپ پریشان نہ ہوں میں کبھی بھی تمہیں کسی اور کا نہیں ہونے دوں گا اور ویسے بھی وہ بات کرنے آئے ہیں وہ کون سا تمہیں اپنے ساتھ لے

جا میں گے میں ابھی امی جان سے بات کرتا ہوں اور کل انہیں آپ کے گھر بھیجتا ہوں۔

اس نے کہا۔ آصف جو بھی کرنا ہے جلدی کروا ایسا نہ ہو کہ وقت ہاتھ سے نکل جائے اور بعد میں پچھتانے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا اگر میں آپ کی نہ ہوئی تو میں کسی اور کی بھی نہیں ہونگی اور اپنی جان دے دوں گی میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔

میں اسکو سمجھانے لگا کہ پگلی آپ ایسی باتیں کیوں کر رہی ہو میں بھی تو آپ کے بغیر نہیں رہ سکتا اور آپ فکر نہ کریں تمہیں کوئی بھی مجھ سے جدا نہیں کر سکتا تو اس نے کہا۔

میں ابھی کال بند کر رہی ہوں لگتا ہے کوئی اندر آ رہا ہے اور کال بند ہوگئی میں بھی وہی پریشان کھڑا تھا اور یہی سوچ رہا تھا کہ میں کیسے گھر والوں سے بات کروں اور خدا نے یہ مشکل میری حل کر دی اسی وقت میری امی جان میرے کمرے میں داخل ہوئی اور جب انہوں نے مجھے پریشان دیکھا تو پوچھا۔

بیٹا کیا بات ہے مجھ کچھ پریشان سے لگ رہے ہو تو میں نے کہا کہ امی جان کو ساری بات بتا دوں پھر جو میرے اور شائستہ کے درمیان ہوئی تھی اور انہیں یہ بھی کہا۔

آپ اور ابو کل شائستہ کے گھر اس کا رشتہ مانگنے جا میں کے تو انہوں نے کہا۔

آپ پریشان نہ ہوں آپ کے ابو جان آتے ہیں تو میں ان سے بات کرتی ہوں جب امی جان سے یہ سنا تو مجھے کچھ حوصلہ ہوا۔

شام کو جب والد صاحب گھر آئے تو امی جان نے ان سے بات کی تو وہ کہنے لگے یہ کیسے ہوسکتا ہے ابھی تک تو ایک بیٹے اور بیٹی کی شادی ہوئی ہے ابھی تو آصف سے بڑی اس کی دو بہنیں بیٹھی ہیں میں ان کو رخصت کیے بنا آصف کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا اور وہ تو ابھی فرسٹ ایئر میں ہے اسے تو ابھی اپنی تعلیم مکمل کرنی ہے لیکن جب امی جان نے ان کو ساری بات بتائی اور یہ بھی بتایا کہ شائستہ کے انکل اس کا رشتہ مانگنے کے لیے ان کے گھر آئے تھے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ دونوں بچے ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں تو میرے والد صاحب نے جب یہ سنا تو کہا کہ ٹھیک ہے اگر یہ دونوں بچے راضی ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے ہم صبح چلیں گے جب مجھے پتہ چلا تو میں بہت خوش ہوا اور جب میں نے شائستہ کو بتایا تو وہ بھی بہت خوش ہوئی اور کہنے لگی کہ اللہ کرے میرے ماں باپ اس رشتے کے لیے مان جائیں صبح جب میرے والد صاحب اور والدہ ان کے گھر گئے تو وہ بہت خوش ہوئے انہوں نے میرے والدین کی خوب خاطر تواضع کی کافی دیر حال احوال پوچھنے کے بعد میرے والدین نے جب اس کے والدین کو بتایا کہ شائستہ کو اپنی بہو بنانا چاہتے ہیں تو اس کے والدین کچھ پریشان ہو گئے اور میرے والدین سے کہنے لگے۔

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آپ نے ہمیں اس قابل سمجھا کہ ہم رشتہ جوڑیں مگر میں آپ سے معذرت خواہ ہوں کہ میں آپ کو اپنی بیٹی کا رشتہ نہیں دے سکتا کیونکہ میں نے بچپن سے ہی اپنے بھائی کے بیٹے کو داماد بنایا ہوا ہے میں نے اپنی بڑی بیٹی اور شائستہ کا رشتہ بھائی کو دیا ہوا ہے اور اپنے بھائی کی بیٹی کا رشتہ اپنے بیٹے کے لیے لیا ہوا ہے کل وہ لوگ آئے تھے کہ اب آپ کی بیٹی نے میٹرک پاس کر لیا ہے اب ہم کو بتا دیں کب رخصتی کے لیے آئیں تو ہم نے ان سے ایک ماہ کا ٹائم مانگا ہے کہ کچھ تیاری کر لیں تو اس کے بعد آپ کو بتا دیں گے تو میرے والدین نے کہا۔

اس میں دونوں بچوں کی مرضی شامل ہے ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں ہمیں اپنے بچوں کی خوشی دیکھنی چاہئے تو انہوں نے کہا کہ ہم بھی مجبور ہیں لیکن ایک بار کوشش کر کے دیکھتے ہیں اگر میرا بھائی مان گیا تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

میرے والدین نے کہا کہ ہم دو دن بعد پھر آئیں گے آپ اپنے بھائی سے بات کر لینا اس کے بعد میرے والدین واپس آ گئے میں انہیں کا انتظار کر رہا تھا جب وہ آئے تو میں نے امی جان سے پوچھا کہ انہوں نے کیا کہا ہے تو امی نے مجھے ساری بات بتا دی اور کہا کہ بیٹا حوصلہ کرو اللہ نے چاہا تو شائستہ میری ہی بہو بنے گی۔

دو دن بعد میرے والدین ان کے گھر گئے تو انہوں نے کہا کہ ملک صاحب ہم بہت مجبور ہیں ہم نے تو اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے مگر میرے بھائی نہیں مانتے اور انہوں نے کہا کہ اگر میں رشتہ دینے سے انکار کر دوں تو میں تمہیں اپنی بیٹی کا رشتہ بھی نہیں دوں گا اور میری بڑی بیٹی جوان کے بڑے بیٹے کے گھر ہے اس کو بھی طلاق دے دیں گے۔

اب آپ ہی بتائیں کہ میں کیا کروں اب میں ایک بیٹی کی خاطر تین گھر تو برباد نہیں کر سکتا اگر آپ ایسا چاہتے ہیں تو میں یہ بھی کرنے کے لیے تیار ہوں آگے جیسا آپ کی مرضی ہو میرے والدین نے کہا۔

ہمیں آپ سے کوئی گلہ نہیں ہے شاید اگر میں آپ کی جگہ ہوتا تو میرا بھی یہی فیصلہ ہوتا اور رہی بات آصف کی تو میں اسے سمجھا لوں گا اس کے بعد میرے والدین گھر آ گئے۔

جب انہوں نے مجھے بتایا تو میرے اوسان خطا ہو گئے میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا گیا مجھے ایسا لگا جیسے میں تپتے ہوئے صحرا میں ننگے پاؤں چل رہا ہوں مجھے تو ہر چیز ہی گھومتی ہوئی محسوس ہونے لگی مجھے میرے خواب بکھرتے ہوئے محسوس ہونے لگے گھر والوں نے جب میری یہ حالت دیکھی تو مجھے دلاسا دینے لگے میری امی جان مجھے سمجھانے لگی کہ بیٹا شاید قسمت کو یہی منظور تھا ہمیں بھی آپ کی تکلیف کا اندازہ ہے مگر بیٹا وہ بھی بہت مجبور ہیں ورنہ وہ کبھی بھی رشتے سے انکار نہ کرتے۔

اب مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں میری تو دنیا ہی اجڑ گئی تھی مجھے تو شائستہ کے علاوہ کسی بھی چیز کی تمنا نہ تھی میں نے تو یہ سوچا بھی نہ تھا کہ میری زندگی میں یہ پہلو بھی آئے گا میرے سب خواب بکھر جائیں گے میرے دماغ میں آندھیاں سی چل رہی تھیں میں نے بڑی مشکل سے خود کو کنٹرول کیا اور گھر والوں کو کہا کہ مجھے آرام کرنے دیں میرے کمرے میں کوئی بھی نہ آئے میں نے دروازہ بند کر دیا اور دراز میں سے نیند کی گولیاں اٹھائیں اور پانی کے ساتھ نگل لیں لیکن مجھے پھر بھی سکون نہیں آ رہا تھا اس لیے میں نے پورا پتا ہی نگل لیا اس کے بعد مجھے کوئی ہوش نہیں رہا جب مجھے ہوش آیا تو اس وقت مجھے ڈرپ لگی ہوئی تھی اور میری والدہ میرے پاس بیٹھی رو رہی تھی مجھے ہوش آتا دیکھ کر میری والدہ منتیں کرنے لگی۔

بیٹا آپ کو میری قسم ہے آج کے بعد تم ایسی کوئی حرکت نہیں کرو گے ورنہ میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی اس کے بعد سبھی گھر والے مجھے باری باری سمجھانے لگے اس وقت میری حالت قابل دید تھی میں سب کی باتیں سن رہا تھا مگر کوئی جواب نہیں دے رہا تھا اسی وقت ڈور بل زور سے بجنے لگی اس وقت تقریبا رات کے دس بج رہے تھے جب دروازہ کھولا تو سامنے شائستہ کے

والدین رو رہے تھے جب میری والدہ نے ان کی حالت دیکھی تو ان کو سیدھا میرے کمرے میں لے کر آئے جہاں سب ہی گھر والے بیٹھے تھے تو کہنے لگے کہ پلیز بیٹا میری بیٹی کو بچا لو ہم آپ کے زندگی بھر احسان مند رہیں گے تو میری والدہ نے کہا کہ بتاؤ تو سہی کیا بات ہے تو انہوں نے بتایا کہ جب آپ لوگ واپس آ گئے تھے تو شائستہ نے سب سن لیا تھا وہ ہمارے پاس آئی اور کہنے لگی کہ آپ لوگ جو مرضی کر لیں میں شادی کروں گی تو صرف آصف سے ورنہ خودکشی کر لوں گی مگر کسی اور سے شادی نہیں کروں گی جب اس کے ابو نہ مانے تو اس نے خوش کشی کرنے کی کوشش کی ہم نے بڑی مشکل سے اسے روکا ہوا ہے اس لیے ہم آپ کے پاس آئے ہیں۔

بیٹا اب ہماری عزت تمہارے ہاتھ میں ہے اگر ہمارے رشتے داروں کو پتہ چلا گیا تو ہم کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے ہم آپ کے آگے ہاتھ جوڑتے ہیں ہمیں رسوا ہونے سے بچا لیا ایک ماں پہلی بار بیٹے سے کچھ مانگ رہی ہے اور اپنا دوپٹہ اتار کر میرے پاؤں پر رکھنے لگی تو میں جلدی سے اٹھا اور کہا۔

آپ کیوں مجھے گنہگار کر رہی ہیں تو میری والدہ کہنے لگی بیٹا مان جاؤ وہ بہت مجبور ہیں او رمیں نے تیری ایسی تربیت تو نہیں کی تھی کہ تو اپنے مفاد کے لیے دوسرے کے گھر اجاڑ دے اور سبھی باری باری مجھے سمجھانے لگے۔

اب میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں ایک طرف میرا پیار تھا اور دوسری طرف ایک ماں پہلی بار ایک بیٹے کے پاس سوالی بن کر آئی تھی میں نے کافی دیر سوچنے کے بعد وہ فیصلہ کیا جو کرنے میں بہت کم لوگوں میں ہمت ہوتی ہے میں نے بھی اپنے پیار کو ایک ماں پر قربان کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

میں نے سب کے سامنے شائستہ کا نمبر ملایا تو آگے سے شائستہ بول رہی تھی وہ بہت رو رہی تھی کہہ رہی تھی کہ آصف میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتی اگر میں آپ کی نہ ہوئی تو کسی اور کی بھی نہیں ہو سکتی اپنی جان دے دوں گی تو میں نے کہا کہ میری بات غور سے سنو میں آپ سے کبھی بھی پیار نہیں کرتا تھا میں تو آپ سے وقت گزاری کر رہا تھا میں نے کبھی بھی تمہیں سچے دل سے نہیں چاہا میں تو کسی اور سے پیار کرتا ہوں تمہارے پاس ہے ہی کیا مجھے تو وہ لڑکی چاہیے جو اپنے ساتھ بہت ساری دولت لے کر آئے اور آج کے بعد مجھے کال مت کرنا تم جیسی لڑکی کو تو میں منہ بھی نہیں لگانا چاہتا اس لیے آج کے بعد میری تیری راہیں جدا ہیں وہ کہنے لگی۔

آصف تم ایسا کیوں کر رہے ہو میں جانتی ہوں کہ تم میرے بغیر نہیں رہ سکتے ہو

میں نے کہا کہ میں تم سے نفرت کرتا ہوں اور رہا سوال جینے کا تو وہ خود ہی دیکھ لینا میں جلدی ہی اپنی پسند کی لڑکی سے شادی کر رہا ہوں اور فون بند کر دیا میری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے میں نے اس کے والدین سے کہا کہ آپ جائیں اور خوشی سے اس کی شادی کریں اب اس کے رشتے کی ہر رکاوٹ ختم ہو گئی ہے

وہ مجھے دعائیں دیتے ہوئے چلے گئے اور میں اپنی والدہ کے گلے لگ کر بہت رویا اور ان دنوں وقاص اپنے رشتے داروں کی شادی میں گیا ہوا تھا اور میں نے بھی اسے کچھ نہیں بتایا تھا جس دن شائستہ کی شادی تھی اسی دن وہ واپس آیا تھا کہ اس کو شائستہ کی چھوٹی بہن ایک لیٹر دے کر گئی تھی اور کہا کہ یہ آصف تک پہنچا دینا جب وقاص میرے پاس آیا تو اس وقت میرے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے تھے۔ اور میں اسکے گلے لگ کر رونے لگا تو وہ بھی پریشان ہو گیا اور کہنے لگا کہ بتاؤ تو سہی بات کیا ہے تو پھر میں نے اسے بتایا کہا۔

کیسے شائستہ کے والدین نے مجھے مجبور کیا تھا اور میں نے یہ بھی بتا دیا کہ میں نے کیسے شائستہ کو کال کی اور کیا کہا تو اس نے کہا۔

تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے وہ تو آپ کے لیے جان دے رہی تھی اور تم نے اسے اس کا یہ صلہ دیا۔

جب میں نے اس کو شروع سے لے کر آخر تک ساری بات بتائی تو وہ خاموش ہو گیا اور ایک لیٹر مجھے دے دیا اور کہا۔

یہ شائستہ کی بہن دے کر گئی ہے جب میں نے وہ لیٹر کھولا تو اس کی تحریر کچھ یوں تھی۔

مائی ڈیئر آصف

اسلام علیکم۔ خدا آپ کو سدا سلامت رکھے مجھے تم سے ایسی امید نہ تھی میں تو تمہیں دل و جان سے چاہتی تھی اور تمہیں ہی اپنا سب کچھ مانتی ہوں مگر تم خود غرض نکلے اپنے مفاد کی خاطر میری خوشیوں کا خون کر دیا اگر مجھ سے پیار نہیں کرتے تھے تو مجھے ایسے خواب کیوں دکھائے تھے جن کی بنیاد جھوٹ پر تھی میں تمہیں کبھی بھی معاف نہیں کروں گی میں کل بھی تم سے پیار کرتی تھی آج بھی کرتی ہوں اور مرتے دم تک کرتی رہوں گی میری تو یہ دعا ہے کہ تم سدا خوش رہو جو تم نے میرے ساتھ کیا ہے وہ اور کوئی تمہارے ساتھ ایسا کرے خدا حافظ۔

اب میں معاملہ قارئین پر چھوڑتا ہوں کہ کیا میں نے غلط کیا ہے۔ کیا مجھے ایک ماں کو خالی ہاتھ لوٹا دینا چاہیے تھا۔ کیا مجھے اپنے لیے دوسرے کے گھر اجاڑ دینے چاہیے تھے کیا مجھے اپنے لیے دوسروں کی خوشیاں برباد کر دینی چاہیے تھیں۔

اس کا جواب مجھے ضرور دینا میں آپ کے جواب کو انتظار کروں گا۔ قارئین یہ بھی میرے دوست کی کہانی اگر کسی نے میرے دوست سے رابطہ کرنا ہو تو اس کا نمبر بھی میں نے لکھ دیا ہے اس سے آپ رابطہ کر سکتے ہیں۔ امید ہے کہ میری دوسری کہانیوں کی طرح یہ کہانی بھی آپ کو بہت پسند آئے گی اور میں مزید لکھنے کی کوشش کروں گا آپ لوگوں کا مجھے بہت پیار مل رہا ہے او مجھے آپ لوگوں کے پیار کی ضرورت ہے۔

شعر

☆ ہم نے خود ہی پرویا ہے تمہیں تسبیح کی طرح
یاد رکھنا اگر ہم ٹوٹے تو بکھر تم بھی جاؤ گے
☆ اپنے کردار پہ مجھ کو اتنا تو یقیں ہے
کوئی مجھے چھوڑ تو سکتا ہے مگر بھلا نہیں سکتا
☆ بہت پسند تھا اسے میرے جسم پر سفید لباس
آج میں کفن میں لپٹی ہوں تو وہ روتا کیوں ہے
☆ کتنے آنسو بہائے ہیں چار دن کی محبت میں
اگر سجدے میں بہاتے تو گنہگار نہ رہتے
☆ پیار نہیں کرتے تو دل جلاتے کیوں ہو
ہم سے شرماتے ہو تو سامنے آتے کیوں ہو
یوں تو کہتے ہو کوئی فرق نہیں پڑتا مجھ کو
ذرا سی چوٹ لگنے پر یوں آنسو بہاتے کیوں ہو
..........صائمہ لیاقت، ظفروال

قطعہ

پلکوں آنسو اور دل میں درد سویا ہے
ہنسنے والے کو کیا پتا رونے والا کتنا رویا ہے
یہ تو وہ جان سکتا ہے میرے دوست جس نے پانے
سے پہلے کسی کو کھویا ہے
..........فوجی شاہد احمد ساگر، رسول نگر

اب پیار نہیں کرنا

تحریر۔ یاسر وکی۔ اڈا صالحوال۔ 0310.4834464

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
اس بار میں جو کہانی لے کر آیا ہوں اسکا نام میں نے۔ اب پیار نہیں کرنا۔ رکھا ہے امید ہے سب کو پسند آئے گی مجھے آپ لوگوں کی محبتوں کا شدت سے انتظار رہے گا میں نے اس سٹوری میں معاشرے کے بہت ساری ایسی باتیں ہیں جن پہ لکھا ہے اور جن پر لکھنے کی ضرورت بھی بہت سی ہماری خواہشوں کے لیے مشکلات ہوتی ہیں ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

سکول سے چھٹیاں ختم ہونے میں تقریبا بیس دن باقی رہ گئے تھے آج جب میں اپنے ایک دوست کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا یار یاسر آج تو ساتھ چل میرے پاس کنڈیکٹر نہیں ہے میں آپ کو بتا تا چلوں کے میرے اس دوست کا نام وسیم تھا اور گاوں والے اسے پیار سے لڈو کے نام سے پکارتے تھے اور یہ ٹرک ڈرائیور ہے میں نے کہا۔

یار ہمارے پاس اللہ کا دیا ہوا سب کچھ ہے تو میں کام کیوں کروں میرے ابو کو پتہ چلا تو وہ مجھے زندہ زمین میں دفن کر دیں گے۔

اس نے کہا یار کوئی بہانا لگا دے میں آپ کو کچھ دن اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہوں

میں نے کہا۔ یار میں نے کبھی کام نہیں کیا۔ نہیں تو کیسے ہوگا یہ سب۔

اس نے کہا تم کام کو ذرا بھی ہاتھ نہ لگانا میں سب سنبھال لوں گا اس کے کافی اصرار کرنے پر میں مان گیا میں نے گھر میں جھوٹ بول دیا کہ میں ایک دوسرے کے پاس کچھ چھٹیاں گزارنے جا رہا ہوں گھر سے بڑی مشکل سے اجازت ملی اور میں نے اپنے کچھ کپڑے بیگ میں ڈالے اور وسیم کے گھر آ گیا وہ میرا ہی انتظار کر رہا تھا میں نے کہا چلیں تو اس نے کہا۔

چلو ہم باہر سڑک پر آ گئے ادھر ہی اس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور ہم اوکاڑہ کی طرف روانہ ہو گئے گاڑی بہت تیزی سے سفر طے کر رہی تھی اور وسیم نے اس میں اس میں گانا لگا دیا۔

بے وفا پیار کی راہوں میں
مجھے کیوں چھوڑ دیا
کتنا نازک تھا میرا دل
اسے بھی توڑ دیا۔

گانا سنتے سنتے میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے میں وسیم کے ساتھ والی سیٹ پہ بیٹھا تھا جب گانا ختم ہوا اس نے پھر وہی گانا لگا دیا میں خاموش تھا میری آنکھوں سے آنسو تھے کے رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے ابھی پانچ کلو میٹر سفر

باقی تھا کہ وسیم نے کہا کہ چلو ادھر کسی ہوٹل پہ روک کے کھانا کھاتے ہیں یہ بات کہتے ہوئے جب اس نے مرا چہرہ دیکھا تو میرا سارا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا اس نے گاڑی ایک سائیڈ پہ لگائی اور مجھے کہا کہ نیچے اترو جب میں نیچے اترا تو اس نے مجھے اپنے سینے سے لگا لیا۔

یاسر کیا ہوا ہے یار کوئی پریشانی ہے مجھے لگتا ہے کہ تو آج پھر کسی لڑکی کی خاطر ہی آنسو بہا رہا ہے تو بھول کیوں نہیں جاتا اس لڑکی کو اس میں ایسا کیا ہے وہ بے وفا ہے تو ایسے ہی اس کی خاطر اپنی زندگی برباد کرنے کو تلا ہوا ہے تو اتنا خوبصورت بندہ ہے تجھے تو کوئی لڑکی دیکھ کر اپنا دل ہار دے گی میں نے روتے ہوئے کہا۔

وسیم یار۔ وہ۔۔۔۔ وہ بے وفا نہیں ہے مجبور ہے میں کیسے دیا کو بتاؤں کے وہ بے وفا نہیں ہے نہیں ہے۔ نہیں ہے اس نے بڑی مشکل سے مجھے سنبھالا اور ایک ہوٹل میں لے گیا ادھر اس نے میری پسند کی ڈش منگوائی میں نے تھوڑا سا کھانا کھایا اور بس کر دی وسیم میری طرف دیکھ کر رونے لگا یار دیکھ یاسر یہ جو سب کو ہنساتا تھا اگر محلے میں کسی لڑکے لڑکی کی بات ہوتی تو تو نہیں بہت برا بھلا کہتا تھا کہ پیار کیا ہے یہ صرف ٹائم پاس کرنے کا بہانہ ہے اور ان کو اس کام سے نصیحت کرتا تھا ہر وقت چہرے پر مسکراہٹ سجی رہتی تھی اس کی آنکھوں سے آنسو پانی کی طرح بہہ رہے تھے میں خاموشی سے اس کی باتیں سن رہا تھا یار تو وہ یاسر نہیں ہے مجھے آج احساس ہوا کہ یار میرے پریشان ہونے سے اور بھی کوئی پریشان ہو جاتا ہے میں نے اس کا چہرہ صاف کیا اور کہا۔

یار میں آج کے بعد کبھی بھی اس کی یاد میں آنسو نہیں بہاؤں گا پھر ہم کولڈرنک منگوائی پی کر پھر ہم چلے گئے گاڑی اسٹارٹ کی اور اوکاڑہ پہنچ گئے ابھی اڈے پر ہی پہنچے تھے تو اڈے والے نے کہا کہ کراچی کے آلو ہیں اگر گاڑی لوڈ کرنی ہے تو وسیم نے کہا۔

جی کرنی ہے پھر ہم نزدیک ہی ایک سٹوری سے آلو لوڈ کرنے چلے گئے میں ٹرک کے اوپر بیٹھا رہا پھر عصر کا وقت تھا موسم کافی خوشگوار تھا وسیم گاڑی سے دور چلا گیا مجھے پھر اس کی یاد ستانے لگی میں آپ کو کیسے بتاؤں کے اس کے بغیر ایک ایک پل کیسے گزار رہا ہوں آج میری جان سے بات کیے ہوئے دو سال ہو چکے ہیں ان دو سالوں میں اس نے نہ ہی مجھے کال کی اور نہ ہی میرے سامنے آئی ہے اچانک وسیم آ گیا میں نے اپنا چہرہ صاف کیا گاڑی لوڈ ہو چکی تھی وسیم نے گاڑی اسٹارٹ کی ہم چل پڑے پھر وسیم نے تین دن مسلسل گاڑی چلائی نہ رات کو آنکھ لگا کے دیکھی نہ دن کو میں نے بھی اس کے ساتھ ہی نہ دن کو سویا اور نہ رات کو میری تو ویسے ہی نیند مجھ سے روٹھی تھی وسیم مجھے کہنے لگا کہ یار تو پہلا بندہ ہے جو سارے سفر میں نہیں سویا آفرین یار اپنی منزل پر پہنچ کر گاڑی کھڑی کر دی مزدور گاڑی اتارنے لگے اور وسیم ایک چارپائی پر لیٹ گیا میں گاڑی میں گانا لگا کر بیٹھ گیا آج پھر وہی لگ گیا میں نے اسے تبدیل نہ کیا پھر سننے لگا اچانک میرے فون کی بیل بجی اور میں نے گانا بند کیا اور فون کو او کے کیا تو آج میرے بہت ہی پرانے دوست فیضان نے کال کی تھی خیر خیریت کے بعد میں نے پوچھا یار کیسے آج ہماری یاد آ گئی اس نے کہا۔

یار یاسر سنا ہے آپ نے بھی جواب عرض

میں لکھنا شروع کر دیا ہے اور لوگوں کے ہر دکھ درد کو بانٹتے ہو بہت خوش نصیب ہو یار۔

قارئین آپ کو بتاتا چلوں کہ فیضان میرا اہم جماعت تھا۔ اور دو تین ماہ سے مجھ سے ناراض تھا آج ایک دوست کو پا کر میں اپنے آپ کو بہت خوش نصیب سمجھ رہا تھا خود کو ہلکا پھلکا سا محسوس کر رہا تھا فیضان نے کہا۔

یار آپ میری کہانی لکھو یار پلیز

میں نے اسے کہا یار یہ یا سر اپنے تو دکھ درد اچھی طرح لکھ نہیں سکتا پھر آپ کی کہانی کیسے لکھوں اس نے کافی اصرار کیا کہ وہ بے وفا بھی جواب عرض ہر ماہ پڑھتی ہے شاید اب ہی اسے مجھ پر کوئی ترس آ جائے اور میری ویران پیار کو بہار آ لے میں نے کہا ایک گھنٹے بعد کال کرنا اس نے کہا کہ چلو ٹھیک ہے اب میں قریب ہی ایک شاپ پہ گیا ادھر سے ایک بال پوئنٹ اور دو صفحے خریدے اور کچھ کھانے کے لیے چپس اور کولڈ ڈرنک خرید کر واپس آیا تو ابھی میں کھانے میں مصروف تھا کہ کال آ گئی میں نے کال اوکے کی تو جی سراب بتا میں اس نے کہانی شروع کی۔

جی میرا نام فیضان ہے اور میں دیپالپور کے ایک گاؤں میں اڈا صالحوال کا رہائشی ہوں جب میں پیدا ہوا تو مجھے نہیں پتہ کہ کیا کچھ کیا گیا یا جب میں نے ہوش سنبھالی تو گاؤں کے ایک قریبی سکول میں پایا پڑھنے لکھنے میں کافی ہوشیار تھا وقت گزرتا گیا اور میں ہشتم جماعت میں آ پہنچا ابھی سکول کی کلاسیں شروع ہوئی تو ایک ماہ بعد سکول سے چھٹیاں ہو گئی میں سارا دن گھر میں پڑا رہتا۔ ایک دن میں سویا ہوا تھا بڑے بھائی نے جگایا کہ یار فیضان ابو نے آپ کو بلایا ہے میں نے آنکھیں ملتے ہوئے واش روم میں منہ دھویا اور ابو کے پاس چلا گیا بتاتا چلوں کہ ابو ایک فارمر ہیں اور دس ایکڑ اپنی گھر کی زمین ہے اور دس بیس ایکڑ ٹھیکے پہ لی ہوئی ہے ابو ڈیرے پہ بیٹھے تھے جی ابو آپ نے مجھے یاد کیا ہے ابو نے کہا۔

یہ کچھ پیسے لو لو اور بازار سے کپڑے خرید لاؤ میں نے کہا کہ ابو کوئی خاص بات ہے انہوں نے کہا کہ تین دن پہلے کی بات ہے کہ شاہد نے فون پر بتایا کہ میری شادی ہے اور آپ لوگ ضرور آئیں آپ کو بتاتا چلوں شاہد میرا سب سے بیسٹ دوست تھا ابو نے کہا۔

بیٹا میں تو شامل نہیں ہو سکتا تیرا دوست ہے تو سنبھال اتنے میں میں نے موٹر بائیک نکالی اور اپنے ایک دوست عنصر کو ساتھ لیا اور بازار سے شاپنگ کر کے واپس آ گیا آج سے دو دن بعد شادی تھی خیر وہ دن بھی گزر گئے آج میں تیار ہو کر ابو کے پاس گیا انہوں نے ڈرائیور کو فون کیا کہ فیضان کو شادی پہ جانا ہے جلدی آؤ۔ وہ کہنے لگا کہ میرا بیٹا کافی بیمار ہے میں نہیں آ سکتا فیضان صاحب کو بھیج دیں وہ اچھی ڈرئیوری کر لیتا ہے پھر ابو نے کار کی چابی مجھے دے دی اور کہا کہ بیٹا کار قیمتی نہیں ہے آپ کی جان بہت قیمتی ہے سنبھل کے جانا میں اکیلا جانے کی وجہ سے کافی خوش تھا آج شاہد کی بارات تھی میں نے تقریبا بارہ بجے وہاں پہنچ گیا شاہد بہت ناراض ہوا کہ انکل نے اچھا نہیں کیا ابھی بارات تیار تھی سبھی لوگ اپنی اپنی گاڑیوں میں تھے میں بھی گاڑی لیے کھڑا تھا میں نے اے سی اون کیا اور سکرین پہ بلند آواز میں سونگ لگا دیا۔

اچانک اپنی گاڑی میں بیٹھنے لگا فیضان اور پھر میری طرف آ گیا اکیلے ہو جی کچھ لوگ آپ اپنے ساتھ لے لو یار ہمارے مہمان ہیں میں نے کہا کہ بٹھا دو جب وہ انہیں لے کر آیا تو وہ تینوں لڑکیاں تھیں شاہد اپنی گاڑی میں چلا گیا تھا اس کی گاڑی بھی ٹوڈی تھی اور میری بھی میں نے اسٹارٹ کی اور چل دیا اتنے میں پیچھے سے ایک لڑکی بولی سر کچھ سونگ لگا دیں میں نے گانا لگایا میرے یار کی شادی ہے پھر اس نے کہا کہ کوئی اور میں نے گانا لگایا۔

اکیلی نہ بازار جایا کرو نظر لگ جائے گی

ان تینوں میں سے پھر ایک لڑکی نے میرے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر اور کہا کہ آواز دیں میں نے آواز ستر فیصد کر دی گاڑی میں پر سکون ماحول تھا اور گاڑی اپنی منزل کی طرف گامزن تھا کہ اچانک میں نے فرنٹ پہ جو میرے سر سے اوپر شیشہ تھا اس میں نظر ڈالی تو کوئی مجھے دیکھ کر کھویا ہوا تھا وہ شیشے میں مجھے دیکھ رہی تھی میں نے دو تین مرتبہ اسے دیکھا اسے محسوس نہ ہونے دیا چلتے چلتے دلہے کی گاڑی اچانک رکی میں نے بھی بریک لگائی تو شاہد گاڑی سے باہر آیا اور پاس ہی ایک پٹرول پمپ تھا اس نے چپس اور کولڈ ڈرنک لی میں بھی ادھر شاپ پہ چلا گیا میں نے قریبا چار ٹین پیک لیے اور ایک بڑی کوک کی بوتل لی اور دو پانی کی بوتلیں لیں اور اس کے علاوہ چار چپس کے بڑے پیک لیے اور گاڑی میں آیا اور پچھلا دروازہ کھولا اور کہا۔

مس یہ لے لیں۔

انہوں نے بہت روکا لیکن جو لڑکی مسلسل مجھے دیکھ رہی تھی میں نے اسے کہا مس پلیز پکڑ لیں اس نے سب کچھ پکڑ لیا تب تک شاہد یعنی دلہے کی کار آگے نکل چکی تھی میں نے بھی گاڑی اسٹارٹ کی اور نکل پڑا پھر میری نظر شیشے میں تھی وہ درمیان والی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی اس نے بھی کچھ کھولا اور ایک مجھے ٹین پیک کا ڈبہ دیا اور ایک چپس کا پیکٹ اور باقی خود میں تقسیم کر لیے میں نے بھی کچھ پکڑ کر اپنے ساتھ والی سیٹ پہ رکھ دیا میں نے جب شیشے میں دیکھا تو اس نے اشارہ کیا چپس کا میں مسکرا دیا وہ بھی مسکرا دی سفر کافی لمبا تھا چالیس کلو میٹر کرنے کے بعد وہ یعنی اس کے ساتھ والی دونوں لڑکیوں نے اپنے سر پیچھے لگائے ہوئے تھے اور دونوں نیند کی آغوش میں تھیں پھر اس نے اچانک پوچھا۔ سر اگر آپ برا نہ مانیں تو آپ کا نام پوچھ سکتی ہوں۔

میں نے کہا جی کیوں نہیں میرا نام فیضان ہے اس نے کہا کہ ویسے آپ ان سفید لباس میں خوبصورت لگ رہے ہیں۔

میں نے کہا کہ شکریہ وہ میرے ساتھ بات کرتے ہوئے بہت خوش تھی۔

میں نے کہا کہ جی آپ کا نام کیا ہے

اس نے کہا کہ جی میرا نام اقراء ہے اور گھر والے عظمی کہتے ہیں ویسے آپ مجھے اقراء کہہ سکتے ہیں پھر میں نے کہا کہ اقراء اگر میں کہوں کہ میں آپ سے پیار کرتا ہوں تو وہ کہنے لگی موسٹ ویلکم میں بہت خوش ہی تھا میں نے رستے کی بار یک لگائی اور اسے آگے بیٹھنے کو کہا وہ آ گئی ہم ایک دوسرے سے پیار محبت کی باتیں کرتے رہے اسی دوران سفر کٹتا گیا اور ہم لڑکی والوں کے گھر پہنچ گئے ادھر میں نے اپنے یار کی شادی میں ڈانس کیا کہ لوگ دیکھتے رہ گئے جب ان کے ہال میں داخل ہونے لگے تو ادھر کافی لڑکیاں پھول پتیوں

نو اپنے ہاتھ میں پکڑے کھڑی تھیں اچانک انہوں نے ہم پر پھول پھینکنے شروع کر دیئے میں شاہد سے کچھ بات کر رہا تھا کہ ان کو کتنے لاگ کی رقم دینی ہے اتنے میں کافی سارے پھول کسی نے میرے منہ پر مارے میں نے دیکھا تو اقراء کھڑی مسکرا رہی تھی نکاح ہو گیا کھانا بھی کھالی اب دلہے نے لڑکی والوں کے گھر میں جانا تھا جب میں شاہد اور غلام حسین ان کے گھر گئے تو کچھ لڑکیوں نے دودھ پلائی میں نے چیک کیا بعد میں شاہد کو دیا خیر ان کے گھر والوں نے رخصتی کرنے کو کہا سب اپنے اپنے مقامات پہ آگئے اب میں بھی گاڑی اسٹارٹ کیے ہوئے تھا کہ اقراء اور اس کی دوستیں آگئی میں نے ان کو کہا۔

اگر میں اقراء کو آگے بلوا لوں تو آپ مائنڈ تو نہیں کریں گی وہ مسکرائیں اور کہنے لگی فیضان بھائی ہم راستے میں سوئی نہیں تھیں آپ کی تمام گفتگو ہم نے سنی ہے جاؤ بیٹھ جاؤ اقراء بیچارا بے تاب ہو رہا ہے وہ آگے آئی چلتے چلتے پھر ہم دلہے والوں کے گھر آگئے میں نے شاہد کی بیوی کو منہ دکھلائی پانچ ہزار دیئے اور اتنے میں اس نے دیکھا اپنے ہی خیالوں میں کھویا ہوں

اس نے کہا فیضان ہم لوگ کل چلے جائیں گے میں نے کہا کہ رات کو مجھے ملنارات کے تقریبا دو بجے کا ٹائم تھا میں چھت پر اس کا ویٹ کرنے لگا وہ آئی تو میرے پاس بیٹھ گئی۔

میں نے کہا کہ ناراض ہو۔

کہنے لگی میں نے آپ سے ناراض ہونے والی کون سی بات کی ہے اس کی آنکھیں سرخ تھیں جیسے وہ رو رو کر میرے پاس آئی ہو اور کہنے لگی فیضان میں مر جاؤں گی اگر آپ نہ ملے تو میں نے اسے بہت مشکل سے سنبھالا تھا میں نے اپنا نمبر دیا اور کچھ پیسے بھی دیئے کہ اپنا نیا سیل خرید لینا پھر ہم اپنے اپنے کمرے میں سو گئے صبح ولیمہ تھا کھانا کھانے کے بعد جب میں شاہد کے گھر گیا تو وہ لوگ چلے گئے تھے مجھے بہت دکھ ہوا میں بھی اپنے گھر آگیا تھا پھر سارا دن میں اقراء کی یاد میں روتا رہا فیضان جو سارا سارا دن سویا کرتا تھا آج سارا سارا دن اس کی یاد میں روتا ہے آج میں اپنے آپ سے باتیں کرنے لگا کہ یار لوگ کیوں شادی کا پروگرام اتنا بڑا کرتے ہیں کیوں بارات لے کر جاتے ہیں بس اکیلا ہی نکاح کیوں نہیں کرتے کاش ہمارے معاشرے کو پتہ چل جائے کہ ایک شادی سے کتنے لوگ ایک دوسرے کی محبت میں اپنے آپ تباہ کر لیتے ہیں تو اتنے میں شاہد آگیا اس کی شادی کو دو ماہ ہو چکے تھے لیکن یہ ان دنوں اقراء نے مجھے ایک مرتبہ بھی کال نہیں کی تھی آج میں نے کہا کہ شاہد یار وہ جو اقراء جس کو آپ نے میرے ساتھ کار میں بٹھایا تھا وہ آپ کی کیا لگتی ہے شاہد نے کہا۔

وہ میری کزن کی سہیلی ہے فوراً ہی میری بھابھی جو کہ شاہد کی بیوی تھی کہنے لگی کہ لگتا ہے میرے بھائی کو اس سے پیار ہو گیا ہے۔

میں نے کہا کہ جی بھابھی ایسا سمجھ لیں اس دن سے بات کرنے کو ترس رہا ہوں وہ کہنے لگی کہ کیوں نہ آج ہم ان کے گھر چلیں یں بہت خوش ہوا شاہد بھی مان گیا میں نے کار نکالی اور شاہد کو رستے کا پتہ تھا وہ لوگ ہم سے بیس کلو میٹر کے فاصلے پر رہتے تھے میں نے گاڑی اسٹارٹ کی اور گانا لگا دیا۔

کتنے حسین لمحے ہو جائیں

اور میں تم گر ہم ہو جائیں

گاڑی کو بہت تیزی سے چلا رہا تھا کچھ ہی دیر بعد ہم ان کے گھر پہنچ گئے تھے پھر ہم نے ان کے دروازے پر دستک دی اندر سے اقراء کا ابو نکلا اور وہ ہمیں اندر لے گیا میں یار کا دیدار کرنے کو بہت بے تاب تھا اچانک اندر سے اقراء نکلی میں اس دیکھ کر بہت خوش ہوا سلام دعا کے بعد ہم کافی دیر وہاں رہے اقراء کی امی اپنے کمرے میں چلی گئی اور ابو واش روم میں مجھے بات کرنے کا موقع مل گیا میں نے اقراء کا بازو پکڑا اور کہا سناؤ بے وفا لوگو کیسے ہو۔

اس نے بہت غصہ سے کہا کہ میرا ہاتھ چھوڑ دو میں نے کہا کہ وہ تمہارا پیار جس کی تو نے قسمیں کھائیں تھیں کہاں ہے وہ میری۔ اقراء وہ کہنے لگی کہ ہم نے آپ سے ایک مذاق کیا تھا چند دنوں بعد میری منگنی ہے میں جس سے پیار کرتی ہوں وہ مجھے مل گیا ہے اور ہاں وہ آپ کے پیسے یہ لو میں نے پکڑ کر پھاڑ دیئے اور ادھر ہی پھینک دیئے میں اسکے قدموں میں بیٹھ گیا پلیز اقراء میری زندگی برباد نہ کرو میں مر جاؤں گا اس نے کہا اگر آپ مجھ سے پیار کرتے ہیں تو اس میں میرا قصور کیا ہے ابھی میں نیچے بیٹھا تھا کہ میری بھابھی نے مجھے پکڑا اور چل دیئے بھابھی ن کہا کہ ایسے گھٹیا لوگوں سے پیار نہیں کیا کرتے میری بھابھی بھی رو رہی تھی شاہد باہر ہی کھڑا تھا اس نے پوچھا۔

کیا ہوا ہے بھابھی نے اسے بھی گاڑی میں بٹھایا ہم لوگ گھر واپس آگئے اس کے بعد بہت سی لڑکیوں نے مجھے آفر کی لیکن جس سے دل لگ جائے وہ اس کے بعد کبھی پیار نہیں کرتا۔

قارئین یہ کہانی لکھتے ہوئے میری آنکھوں سے اشک بہہ رہے ہیں آج مجھے لکھتے ہوئے احساس ہو رہا ہے کہ میرے غم کے علاوہ اور بھی ایسے لوگ ہیں جو اپنا درد اپنے سینے میں لیے ہوئے ہیں۔ فیضان نے بتایا کہ میں آج سے بیس دن کے بعد ہسپتال سے چھٹی لے کر ہوں لوگوں کو یہ بات سمجھ کیوں نہیں آتی کہ پیار ایک انمول ہیرا ہے اسے عزت دینے کے بجائے اسے بدنام کر رہے ہیں۔ قارئین کرام سے اگر کوئی چاہے تو مجھے مل سکتا ہے آ کے میرا حال اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کے پیار کرنے کی کیا سزا ہے آج تک کسی ڈاکٹر کو میرے مرض کی سمجھ نہیں آئی کہ مجھے کیا ہے بس اتنا پیغام دینا چاہتا ہوں کہ آج کل کی بڑی لڑکیوں نے عزت دار لڑکیوں کو بھی بدنام کر دیا ہے لڑکی اگر سچا پیار کرے تو آدمی کو آسمان کی بلندیوں پر لے جاتی ہے اگر ناٹک کرے تو گلی کے کوڑے کرکٹ میں ڈال دیتی ہے۔ قارئین یہ تھی میرے دوست کی کہانی جو بیچارا ابھی تک اس کی یادوں میں مر رہا ہے اس کے لیے دعا کریں کے اللہ اسے بھی صبر جمیل عطا فرمائے اور میرے لیے بھی دعا کریں کہ میں اپنے آپ کو سنبھال لوں پچھلی مرتبہ میں نے نمبر نہیں دیا تھا پھر بھی کافی لوگوں نے میرا نمبر ڈھونڈ کر مجھے کال کی تھی یہ لوگ مجھے آج بھی یاد ہیں مجھے سب سے پہلے بھائی سلیم کوٹھا کلاں سے کال کی تھی میں ان کا بہت مشکور ہوں۔ قارئین سے ایک اور التجاء ہے کہ مجھے چتوکی شہر کے لوگوں سے اور دیپالپور کے لوگوں سے دلی محبت ہے پلیز اپنی آراء سے ضرور نوازیئے گا اللہ جواب عرض کو اور اسے چاہنے والوں کو ہمیشہ خوش رکھے آمین۔---------------



غلطی کس کی تھی

۔۔تحریر۔عامر جاوید ہاشمی۔چوک اعظم۔0301.7146494

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
اس بار میں جو کہانی لے کر آیا ہوں اسکا نام میں نے۔ غلطی کس کی تھی۔رکھا ہے امید ہے سب کو پسند آئے گی مجھے آپ لوگوں کی محبتوں کا شدت سے انتظار رہے گا۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی۔جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

ان دنوں ہم لاہور میں رہا کرتے تھے گھر میں خوشحالی تھی اس لیے سکون تھا ہم دو ہی بہن بھائی تھے دلاور مجھ سے بڑا تھا امی کسی سے ملتی جلتی نہ تھی بھی محلے میں ہماری کسی سے جان پہچان نہ تھی ہمارے محلے میں ایک لڑکا کامران نامی رہتا تھا اس کی ماں بچپن میں گزر گئی تھی اور باپ نے دوسری شادی کر لی تھی تاہم خوش قسمتی سے یہ سوتیلی ماں بہت اچھی عورت تھی اس نے کامران کی پرورش سگی ماں کی مانند کی اور بچے کو یہ احساس نہ ہونے دیا کہ وہ اس کی سوتیلی ماں ہے۔

کامران کی سوتیلی ماں کے ہاں ایک بیٹی ہوئی جس کا انہوں نے نام فروا رکھا وہ ایک معصوم اور سیدھی سادی لڑکی تھی فروا اور میں اکثر ساتھ کھیلتے تھے میری اور اس کی دوستی ہوگئی تھی میٹرک تک ہم ساتھ رہے پھر ابو نے گھر گھر بیچ دیا اور دوسرا مکان خرید لیا پرانہ محلہ چھوڑ کر ہم نے مکان میں شفٹ ہو گئے۔

ابو سخت مزاج نہیں تھے دلاور سے بہت پیار کرتے تھے اس پیار بھرے رویے کا اس نے بہت فائدہ اٹھایا پڑھائی سے لاپرواہ ہو گیا نئے محلے میں آ کر اس نے نئے دوست بنا لیے ابو کے جاتے ہی سکول جانے کے بجائے گھر سے نکل جاتا اور آوارہ لڑکوں کے ساتھ گھومتا رہتا چھٹی کے وقت گھر آ جاتا جلدی ہی پتا چل گیا کہ وہ سکول نہیں جاتا امی نے کافی سمجھانے کی کوشش کی لیکن اس کو کسی بات کی فکر نہ تھی۔

وقت گزرتا گیا والدین نے سو جتن کر لیے تھے وہ ساتویں جماعت سے آگے نہ پڑھ سکا تھا اب اس کی زندگی کا کوئی مقصد نہیں تھا۔سوائے یاد اشتی کے امی سے جیب خرچ کے نام پر دس روپے اینٹھتا رہتا تھا جب ابو نے سختی کی تو کہنے لگا کہ نوکری تلاش کر رہا ہوں یوں بہانہ بنا کر نکلتا اور رات دیر سے واپس آتا آتے ہی کھانا کھا کر سو جاتا وہ کہاں جاتا تھا کیا کرتا تھا اس بات کا کسی کو علم نہیں تھا امی بھائی کی وجہ سے بہت فکر مند رہتی تھیں شاید ماں باپ کی بے جا پیار کا نتیجہ تھا بہر حال دلاور نہ سدھرا وقت یوں ہی تیزی سے گزرتا رہا۔

ایک دن ہم پرانے محلے اپنے پڑوسی کی بیٹی کی شادی میں گئے وہاں میری ملاقات فروا سے ہو گئی میں نے اس کو اپنے نئے گھر کا پتہ دیا اور آنے پر اصرار کیا اس نے وعدہ کیا کہ ضرور اپنی امی کو لے کر آئے گی۔

امی نے بہت دنوں کے بعد فروا کو دیکھا تھا مجھ سے پوچھنے لگی کیا اس کی منگنی ہو گئی ہے میں نے کہا نہیں امی جان تبھی وہ بولیں لڑکی تو اچھی ہے اگر تم کوشش کرو تو اس کی شادی دلاور سے ہو جائے گی۔ ممکن ہے اچھی بیوی پا کر وہ راہ راست پر آ جائے۔

میں امی کے مزاج اور بھائی کی عادات سے بے خوبی واقف تھی تبھی میں نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ امی مجھ کو یہ رشتہ بہتر نہیں لگتا ہم بھائی کے لیے کوئی اور اچھی لڑکی تلاش کر لیں گے ایک دن فروا اور اس کی امی ہمارے گھر آئیں باتوں باتوں میں آنٹی نے بتایا کہ وہ اپنے بیٹے کامران کے لیے لڑکی ڈھونڈ رہے ہیں کامران ایک شریف اور سلجھا ہوا لڑکا تھا میں نے سوچا بھلا ایسے اچھے لڑکے کو کون رشتے نہ دے گا۔

کچھ دنوں بعد دوبارہ فروا کی امی ہمارے گھر آئیں اس بار آنٹی اکیلی آئیں تھیں اور امی سے میرا ہاتھ مانگ لیا امی نے فورا رشتے کے لیے ہاں کر دی بغیر یہ پوچھے کہ کامران کیا کرتا ہے کتنا پڑھا ہے اور دیکھنے میں کیسا ہے کتنا پڑھا ہے اور دیکھنے میں کیسا ہے بغیر کچھ پوچھے ہاں کرنے کی کیا وجہ تھی میں نہیں سمجھ سکی جب امی بات چیت کرنے کے لیے ان کے گھر گئیں تو آنٹی سے کہا میں اپنے بیٹے کے لیے فروا کو مانگتی ہوں مجھے آپ لوگ شریف لگے تبھی بغیر کچھ جانے اپنی بیٹی کے لیے ہاں کر دی اب میں آپ کی طرف سے ہاں چاہتی ہوں فروا کی امی مجھے جانتی تھی اس لیے انہوں نے یہ سوچ کر ہاں کر دی کہ زارا اچھی ہے تو بھائی بھی اچھا ہی ہوگا۔

ان سب معاملات کا مجھے اور بھائی کو علم نہ ہوا جب فروا کی امی ہمارے گھر آئیں ہم دونوں بہن بھائی کی اپنے بچوں کے ساتھ بات پکی کر کے چلی گئیں یہ سب کچھ اس قدر اچانک ہوا کہ میں کچھ بھی نہ سوچ سکی یہ سوچ کر دل کو تسلی دی کہ شاید فروا آ جانے سے بھائی واقعی سدھر جائے اور اس کو اپنی ذمے داریوں کا احساس ہو جائے۔ وہ کامران سے بہت پیار کرتا تھا کبھی اپنی بہن کو کسی چیز کی کمی نہ ہونے دی وہ بھی ملتی تھی ہمیشہ اپنے بھائی کی بات کرتی دونوں کا آپس میں بہت پیار تھا ذرا سی تکلیف وہ اپنی بہن کی برداشت نہیں کر سکتا تھا جلدی ہی ہماری شادی کی تاریخ طے ہو گئی بھائی اس شادی سے خوش نہ تھے وہ تو شادی کرنا ہی نہیں چاہتے تھے لیکن امی نے قسم دے کر شادی کے لیے ہاں کروائی تھی۔

وہ دن بھی آ گیا جب ہماری شادی ہو گئی شادی کے بعد کامران نے مجھے بہت محبت دی ان کے امی ابو نے بھی مجھے اپنی بیٹی جیسا پیار دیا اتنا پیار مجھے پہلی بار ملا تو میں نے بھی کبھی ان کو کوئی تکلیف نہ ہونے دی ہر طرح سے ان کا خیال رکھتی تھی سب کی دیکھ بھال کرتی ساس سسر مجھ سے بہت پیار کرتے تھے فروا کی شادی کے بعد ایک دو بار میکے آئی مگر اس نے میرے بھائی کی کوئی شکائت نہ کی تا ہم اس کو خاموش خاموش دیکھ کر کامران نے بہن سے سوال کیا کا تم خوش ہو فروا۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے تم خوش نہیں ہو سچ بتاؤ خوش ہو نا۔ فروا کامران کو مطمئن کر دیا کہ وہ خوش ہے لیکن اس کے بعد اس نے میکے آنا ترک کر دیا تھا۔

ایک رات کامران نے خواب میں دیکھا کہ اس کی بہن بلک بلک کر رو رہی ہے جیسے ہی آنکھ کھلی وہ تو رونے لگا صبح ہوتے ہی گھر سے روانہ ہو گئے جب وہ میرے میکے گے تو امی نے بتایا کہ دلاور کو ملتان میں نوکری مل گئی ہے وہ ملتان چلے گئے ہیں کامران نے شکوہ کیا آنٹی ہم لوگوں کو بتانا تو تھا وہ ہم سے مل کر بھی نہیں گئے وہ نہیں آ سکتے تھے تو ہم آ جاتے۔

امی نے عذر لنگ کیا بیٹا بس جلدی میں چلے گئے ہیں آپ کو بتانے کا وقت ہی نہیں ملا ملتان کا پتا امی سے لے کر کامران نے اسے وقت گاڑی سپر ہائی وے پر دوڑا اور ملتان روانہ ہو گے وہ ذہنی طور پر پریشان ہو کر نکلے تھے۔

اچانک ان کی کار ٹرالر سے ٹکرا گئی کامران کی زندگی بچ گئی مگر کافی چوٹیں آئیں لوگ نزدیک ہسپتال میں لے گئے چند دنوں بعد گھر جانے کی اجازت مل گئی مگر ڈاکٹر نے مکمل بیڈ ریسٹ کی تاکید کی فون نمبر ہمارے پاس نہ تھا لہذہ فروا کو امی کے دیئے ہوئے پتے پر خط بھیج دیا دو ہفتے گزر گئے مگر خط کا جواب نہ آیا تو ہم سبھی پریشان ہو گئے بتاتی چلوں مجھے شوہر اور گھر والوں کا اتنا پیار ملا تھا کہ میں نے گھر جانا بالکل چھوڑ دیا تھا شادی کے بعد دو چار بار میکے گئی تھی لیکن کامران کے ساتھ ہی واپس آ گئی خط کا جواب نہ ملنے پر اب سبھی گھر والے فکر مند تھے۔ ایک ماہ ذہنی اذیت میں گزارا اب کامران ٹھیک تھے دوبارہ ملتان جانے کا فیصلہ کر لیا ہم لوگ تیاری کر رہے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی انہوں نے دروازہ کھولا تو سکتے میں آ گئے دروازے پر فروا اس حال میں تھی کہ پاؤں میں جوتا نہ تھا اور نہ سر پر دوپٹہ میں فروا کو اندر لے آئی اسے سنبھالا وہ میرے گلے لگ کر بہت روئی میری ساس بیٹی کو اس حال میں دیکھ کر بے ہوش ہو گئی بڑی مشکل سے ان کو ہوش آیا فروا بڑی مشکل سے بتایا کہ وہ دلاور بے تحاشہ شراب پیتا ہے اور دیگر نشے بھی کرتا ہے شادی کی رات اس نے میرے سارے زیورات اتروا لیے تھے سارے زیور بیچ دیئے ہیں ہفتے بعد ہی مجھ پر ہاتھ اٹھا دیا اب مار پیٹ اس کا معمول بن گیا ہے۔

ایک دن میرا ہاتھ جلا دیا میں نے کسی کو کچھ نہ بتایا یہ سوچ کر چپ ہو گئی تھی کہ میرے بھائی کا گھر نہ اجڑ جائے کامران نے بہن کو گلے لگا لیا پھر دونوں خوب روئے میں بھی رو رہی تھی اچانک ہمارے دروازے پر شور سنائی دیا باہر نکالو فروا کو باہر نکالو کامران باہر گئے تو دیکھا کہ وہ اپنے تین چار ساتھیوں کے ساتھ دروازے پر کھڑا شور کر رہا تھا ان افراد کے ہاتھوں میں ڈنڈے تھے وہ کامران کو دیکھتے ہی ان پر برس پڑے اور خوب مارا شور سن کر ابو بھی باہر آ گئے تو انہیں بھی مارنے لگے کہ فروا کو ہمارے حوالے کرو۔

کامران بولے اب فروا تمہارے ساتھ نہیں جائے گی میں نے پہلے ہی فروا کو کمرے میں بند کر کے کنڈی لگا دی تھی ابو دلاور کو گھر کے اندر آنے سے روک رہے تھے وہ وحشی بنا ہوا تھا سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ دلاور بھائی اس قدر بدل جائیں گے وہ زبردستی گھر کے اندر آ گئے کہنے لگے ٹھیک ہے اگر فروا نہیں میرے ساتھ جائے گی تو زارا بھی تمہارے گھر نہیں رہے گی پھر وہ مجھے زبردستی پکڑ

کر جانے لگے میں چیختی رہی بچاؤ بچاؤ کامران مجھے روک لو میں دہائی دے رہی تھی لیکن بھائی کے غنڈے دوست زیادہ تھے وہ مجھے زبردستی گاڑی میں ڈال کر لے گئے اپنے ٹھکانے پر لے جا کر ایک کمرے میں بند کر دیا اور کہا کہ کامران سے طلاق لو۔۔۔

میں اپنے شوہر سے دور جانے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی طلاق کا سنا تو جلنے لگی اور دلاور پر چھپٹی وہ وہاں سے چلے گئے تھوڑی دیر بعد گاڑی پر بٹھا کر گھر لائے تو امی کے گلے لگ کر خوب روئی انہوں نے فون کو لاک کر دیا تھا میں نے چھپ کر کامران کو خط لکھا کہ مجھے یہاں سے لے جاؤ میرے جیون ساتھی مجھے لینے آئے تب دلاور فساد کھڑا کر دیا مجھے میرے شوہر سے ملنے نہ دیا اور انکو کہا کہ چلے جاؤ ہمارے گھر سے اب تم سے ہماری ملاقات کورٹ میں ہوگی۔

دلاور بھائی نے امی کو بھی ساتھ بلا لیا ان سے فروا کی جھوٹی اور بے ہودہ قسم کی شکائتیں کر کے کہا کہ یہ خراب لڑکی ہے اس کا عاشق ملنے آتا ہے اور یہ اس سے چھپ کر ملتی ہے ایک روز میں نے اسے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا تھا تبھی یہ جھگڑا کر کے چلی گئی۔ ماں تو ماں ہوتی ہے اور اولاد کے پیار میں بعض اوقات اندھی ہو جاتی۔ ہے۔

ماں نے کہا یہ ایسے ہمارے حق میں بیان نہ دے گی میں عامل بابا سے تعویز لاتی ہوں ہم اس کو تعویز پلا دیں گے تو یہ ہماری ہو جائے گی وہ تعویز لے آئیں اور مجھے پانی میں گھول کر پلا دیا تب میں نے بھی ڈرامہ کیا اور کہا کہ ہاں میں آپ کے حق میں بیان دوں گی وہ سمجھے کہ واقعی ہی تعویز نے اثر دکھا دیا ہے۔

ماں چاہتی تھی کہ ان کا بیٹا بچ جائے وہ میری منتیں کر رہی تھی کہ اپنے بھائی کے حق میں بیان دینا کہ فروا بد چلن لڑکی تھی اس لیے ہم نے طلاق دے رہے ہیں اور طلاق لے رہے ہیں کیونکہ کامران بھی غلط آدمی ہے اگر تم نے ایسا بیان نہ دیا تو دلاور کو پکڑ کر لے جائیں گے۔

میں تو ایسا بیان دینے سے سوچ بھی نہیں سکتی تھی جبکہ میرے اپنے مجھے اکسا رہے تھے ان کی غلط سوچ پر دل خون کے آنسو رو رہا تھا جانتی تھی کہ گھی سیدھی انگلی سے نہیں نکلے گا ماں اور بھائی نہیں مانیں گے لہذہ اب میں یہ ظاہر کر رہی تھی کہ جیسے مجھے اپنے گھر کے اجڑنے کا کوئی دکھ نہیں ہے بلکہ اپنے گھر کی محبت میں سرشار ہوں اسے بچانے کو بے قرار ہوں بار بار کہتی تھی کہ ایک بار مجھے لے چلو دیکھو کیسے ان لوگوں کے خلاف بیان دیتی ہوں جو میرے بھائی کو پکڑوانا چاہتے ہیں آپ ایک بار مجھے لے چلو بس۔

امی کو یقین ہو گیا کہ اس پر تعویز کا اثر ہو گیا ہے جب ہم پنچایت پہنچے تو سب کی گواہی سنی گئی جب میری باری آئی تو میں نے کامران سے پوچھا کہ آپ اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتے ہیں انہوں نے جواب دیا اگر زارا چاہتی ہو تب۔

مجھ سے سوال کیا گیا کیا آپ اپنے شوہر سے طلاق لینا چاہتی ہیں یہ سن کر میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور رو کر کہا۔ آپ مجھے میرے گھر والوں سے بچا لیں میرے سسرا والے بہت اچھے ہیں میرے گھر والوں نے میری نند پر بھی بہت ظلم کیے ہیں آپ مجھے بچا لیں جب میری گواہی سنی گئی تو فروا نے بھی سب کچھ بتا دیا فیصلہ ہمارے حق میں ہوا اور بھائی کو سزا سنا دی گئی اسے

پکڑ کے لے گئے اور میں کامران کے ساتھ ان کے گھر آ گئی گھر پہنچتے ہی فروا کو الٹی ہوئی تو وہ بے ہوش ہو گئی ہسپتال لے گئے تو ڈاکٹر نے بتایا کہ مار پیٹ کی وجہ سے ان کو اندرونی زخم آئے ہیں اندر ہی اندر کچھ پیچیدگی ہو چکی تھی۔

ہم سب رو رہے تھے فروا کافی دن ہسپتال رہی مگر وہ صحیح نہ ہو سکی اور ایک روز جان جہاں آفرین کے سپرد کر دی اس کی وفات کا گہرا صدمہ تھا لیکن اللہ کی مرضی سمجھ کر قبول کرنا پڑا تھا دلاور بند تھا اور ہمارے گھر میں قیامت برپا تھی وہ گھر جو خوشی کا گہوارہ تھا ماتم کدے میں بدل چکا تھا۔

دو سال بعد ایک دن اچانک دروازے پر دستک ہوئی ملازمہ نے جیسے ہی دروازہ کھولا دلاور بھائی اندر گھر آئے ان کے ہاتھ میں پستول تھا وہ اندر داخل ہوتے ہی اندھا دھند فائر کرنے لگے کامران تو الماری کے پیچھے چھپ گئے تھے امی سامنے آ گئیں کامران کو بچانے کے لیے گولیاں امی کو لگ گئیں وہ موقع پر ہی جاں بحق ہو گئیں ایک بار پھر ہمارا گھر ماتم کدہ بن گیا دلاور جائے واردات سے فرار ہو گیا اور ہم بین کرتے رہے۔

اس واقعے کو کچھ عرصہ ہوا تھا سسر صاحب نے ہم میاں بیوی کو دبئی بھیج دیا پھر وہ خود بھی آ گئے اب وہاں ان کا کوئی کون باقی رہ گیا تھا ان کو ہماری زندگی پیاری تھی دلاور کو بعد میں پکڑوا گیا میں دعا کرتی ہوں کہ خدا کرے وہ سدھر جائے اس واقعے کو کوئی سال ہو چکے ہیں آج بھی کامران اپنی بہن فروا کو بہت یاد کرتے ہیں تو اداس ہو جاتے ہیں ان کی ہنسی جیسے کھو گئی ہے اور گھر اب پہلے جیسا نہیں رہا ہے۔

سوچتی ہوں غلطی کس کی تھی میری ماں کی جس نے اپنے بیٹے کو سدھارنے کے لیے ایک ہنستی کھیلتی لڑکی کی زندگی برباد کر دی یا میرے بھائی کی جس نے ایک اچھی لڑکی کی قدر نہ کی یا فروا کے والدین کی جنہوں نے یہ سوچ کر بیٹی کا رشتہ دلاور کو دیا کہ زارا اچھی لڑکی ہے تو اس کا بھائی بھی اچھا ہی ہوگا۔ ہر انسان کی اپنی شخصیت ہوتی ہے لہذہ بیٹی کا رشتہ سوچ سمجھ کر کرنا چاہیئے۔

غزل

میری زندگی کو ایک نئی زندگی دی آپ نے
مجھے ہر پل خوشی دی آپ نے
میری سوچوں میں تھے بہت سارے چہرے
میری سوچوں کو ختم کر کے ایک بندگی دی آپ نے
برستی رہے سدا پیار کی یہ رم جھم
چھیڑی ہے جو محبت کی جھڑی آپ نے
جو کرنے نہ تھے زندگی میں کام
وہ کرائے کام کبھی آپ نے
خدا کرے تیری سبھی چاہتیں ہوں پوری
پوری ہو ہر دعا جو کی آپ نے
کیسے میں دیکھوں کسی اور کو راشد
مجھ پر ایسی نظریں لگا رکھی آپ نے
(راشد لطیف صبرے والا، ملتان)

غزل

ہماری تو اک عمر گزری ہے بے چینیوں بے قراریوں میں
ہمیں کا پتہ ان راحتوں کے بارے میں
میرے سوئے زخم پھر سے چیخ اٹھتے ہیں
جب بھی چرچے ہوئے چاہتوں کے بارے میں
سوچا تھا نہ سوچیں گے اسے نہ دیکھنے کی تمنا کریں گے
ہم نادان ناواقف تھے اپنی ہی عادتوں کے بارے میں

تم ہی ہو

تحریر۔ خالد فاروق آسی۔ فیصل آباد 0300-6660017

محترم جناب چیف ایڈیٹر صاحب اسلام علیکم!

جواب عرض کے صفحات جس طرح دکھی انسانیت کے زخموں پر مرہم کا کام کرتے ہیں اس میں کوئی مبالغہ نہیں۔ آج کے اس الیکٹرونک دور میں انسانی قدریں ختم ہو کر رہ گئی ہیں۔ سب رشتے غرض کے بن گئے ہیں۔ زیر نظر ایک ادنیٰ سی کاوش "**رسم دنیا**" بھی اسی سلسلۂ ستم کی ایک کڑی ہے۔ امید ہے جلد شامل اشاعت کر کے شکریہ کا موقع دیں گے۔ نام و مقامات فرضی ہیں۔ کسی قسم کی مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی۔ جواب عرض کی دکھی نگری کے رائیٹرز جناب ریاض حسین شاہد، انتظار حسین ساقی، جاوید نسیم، مجاہد چاند، عتیق الرحمان، شمشیر شام، عاشق حسین ساجد، حسن نظامی، شاہد سلیم، فیاض شفقت، مبارک علی شمسی، رمضان تبسم، انور لانگ، ملازم حسین چمن، اللہ دتہ خوشحال علی رضا، قاضی ساجد منہاج، انجم النساء پاکپتن اور خالدہ محمود رائے ونڈ کی پر خلوص چاہتوں کو سلام پیش کرتا ہوں۔ قارئین کی تعمیری و تنقیدی آراء کا منتظر رہوں گا۔

کائنات میں ہر طرف محبت کی چاندنی پھیلی تھی اور پیار کی شبنم کے موتی جگمگا رہے تھے۔ زندگی کا سرسبز و شاداب چمن لہلہا رہا تھا۔ پودے جھوم رہے تھے۔ ٹہنیوں پر رنگ رنگ کے خوبصورت پھول مسکرا رہے تھے۔ خوش قسمتی کی نرم اور خوشبوؤں کی خوشگوار ہوائیں چل رہی تھیں۔ ذرے ذرے میں جگمگاتے ہوئے ستاروں کی تابانی تھی۔ فضاؤں میں بہاروں کا سماں تھا۔ ہر سمت نئے پھول کھل رہے تھے۔ جب آسمان حیات پر ایک نیا چاند جگمگاتا تو کائنات کے حسن میں اور دلکشی میں اضافہ ہو جاتا۔

ان دنوں وقت قدم قدم پر زندگی کا ہمنوا تھا۔ مشیت کے فیصلے انسانی خواہشات کے عین مطابق ہوتے ہیں۔ گویا خدا بندے سے خود پوچھتا ہے کہ بتا تیری رضا کیا ہے؟

یہ اس وقت کی بات ہے۔ جب موت اور زندگی میں گہرا ربط تھا اور موت نے زندگی سے دست و گریبان ہونا نہیں سیکھا تھا۔ لگتا تھا جیسے موت اور زندگی کی راہیں الگ الگ ہیں۔ زندگی کتنی دلکش اور کتنی حسین تھی۔ اتنی حسین کہ بس جیتے ہی جائیں ہمیشہ کیلئے۔ لیکن خواب کتنے حسین ہوتے ہیں۔ اچانک خواب ٹوٹ گئے، حقیقتوں کا چہرہ بے نقاب ہو گیا۔ چاندنی مانند پڑ گئی۔ شبنم کے موتی بھاپ بن کر خلاؤں میں تحلیل ہو گئے۔ چمن جل گیا۔ یاسمین اور موتیا مرجھا گئے۔ گلاب شاخ سے گر کر زمین پر بکھر گئے۔ امیدوں سے بھرپور گھٹائیں، وہ جل تھل، دھجیاں دھجیاں بن کر خلاؤں میں معلوم نہیں کہاں کہاں بکھر گئے،

تحلیل ہو گئے جھلسا ڈالنے والی چلچلاتی دھوپ چھا گئی۔ یہاں وہاں تا حد نظر، تا حد زیست اب کہیں سایہ نہیں رہا۔ سایہ دار گھرے گھرے سرسبز درخت ان کو تو بادِ سموم نے کب سے جھلس ڈالا۔ بہاروں کو خزاؤں نے نگل لیا۔

صندل کے کھیتوں سے آنے والی خوشبوئیں اور زعفران کے شفق گون کھیتوں سے آنے والی مہک کافور ہو گئی۔ زندگی کی دلہن نے خوشیوں کا سنہری جوڑا اتار کر غموں کا سایہ لبادہ اوڑھ لیا ہے۔ خوشیاں روٹھ کر چلی گئی ہیں، پھر نہ چاہتے ہوئے بھی سب کچھ ہو گیا۔ سب کچھ سو گیا ہر چیز کھو گئی۔ ہر شے چپ ہو گئی۔ ہر جنبش ساکت ہو گئی۔ اب یہاں کیا ہے کچھ بھی نہیں ہر طرف شور و غل ہی مچا ہوا ہے۔ سب خدا کی یاد کو بھول کر شیطان کے پیروکار بن گئے ہیں۔

زندگی کی کہانی کتنی دلکش، کتنی رنگین مگر کتنی مختصر ہوتی ہے۔ مگر اسکی درمیانی کڑیاں تلاش کرنے پر بھی نہیں مل سکتیں۔ زندگی ہے کیا؟ صرف دو لفظ جن کی کبھی تشریح نہ ہو سکی۔ دو لمحے جو پلٹ کر نہ آ سکے۔ دو کنارے جو کبھی نہ مل سکے۔ یہ کہانی تو ایک مختصر سی کہانی ہے۔ اس کہانی کو کہاں سے شروع کروں؟ کس چمن، کس باغ، کس شاہراہ اور کس مقام سے؟ آیئے آپ کے گوش گزار کرتا ہوں۔

نائٹ کوچ ٹرین پوری رفتار سے کراچی کی طرف رواں دواں تھی۔ میرے سامنے والی سیٹ پر ایک نو بیاہتا جوڑا خوش گپیوں میں مصروف تھا۔ ملتان کینٹ اسٹیشن پہ گاڑی رکی تو میں چائے پینے اتر گیا۔ سیٹ پر میرے سفر کا ساتھی جواب عرض پڑا تھا۔ واپس آیا تو سامنے والی سیٹ پر براجمان دوشیزہ نے جواب عرض اٹھا لیا تھا اور وہ اسکا بغور جائزہ لے رہی تھی۔

اس نے کہا سوری میں نے بلا اجازت آپکا ڈائجسٹ اٹھا لیا۔

میں نے کہا کوئی بات نہیں آپ اسے پڑھ سکتی ہیں۔ پھر باتوں کا ایک سلسلہ چل نکلا۔ زیر نظر کہانی اسی لڑکی جسکا نام ماریہ تھا نے مجھے سنائی اور ریکوئسٹ کی کہ یہ میری دوست شگفتہ کی آپ بیتی ہے۔ آپ اس کہانی کو جواب عرض میں شائع کروائیں آیئے یہ کہانی ماریہ کی زبانی ہی سنتے ہیں:

کہتے ہیں کہ بیٹیاں خدا کی رحمت ہوتی ہیں اور یہ حقیقت بھی ہے۔ لیکن میں نے اپنی زندگی میں اس رحمت کو ہمیشہ زحمت بنے دیکھا ہے۔ کچھ ہی ایسے لوگ ہیں جو بیٹیوں سے والہانہ محبت کرتے ہیں۔ گو ہمارا معاشرہ اب کافی تعلیم یافتہ ہے۔ لیکن اس تعلیم یافتہ ہونے میں اکثر جاہلیت پائی جاتی ہے۔ پڑھا لکھا طبقہ بھی توہمات اور وسوسوں کا شکار ہے۔ کہتے ہیں جس گھر میں عورت ماں، بہن یا بیٹی نہ ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ لیکن افسوس ہم آئے ہوئے فرشتوں کو ٹھکرا دیتے ہیں۔ ہمارے نبی کریمؐ نے زمانہ جاہلیت میں اس فرق کو ختم کر دیا تھا۔ لوگ پیدا ہوتے ہی بیٹیوں کو جلا دیتے یا زندہ دفن کر دیتے۔ گو آج کل زندہ نہ تو دفن کیا جاتا ہے اور نہ ہی جلایا جاتا ہے۔ وہ حقیقت میں زندہ ہوتی ہیں لیکن اندر سے مری ہوئی ہوتی ہیں۔ وہ ایک زندہ لاش ہوتی ہیں۔ لیکن فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ دفنائی نہیں جاتیں۔ کیا فائدہ اس زندگی کا؟ اس سے تو بہتر ہوتا کہ زندہ ہی دفن کر دیا جاتا۔

ہمارے نبی کریمؐ نے فرمایا کہ اپنی بیٹیوں کو پیار کرو اور اتنی ہی انہیں فوقیت دو جتنی اپنے بیٹوں کو دیتے ہو۔ آپ نے ایک مثال دیتے ہوئے اپنی دو انگلیوں کو ساتھ ساتھ جوڑا اور فرمایا جو شخص اپنی بیٹیوں کی پرورش اچھے طریقے سے کرے گا۔ وہ قیامت کے دن میرے نزدیک اس طرح سے ہو گا جس طرح یہ دونوں انگلیاں آپس میں جڑی ہوئی ہیں۔ اسکے باوجود کوئی بھی اس پہ عمل نہیں کرتا۔ ہر بیٹی اپنے اندر کوئی نہ کوئی دکھ سمیٹے بیٹھی ہے۔ کوئی اس کا ساتھ نہیں دیتا۔ کوئی اسکی مدد نہیں کرتا۔ بیٹوں کو اس لئے زیادہ ترجیح دی جاتی ہے کہ انہوں نے گھر سنبھالنا ہوتا ہے۔ وہ جائیداد کے وارث ہوتے ہیں۔ ماں باپ کے ساتھ انہوں نے عمر گزارنا ہوتی ہے۔ لیکن ایسا ہوتا نہیں ہے۔ یہ سب کام بیٹیاں ہی سرانجام دیتی ہیں۔ شادیوں کے بعد ماں باپ کو کوئی پوچھتا بھی نہیں ہے۔ میں نے اپنی ان آنکھوں سے ایک باپ کو بیٹے کے ہاتھوں مار کھاتے، باپ کو دھکے دے کر ٹانگوں سے گھسیٹتے، ایک بیٹے کو ماں کے بازو کھینچ کر توڑتے، ایک بہن کو رسوا کرتے دیکھا ہے۔

لعنت ہے اس بد بخت کمینے بھائی پر جو اپنی عزت کو سر عام نیلام کرتا ہے۔ بہن جس نے اپنے ارمانوں کو قربان کر دیا۔ اپنی زندگی کی ہر خوشی بھائی پر قربان کر دی۔ وہ لمحہ، وہ وقت بھی میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ جب بھائی کو گاؤں کی پنچائیت نے فیصلہ دیتے ہوئے کہا کہ یہ اپنی بہن کا رشتہ دے ورنہ اسکا منہ کالا کر کے، جوتوں کا ہار پہنا کر، گدھے پر بٹھا کر پورے گاؤں میں گھمایا جائے گا اور پھر خون کا بدلہ خون لیا جائے گا مطلب کی خاطر بھائی نے بہن کے پاؤں پکڑ لئے اور اپنی پگڑی بہن کے قدموں میں رکھ دی۔ قربان جاؤں اس بہن کے جس نے بھائی کی خاطر سب کچھ قربان کیا۔ مگر آج وہی کمینہ بھائی پاک دامن بہن کو رسوا کر رہا ہے۔

واقعی خدا کی لاٹھی بے آواز ہے۔ جب یہ برستی ہے تو خاموشی سے برستی ہے۔ اس بھائی کی اپنی بیٹی ذلت کے ایسے عمیق گڑھے میں گری کہ وہ پورے گاؤں میں بدنام ہوا۔ مگر اس بے غیرت، بے شرم پہ کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ وہ آج بھی سینہ تان کر چلتا ہے۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ہے۔

واقعی جب ماں باپ بوڑھے ہو جاتے ہیں تو بیٹے نہیں بلکہ بیٹیاں خدمت کرتی ہیں۔ پھر انہیں بیٹیاں یاد آتی ہیں۔ میں نے اپنی زندگی میں ایک ایسی بیٹی کو بھی دیکھا ہے۔ جو تین بار دلہن بنی اور ہر بار اپنے بھائیوں کی اوچھی حرکات کی وجہ سے اسے طلاق ہو گئی۔ جواب اپنے بوڑھے ماں باپ کی دہلیز پہ بیٹھی کپڑے سلائی کر کے اپنا اور بوڑھے والدین کا پیٹ بھر رہی ہے۔ بیٹوں نے کبھی ان کی خبر نہیں لی کہ وہ زندہ ہیں یا مر گئے ہیں۔ ایسی کئی زندہ مثالیں ہمارے اس معاشرے میں پائی جاتی ہیں۔ بیٹوں کی ہر خواہش کو فوراً پورا کر دیا جاتا ہے۔ لیکن بیٹیوں کی چھوٹی چھوٹی خواہشات ان کے اندر ہی اندر دم توڑ جاتی ہیں۔ وہ انہیں اپنے لبوں تک لانے سے ڈرتی ہیں۔ اگر کبھی لے آئیں تو ان کو بہت ذلت اٹھانا پڑتی ہے۔ ساری زندگی غیروں سے نہیں اپنے گھر والوں سے طعنے سننا پڑتے ہیں۔ پھر وہ شکایت بھی کسی کو نہیں کر سکتی۔ اسلئے کہ وہ بے زبان ہوتی ہے۔

ازل سے ابد تک دکھ عورت ہی سہتی ہے۔ پھر بھی

اسکو ہی الزام دیا جاتا ہے۔ قصور اگر مرد کا ہو تب بھی عورت ہی پستی ہے صرف اس لئے کہ وہ عورت ذات ہے۔ نجانے یہ سب کچھ کب تک ہوتا رہے گا؟ شاید قیامت تک یہی سلسلہ جاری رہے گا۔ لیکن میری دعا ہے کہ خدا کسی کو بیٹی نہ دے اگر دے تو ایسے گھر میں دے جہاں اسے پھولوں کی طرح رکھا جائے اور مردوں کی طرح جینا سکھایا جائے۔ تاکہ وہ اپنی زندگی آرام سے گزار سکے۔ لیکن ایسا کب ہوتا ہے؟

زیر کہانی میں بھی ایک بد بخت باپ نے معصوم بیٹی کو زہر دے کر مار دیا ہے۔ شگفتہ بڑی معصوم اور شریف لڑکی تھی۔ اتنی شریف اور نیک سیرت کہ پورا گاؤں اسکی عزت کرتا تھا۔ لیکن ایک حادثہ اسکی زندگی کو کھا گیا۔ یہ شگفتہ کی پیدائش سے پہلے کی بات ہے۔ اسکے والد نے ہمسائے میں رہنے والی عورتوں کے ساتھ بدسلوکی کی۔ اس خاندان کے دل میں اپنی بے عزتی اور انتقام کا جذبہ پرورش پانے لگا۔ شگفتہ ذرا بڑی ہوئی تو انہوں نے اسے نظروں میں رکھنا شروع کر دیا۔ ادھر خود ان کے گھریلو حالات ٹھیک نہیں تھے۔ شگفتہ کے باپ کا رویہ اسکی ماں سے کبھی بھی اچھا نہیں رہا تھا۔ روزانہ بات بات پر مارتا پیٹتا اور ایسی ایسی سزائیں دیتا جن کے تصور سے ہی انسانیت کانپ اٹھتی۔ کبھی شگفتہ ماں کو بچانے کیلئے آگے بڑھتی تو اسے بھی پیٹ دیا جاتا۔ اس کی ماں اپنے مجازی خدا کے سامنے بے زبان گائے کیطرح خاموش اور شگفتہ ہر وقت سہمی سہمی دہشت زدہ سی رہتی ۔ پھر بھی نجانے وہ وحشیوں کی طرح بات بات پر بپھر جاتا اور بیوی کے ساتھ بیٹی کو بھی ظلم کا نشانہ بناتا۔ گھریلو پریشانیوں کی وجہ سے وہ اکثر پریشان رہتی۔ وہ ماں باپ کے پیار کی پیاسی تھی۔ مگر پیار کا جواب اسے نفرت، حقارت اور مار پیٹ سے دیا جاتا۔

اسی اثناء میں شگفتہ اور اسی خاندان کے لڑکے جمیل کی محبت کے چرچے پورے گاؤں میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ مجھے اس پر یقین نہ آیا۔ شگفتہ اور جمیل دو متضاد خاندان اور خیالات کے افراد تھے اور ایسا ہونا کسی صورت ممکن نہ تھا۔ میں نے ایک دن موقع ملتے ہی اس سے اس افواہ کی تصدیق چاہی تو وہ رو دی اور کہنے لگی کہ میرا کوئی قصور نہیں۔ ایک دن میں کھیتوں سے واپس آ رہی تھی کہ اچانک جمیل میرے راستے میں آگیا اور میرا بازو پکڑتے ہوئے بولا۔

تم مجھ سے اتنی دور کیوں رہتی ہو؟ کیا تمہیں مجھ سے ڈر لگتا ہے؟ میں کوئی آسیب تو نہیں ایک حقیر سا انسان ہوں۔ جس کے لئے شاید تمہارے دل میں تھوڑی سی جگہ بھی نہیں ہے۔ اتنا کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا اور میں گم سم سی وہیں کھڑی رہ گئی۔ کچھ بھی تو نہ کہہ سکی میں۔۔۔ اس روز بار بار اسکے الفاظ میرے کانوں میں گونجتے رہے۔ لیکن پھر میں نے اسے ذہن سے جھٹک دیا۔

حالات ایسے تھے کہ میں اس بارے میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اسکے بعد اس نے مجھے قائل کرنے کیلئے ہر حربہ استعمال کیا مگر ناکام رہا۔

آخر ایک دن ایک بہت بڑا چاقو لے کر میری راہ میں حائل ہو گیا اور مجھے اپنی بات نہ ماننے پر قتل کی دھمکی بھی دی۔ میں ڈر گئی۔ مجھے روزانہ ملنے کا حکم دیا گیا۔ میں اس نئی افتاد سے بہت گھبرائی۔ کئی بار سوچا کہ گھر والوں کو بتا دوں۔ مگر وہاں سے تو کسی سے بھی پیار اور ہمدردی کی توقع نہ تھی۔ ابا

وحشیانہ روپ تصور میں لا کر میں کانپ جاتی۔ میرے لئے دونوں طرف مشکل تھی گھر بتاتی تو مصیبت، جمیل تو دھمکی دے ہی چکا تھا۔ میں کس سے ہمدردی کی توقع رکھتی یا کس سے ہمدردی کی درخواست کرتی۔

میں اس کے ہاتھوں ایک کھلونا بن چکی ہوں۔ خدا کی قسم مجھے اس سے بالکل پیار نہیں مجھے اس سے نفرت ہے۔ لیکن میں صرف اس کی دھمکی کے زیر اثر اس سے ملتی ہوں۔ میرا کوئی بھی غمگسار ایسا نہیں جو مجھے اس زندگی سے آزاد کرائے۔ اس کی یہ باتیں سن کر میں بھی رو دی۔ لیکن میں بھی کیا کر سکتی تھی مجبور تھی پھر بھی میں نے اسے یہ تسلی ضرور دی کہ میں کسی مناسب وقت پر کسی نہ کسی طرح انکل کو سمجھاؤں گی۔ مگر جمیل اپنی انتہائی کمینگی پر اتر آیا۔ محبت جتا کر اس کی زندگی سے کھیلتا رہا اور پھر گاؤں میں اس کی عزت کے پرخچے اڑاتا رہا۔

جب یہ بات شگفتہ کے باپ کے کان میں پڑی تو ایک طوفان ہی آ گیا تھا۔ بغیر پوچھ گچھ کئے وہ شیر کی طرح ماں بیٹی پر برس پڑا اور اتنا پیٹا کہ دونوں بے ہوش ہو گئیں۔ مجھے بھی علم ہوا کہ ان پر خوب ظلم کیا گیا ہے۔ لیکن انکل کو قائل کرنا گویا آسمان سے تارے توڑنا تھا۔

دوسرے دن جمیل نے ایک اور وار کیا اور اس کا یہ نشانہ واقعی خطا نہ گیا۔ اس نے ایک رومال پر اپنی بہن سے اپنا اور شگفتہ کا نام کڑھوایا اور مشہور کر دیا کہ یہ رومال مجھے شگفتہ نے دیا ہے۔ پھر نجانے کس طرح اس نے یہ رومال شگفتہ کے والد تک پہنچایا۔ بس تبھی سے شگفتہ کی زندگی کا تاریک دور شروع ہو گیا۔ وہ اسی وقت گھر آ کر بیٹی پر برس پڑا۔ یہ رومال کس کا ہے؟ یہ تو نے دیا ہے نا۔ اس پر تیرا نام کڑھا ہوا ہے۔ اس پر شگفتہ نے صاف صاف کہہ دیا یہ میرا نہیں ہے۔ اسے مار دینے کی دھمکی دے کر پوچھا گیا لیکن وہ بے قصور تھی۔ کیسے اتنا بڑا الزام اپنے سر لیتی۔ مسلسل انکار پر اسے مارا گیا پیٹا گیا۔ چھری سے دونوں بازوؤں کو زخمی کیا گیا۔ خون کے فوارے چل پڑے۔ وہ خون جسکی کوئی قیمت نہ تھی۔ یہ خون ناز و نعم سے پلے ہوئے کسی بیٹے کا نہ تھا۔ بلکہ یہ تو انتقام کی بھینٹ چڑھنے والی بے بس اور مجبور لڑکی کا خون تھا۔ جس کی قیمت کا احساس کسی کو نہ تھا۔ پھر بھی اس معصوم کے صبر کی انتہا تھی کہ وہ سچائی کی خاطر جان دینے کو تیار ہو گئی۔ اتنی تکلیفیں برداشت کیں۔ لیکن زبان پر شکوے کا ایک لفظ بھی نہ لائی۔

دوسرے دن وہ حسب معمول روزے سے تھی۔ اس دن اس سنگدل باپ نے ایک اور ظلم کیا۔ یہ بھی فراموش کر بیٹھا کہ یہ میری ہی نسل، میرے ہی جگر کا ایک ٹکڑا، اس کی رگوں میں میرا ہی خون گردش کر رہا ہے۔ اس وحشی پر تو صرف یہ ہی جنون سوار تھا کہ میں اس کی وجہ سے ہی گاؤں میں بدنام ہو رہا ہوں۔ اس نے حقیقت جاننے کی زحمت ہی گوارہ نہ کی۔

معصوم شگفتہ کو جس سازش کا شکار بنایا گیا تھا۔ دشمن اس میں کامیاب رہے تھے۔ ایک دن شگفتہ مجھ سے مل کر واپس جانے لگی تو نجانے کیوں مجھے یہ احساس ہو رہا تھا کہ ہم آج کے بعد دوبارہ نہ مل سکیں گی۔ میں نے اسے اپنا وہم سمجھ کر ذہن سے جھٹک دیا۔ لیکن میری چھٹی حس مجھے کسی خطرے کی نشاندہی کر رہی تھی۔

مغرب کے بعد شگفتہ کی موت کی خبر پورے گاؤں میں پھیل گئی۔ مجھے یقین نہ آیا میں بھاگ کر ان

ے گھر گئی تو شگفتہ کی بے جان لاش میری منتظر تھی۔ میں سر پیٹ کر رہ گئی۔ میری بچپن کی سہیلی ہم سب سے آنکھیں موڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملی تھی۔ مرنے کے بعد وہ کچھ ایسے مطمئن نظر آ رہی تھی جیسے کہہ رہی ہو اب مجھے روز روز کی اذیتوں اور ذلتوں سے نجات مل گئی ہے۔ ہمارے آنسو، ہماری آہیں اور اسکی ماں کی اندوہناک چیخیں بھی اسکو واپس نہ لا سکیں۔ وہ تو یوں دنیا سے بے خبر سو رہی تھی جیسے اب پر سکون ہو اور ہم سے شکوہ کر رہی ہو کہ اب کیوں شور مچاتے ہو؟ اب میں کسی کو کیا دے سکتی ہوں۔ اب میں خالق حقیقی کے پاس جا چکی ہوں۔ اب مجھ سے کوئی نہ کھیل سکے گا۔ اب میں باپ کے کیے ہوئے گناہوں کی بھینٹ نہ چڑھ سکوں گی۔ تم سب لوگ تو میری جان کے درپے تھے۔ اب میں جا چکی ہوں تو رونا کیسا؟ خاموش ہو جاؤ مجھے مزید تکلیفیں نہ دو کیونکہ میں بہت تنگ آ چکی ہوں۔

یہ سب باتیں سوچ کر میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ مجھے ابھی تک یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ آخر یہ سب ایک دم ہوا کیسے؟ دوپہر تک اچھی بھلی میرے ساتھ تھی۔ میں نے موقع ملتے ہی اس کی امی سے تنہائی میں جاننا چاہا۔ انہوں نے ڈرتے ڈرتے حقیقت سے پردہ اٹھایا اور بتایا کہ شگفتہ کے والد چار بجے کے قریب غصے سے بھرے گھر آئے اور آتے ہی روزانہ کا معمول شروع ہو گیا۔ مار پیٹ کے بعد انہوں نے زبردستی چند گولیاں کھلانا چاہیں جو وہ اپنے ساتھ لائے تھے۔ اسکا روزہ تھا اس نے کھانے سے انکار کیا۔ مگر انہوں نے زبردستی اس کے بازو اور ٹانگیں چارپائی سے باندھ کر زہریلی گولیاں اسکے حلق میں دھکیل دیں۔ وہ منظر انتہائی بھیانک تھا۔ بازوؤں کے زخموں سے پھر خون رواں ہو گیا تھا۔ مگر اسکے باپ کا دل نرم نہ ہوا۔ اپنے دل کی بھڑاس نکال کر وہ الگ ہوا تو اس کی ماں نے اس کی رسیاں کھول دیں۔ وہ پانی پینے کی غرض سے نلکے کی طرف لپکی۔ پانی نکالنا چاہا مگر اسکی بھی مہلت نہ ملی۔ وہ منہ کے بل فرش پر آ گئی۔ ماں اپنی لخت جگر کو اس حالت میں دیکھ کر تڑپ اٹھی۔ شگفتہ زندگی اور موت کی کشمکش میں ایڑیاں رگڑ رہی تھی۔ اسکا باپ اسے فوراً تانگے میں لٹا کے بجائے کسی ہسپتال لیجانے کے قریبی تھانے لے گیا۔ وہاں بیٹی پر خودکشی کا الزام لگا کر خود بری الذمہ ہو گیا۔ اسکی ماں نے بتایا کہ تھانے جاتے وقت شگفتہ کی گردن اسکے والد کی جھولی میں تھی۔ اکھڑتی سانسوں میں اس نے کہا تھا۔ ابا جان آپ لوگوں نے میری جان لے لی ہے۔ خدا کرے اب آپ سکھی رہیں۔ ان الفاظ کے بعد وہ کچھ نہ کہہ سکی۔ آخری لمحات میں کہے گئے ان الفاظ میں پنہاں درد اور دکھ کو کوئی بھی محسوس نہ کر سکا۔ آخر کسی کو ان پر غور کرنے کی ضرورت بھی کیا تھی۔ اسکے تو سب دشمن تھے کوئی اس مردہ لاش پہ خلوص دل سے ماتم کرنے والا نہ تھا۔ سوائے اسکی چند دوستوں اور ماں کے۔ ماں تو گویا رو رو کو پاگل ہو رہی تھی۔

دوسرے دن نہایت ہی سادگی سے اسے منوں مٹی کے نیچے دھکیل دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی شگفتہ کی کہانی ختم ہو گئی۔ اس دن جمیل اور اسکے گھر والے بہت خوش تھے ان کا انتقام پورا ہو چکا تھا۔ شگفتہ شکست تسلیم کر چکی تھی اور اس شکست خوردہ کو زمین نے رحم کھا کر جگہ دے دی تھی۔ لیکن ان لوگوں نے اس مردہ لاش کو بھی نہ بخشا۔ ایسی ایسی

باتیں اس کے متعلق مشہور کی گئیں۔ جنہیں سن کر انسانیت بھی کانپ اٹھے۔

میں سوچ رہی ہوں کہ اسکے باپ نے اپنی عزت کی خاطر اسے زہر دے دیا لیکن اس کے مرنے سے اس کی عزت تو نہ بنی۔ ان کی بے عزتی میں کمی تو نہ آئی۔ بلکہ ان کے کرتوت گلی گلی، کوچہ کوچہ، قریہ قریہ مشہور ہو گئے۔ اگر وہ اتنا ہی غیرت والا تھا تو خود کیوں نہ مر گیا۔

یہی کچھ سوچتے سوچتے میری آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ میں پوچھنا چاہوں گی کہ کیا اس جیسے بھیڑیا صفت انسان کو باپ کا رتبہ دیا جا سکتا ہے۔ وہ باپ جو اولاد کی معمولی سے تکلیف سے تڑپ اٹھتا ہے کیا اس میں وہ جذبہ تھا؟ باپ تو اپنی بیٹی کی ڈولی شہنائیوں میں ڈوبی فضا کے ساتھ اٹھانے کی خواہش کرتا ہے۔ لیکن اس نے تو اسے سرخ جوڑے کی بجائے سفید کفن پہنا کر گھر سے رخصت کیا۔ پھر کیسا باپ تھا؟

کاش! اس میں ہمدردی کا جذبہ ہوتا، تحمل سے کام لیتا۔ مجھے یقین ہے کہ پھر وہ ہرگز اپنی بے قصور، معصوم، اکلوتی بیٹی کو انتقام کی بھینٹ نہ چڑھنے دیتا۔ آخر میں قارئین سے التماس ہے کہ وہ شگفتہ کی مغفرت کیلئے دعا ضرور کریں کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور اسکی والدہ ماجدہ کو صبر کرنے کی توفیق دے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

میں کسی اور کی ہوں اتنا بتا کر روئی
وہ مجھے مہندی لگے ہاتھ دکھا کر روئی
میں بے قصور ہوں قدرت کا فیصلہ ہے یہی
لپٹ کر وہ مجھ سے وہ اتنا بتا کر روئی
مجھ پہ اک کرب کا طوفان ہو گیا حائل
جب میرے سامنے خط وہ میرے جلا کر روئی
میری نفرت اور عداوت پگھل گئی پل میں
وہ بیوفا ہے تو کیوں مجھ کو رلا کر روئی
عمر بھر کی جدائی کا خیال آیا تھا شاید
مجھے پاس وہ اپنے دیر تک بٹھا کر روئی
خط، کتابیں، وہ میرے پیار کے تحفے سارے
محبت کی سب نشانیاں جلا کر روئی
میری دی ہوئی سب چیزیں اتار لی گئیں
وہ مجھے سیج پہ سجے زیور دکھا کر روئی
سب شکوے میرے اک پل میں بہہ گئے وصی
جھیل سی آنکھوں میں جب آنسو سجا کر روئی

دل کی چوکھٹ پہ جو اک دیپ جلا رکھا ہے
تیرے لوٹ آنے کا امکان سجا رکھا ہے
سانس تک بھی نہیں لیتے ہیں تجھے سوچتے وقت
ہم نے اس کام کو بھی کل پہ اٹھا رکھا ہے
روٹھ جاتے ہو تو کچھ اور حسیں لگتے ہو
ہم نے یہ سوچ کے ہی تم کو خفا رکھا ہے
تم جسے روتے ہوئے چھوڑ گئے تھے اک دن
ہم نے اسی شام کو سینے سے لگا رکھا ہے
چین لینے نہیں دیتا کسی طور مجھے
تیری یادوں نے جو طوفان اٹھا رکھا ہے
جانے والے نے کہا تھا کہ وہ لوٹے گا ضرور
اک اسی آس پہ دروازہ کھلا رکھا ہے
مجھ کو کل شام سے وہ یاد بہت آنے لگا
دل نے مدت سے جو اک شخص بھلا رکھا ہے
خالد فاروقی آس۔ علی پورہ۔ ملت کالونی فیصل آباد

انتظار فصل گل

۔۔تحریر۔معاویہ عنبر وٹو۔ہڑپہ ٹی۔0345.8393210

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
اس بار میں جو کہانی لے کر آیا ہوں اسکا نام میں نے۔انتظار فصل گل۔رکھا ہے امید ہے سب کو پسند آئے گی مجھے آپ لوگوں کی محبتوں کا شدت سے انتظار رہے گا میں نے اس سٹوری میں معاشرے کے بہت ساری ایسی باتیں ہیں جن پہ لکھا ہے اور جن پر لکھنے کی ضرورت تھی بہت سی ہماری خواہشوں کے لیے مشکلات ہوتی ہیں
دارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

زہر آنکھوں سے پھوٹ نکلا ہے
ہم جو روئے ہیں ٹوٹ کر غم میں
ایک ذرا سا یار کیا برسا
کتنا فرق آ گیا ہے موسم میں.

آج اچانک موسم میں کیسا بدلاؤ آ گیا بدلی بدلی ہوا مہکی مہکی فضا نجانے کیوں مجھے جانی پہچانی سے لگ رہی ہے آج اس شہر کے موسم نے بھی تمہارے اور میرے شہر کے موسم کا روپ دھار لیا ہے کیوں جو مجھے تمہارے ساتھ بیتے ہوئے دنوں کی یاد دلا رہا ہے یہ بارش مجھ پر مسکرانے لگی ہے اور اس گرد کے نیچے۔کہیں پہ دبا ہوا۔تمہارا دھندلا سا چہرہ۔آئینے کی مانند۔میرے سامنے مسکرانے لگا ہے۔میں ساری داری یادوں کو۔بیتے ہوئے لمحات کو فراموش کر دینا چاہتا ہوں۔بے حد محبت۔کچھ مصلحتیں۔کچھ مجبوریاں۔اور بے بسی تھی ہمارے درمیان۔اور تمہیں بھی معلوم تھا کہ اس حقیقت کے متعلق کہ جس کا نام جدائی ہوتا ہے جو ایک خواب ہماری آنکھوں نے جو بھی مل کر دیکھے تھے جانے کیوں محبت کا وہ خواب ٹوٹ گیا۔

جب درد کسی دل میں نہاں ہوتا ہے
سیلاب سا آنکھوں سے رواں ہوتا ہے
ہوتی ہے محبت جو کسی سے اعظم
چہرے سے اثر اس کا عیاں ہوتا ہے

ہم اور تم الگ ہوں گے زندگی بھر کے لیے اجنبی ہوئے نہ تیری جانب سے کوئی دلاسہ ملا نہ ہی میری جانب سے امید کی شمع روشن ہوئی تھی۔
نہ تم نے مجھ سے کوئی شکایت کی تھی نہ ہی میں نے تم سے کوئی گلہ کیا تھا۔
اب زندگی میں تم شامل نہیں ہو گزر رہی ہے اور بقیہ بھی گزر ہی جائے گی بے مقصد اور اجاڑ ابھی کوئی خیال اتنا نہیں ستانے آتا۔
میں گزرے ان تمام برسوں کا بھلانا چاہتا ہوں تمہیں بھی بھول جانے کو سوچتا ہوں۔

مگراب خوف کھانے لگا ہوں اس موسم میں ان یادوں کو کرید نے پر جنہیں میں نے آنسو ۔۔ مایوی ۔اور بد نصیبی کا کفن پہنا کر میں نے دفن کر دیا تھا۔ میں خوف ذدہ ہونے لگتا ہوں ایسے موسم میں کہ برستی ہوئی بارش اب کی بار میں کیا جواب دوں گا اس دل برباد کو کہ جس کی خواہشات مر چکی ہوں۔

اور اگر موسم میں ۔۔دل ہجر نے تمہیں پکارا تو۔۔۔تو پھر۔۔۔جب کبھی سوکھے ہوئے پتوں کی پازیب کھنکتی ہے جب فضا بدلتی رتوں میں درختوں کے پرہن بدلتی ہے تو تمہاری یادیں تمہارے خیالات بیقرار کر دیتے ہیں تم میری زندگی میں کسی خوشبو کے جھونکے کی مانند آکے چلی گئی ۔اور میں آج بھی ان پرچھائیوں کے پیچھے دوڑتا ہوں ۔میرے من کی دنیا تمہارے بن ویران صحرا کی مانند ہے جہاں تم نے کبھی اپنی وفا کے دیت روشن کیے تھے وہاں اب تمہاری ادھوری سلگتی ہوئی یادیں ہیں۔

کبھی۔

جس بات پہ ہوئی تھی میں ناراض
جو تم سے کہیں اس سے زیادہ
اب مجھے اس بات کا دکھ ہے کہ
کوشش ہی نہ کی ایسی کبھی
پوچھا نہ یہ تم نے کہ میں تم سے
کیوں خفا ہوں یہی دکھ ہے۔
بہت ہی بڑا یہ دکھ ہے

میرے جیون کی تنہائیوں میں تمہارا احسان ہی الفت کے سامنے رنگ بکھیرتا ہے سردیوں کی یخ بستہ طویل راتیں گرمیوں کی تپتی ہوئی دوپہریں ۔اور انتظار کی سدتیں کاٹتے ہوئے بھی نہیں کٹتی ہیں۔

سلگتے ہوئے موسم تو بدل ہی جایا کرتے ہیں مگر نجانے وہ کیسا موسم تھا جب تم پلٹ آؤ گے لوٹ آؤ ناں۔کہ ہم تم شناسائی اس کی داستان کو پھر سے دہرائیں۔میرا یہ وعدہ ہے تم سے کہ میں اب کی بار شکست کو تمہارا مقدر نہیں بننے دوں گا میں ہر شب کو یادوں کے اس پل صراط سے گزرتا ہوں میرا دل میرا ہاتھ تھامے ہر شب مجھے ان گلیوں میں لے چلتا ہے جہاں پر پہلی بار محبت کی کونپل نے ہمارے دلوں میں سر اٹھایا تھا۔

اس روز صبح بھی برف باری ہوئی تھی باغوں میں مہکتے ہوئے رنگ برنگے پھول بکھرے ہوئے تھے سیبوں سے لدھے ہوئے درخت ہوا کے جھونکوں سے جھومتے ہوئے نظر آرہے تھے جیسے اپنی فتح کا اعلان سنا رہے ہوں ہمارے مکان کی اونچی چھت پر برف کا ڈھیرا دکھائی دے رہا تھا میں بیلچہ لیے برف ہٹانے میں یوں مشغول تھا کہ اچانک میرے جسم پر لگنے والا ٹھنڈا گولا محسوس نہ ہوا جب دوسرا ٹھنڈا گولا میرے سر پر پڑا تو چونک کر پھینکنے والے کے جانب نگاہ اٹھائی میری اٹھنے والی وہ نگاہ پھر لوٹ کر نہ واپس پلٹی۔

میں حیرانی سے اس حسن کی پری کو دیکھ رہا تھا وہ لڑکی کا بلور سے تراشا بدن۔۔تیکھی نوکیلی انگلیاں۔۔اس کے نازک حجیلے ہاتھ۔۔مرمریں پیکر بازو۔۔اس کی لچکیلی ڈال سے کمر کے کچھے بال۔۔عاضی سمیں کے ساتھ ساتھ اس کے دہکتے ہوئے صراحی دار گردن جو کمال قدرت کی مفاعی بناتے ہیں لفظوں کی رعنائی جیسے دوشیزہ بزم طرب کی مانند گدریا سرخ وبنجیلا چہرہ۔۔حیات کی مشعل کا

خوبصورت سپنا۔۔لوریاں دیتی شبنم اور موج آب پر کرنوں کے ارتعاش جیسی بحر ذخار کا نایاب موتی مسکراہٹ میں۔۔آواز میں شبنمی پھلوار۔۔ جادو نوائے حیات آموز اس کی کمر کے سب ہی زاویے نشۂ تعبیر خواب ادائیں نیلم کے مچلتے دھارے اور بوسے کے منتظر ہونٹ جھیل میں تیرت کنول کے مانند ندیوں کا گیت عمر کا جام بقا سحر زدہ کرنوں میں جستجو کو بگولہ نوید مئے نوشی میں خواہش ہم آغوشی جیسی۔

جوانی حرکت پہ پشیمان ہونے کی بے نیازی سے مسکرائی میری نظروں کا مسلسل ارکاز بھی اسے محسوس نہیں ہو پارہا تھا اسی روز میرے علم میں یہ بات آئی کہ وہ ہمارے کرایہ دار ہیں دراصل میں گھر کے معاملات میں بہت کم دلچسپی لیا کرتا تھا مظفر آباد مین بازار میں ہماری بہت بڑی دکان تھی میں صبح وہاں پر چلا جاتا شام ڈھلے گھر لوٹتا۔

اس روز موسم کے بگڑنے کی وجہ سے میں کچھ جلد چلا آیا تھا ماں کے اصرار پر میں چھت پر برف ہٹانے میں مصروف ہو گیا کچھ ہی وقت بیت جانے پر وہ کمرے میں چلی آئی تھی کچھ دیر بعد میرا دل بھی اچاٹ ہو گیا میں نے بیلچہ وہی دے مارا اور بے دلی سے سیڑھیا اترتا ہوا نیچے آگیا تھا پھر جب مرا گھر سے نکلنا ہوا تو دوسری بار میرا گلی میں ٹکراؤ ہوا تھا۔

بس سرسری نظروں میں ملاقات۔۔میں تیار ہو کر اپنی دکان پر جا رہا تھا وہ اپنے دروازے پر دکھائی دی تھی اس بات سے لوگ بخوبی آگاہ ہیں کہ مظفر آباد کشمیر کی وادی میں کتنا حسن ہے مگر مجھے تو اعتراض ہے کہ میں نے اتنا مکمل حسن کہیں اور نہیں دیکھا تھا میں نے اسے دیکھتے ہی مسکرا دیا تھا مگر وہ شرما کر اندر بھاگ چلی تھی۔

میں اس کی خوبصورتی کو آنکھوں کے رستے میں دل میں اتارتا ہوا دوکان پر چل دیا تھا۔ مجھے اپنے گھر سے اس لڑکی کا نام عنبرین گل معلوم ہوا عنبرین گل۔

میرے کانوں میں دھیرے دھیرے کافی دیر تلک اس نام کی صدا گونجتی رہی میرے لب بھی دیر تک عنبرین گل کا ورد کرتے رہے میرا یہ دل بھی جیسے صدیوں سے اس عنبرین گل کو تلاش میں ادھر ادھر بھٹکتا رہا ہو۔۔میری بنجر آنکھیں اس کو ایک نظر دیکھنے کی پیاس میں رہتی تھیں کچھ معلوم نہیں کیسا جادو منتر تھا اس کے پاس ایک ہی نظر میں خود پر سے اختیار کھو بیٹھا تھا اس کی وہ پہلی نظر مجھے اپنا اسیر کر گئی تھی۔

جب بھی اپنے دل کے ہاتھوں اسے سوچنے پر مجبور ہر جاتا تھا میرے چار سو حسن وخوبصورتی کا نور سا پھیل جاتا تھا۔ میں اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اسے دیکھنے کے بہانے ڈھونڈتا میری بے چین اکھیاں دیدار کی ناکافی پر اشک بہانے لگتی تھیں۔

محبت سی ہو چلی تھی جس کو دوبارہ دیکھا تھا۔

مقام ایسا یہ ہے شاید۔
محبت کے امر ہونے کا
آتا ہے جہاں لمحہ
تو ہی ہوتا ہے جلوہ گر
نظر اٹھتی ہے جس جانب
عجب ہی کچھ کہانی ہے
نہ پانے کی تمنا ہے
نہ کھو دینے کا ڈر کوئی
نہیں ہے قرب کی خواہش

نہ فرصت کا اثر کوئی
یہ جذبہ غیر فانی ہے
محبت جاودانی ہے
جہاں کی بھیڑ میں ایسی
محبت گم نہیں ہوتی
کہ چاہیں بھی تو ہرگز
کم نہیں ہوتی
دلوں میں زندہ رہتی ہے
محبت جاودانی ہے

میرا دل۔۔آنکھوں کے اس سوال پر چیخ چیخ ۔ر اعتراف کرتا کہ ہاں دل کے اس تاریک اور ۔نسان گوشے میں اب عنبرین گل کی حکومت ہے ۔ں خاموشی لیے لیٹا۔اپنے کمرے کی چھت کو ۔ھورتے دل اور آکھیوں کے ہوتے تکرار سنے ۔ا تا۔

ایک روز مجھ کو عنبرین گل سے مل جانے کا ۔وقع ہاتھ لگا میں کسی کام کے سلسلے میں ان کے ۔ں گیا دروازہ کھٹکھٹانے پر دروازہ عنبرین گل نے کھولا تھا۔

اسلام علیکم۔میں نے دھیرے سے سلام کیا

وعلیکم اسلام۔۔

میٹھی سی پیاری سی آواز سماعتوں سے آن ٹکرائی مجھ کو اس لمحے یہ بھی بھول گیا تھا کہ میں ۔یوں کس کام کے سلسلے میں اس کے گھر آن کھڑا ۔ا تھا۔

میں تو اس کے قرب کی نشاط آگئیں سماعتوں ۔ں کھویا ہوا تھا اس کی آواز کی لطافتوں میں گم تھا ۔روں جانب خوشبو ہی خوشبو پھیلی ہوئی تھی ۔اریں ارد گرد رقصاں تھیں بڑی شدت سے میں نے دعا کی کہ کاش میں ان لمحوں میں تحلیل ہو جاؤں عنبرین گل حیرت استعجاب کے عالم میں سامنے کھڑی میرے چہرے پر پھیلتے ہوئے رنگوں کو دیکھتی جا رہی تھی۔

عنبرین گل مجھے تم سے محبت ہوگئی ہے۔عالم بے خودی میں میرے منہ سے الفاظ نکل آئے تھے نیلی اکھیوں میں جیسے تحیر امڈ آیا ہو میں نہیں جانتا کہ کب اور کیسے۔مگر مجھے یوں محسوس ہونے لگتا ہے جیسے میں صدیوں سے تمہارا متلاشی ہوں۔

میری روح برسوں سے تمہاری خواہش لیے صحرا صحرا بھٹک رہی ہے تم ملی تو روتی بلکتی روح کو بھی سکون و قرار نصیب ہوا میں نے اپنی حیثیت اس کا مرتبہ اور ارد گرد کا منظر یکسر فراموش کیے اس کے قرب کے سحر۔میں گم تھا۔

یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں نعمان ناگواری سے وہ گویا ہوئی۔عنبرین گل میرے دل کے شفاف شیشے کو اپنی نفرت کے پتھروں سے شکنا چور نہ کرو میں نے خلوص دل اور سچے جذبوں سے تمہاری خواہش کی ہے میرے دل میں کوئی بھی کھوٹ نہیں ہے۔مجھ سے اس کا سرد رویہ برداشت نہیں ہو رہا تھا اس نے دروازہ بند کیا اور اندر کر چلی دی میں حیرت سے بند دروازے کو دیکھنے لگا۔

عنبرین گل نے مجھے بے حد پریشان کر دیا تھا سارا دن یہ سوچیں کسی آسیب کی طرح میرے ذہن سے چمٹی رہتیں کہ آخر عنبرین گل کو کیسے دلاؤں کہ میں اس سے بے پناہ پیار کرنے لگا ہوں کچھ دنوں بعد میری پھر اس سے ملاقات ہوئی میں نے اسے بہت قائل کرنے کی اپنے جذبات کی سچائی کا یقین دلانے کی کوشش کی اب سے میرا وہ حال دل سن کر غصہ ہرگز نہیں کرتی تھی بلکہ

دھیرے دھیرے مسکرا دیا کرتی میری وہ زیست کا حسین ترین روز تھا جب عنبرین گل نے میرے جذبات کی صداقت پہ یقین کیا اور اپنی چاہت کا اظہار کر دیا۔

درختوں سے گھرے اس جھنڈ میں ہم دونوں تنہا بیٹھے اپنی اپنی محبت کا اظہار کیے جا رہے تھے۔قریب بہتے ہوئے دریائے نیل کی گنگناہٹیں عروج پر تھیں یہ محبت کے راستے تو بڑے دشوار گزار ہوتے ہیں تم گھبرا کر یا سفر کی کٹھنائیوں سے پریشان ہو کر مجھ کو چھوڑ تو نہیں جاؤ گے نعمان

عنبرین گل نے کے لہجے میں آنے والے وقت کا خوف تھا میں نے تم سے بے پناہ محبت کی ہے عنبرین گل۔اور پھر اس محبت کا نبھانے کا حوصلہ ہے مجھے میں۔تمہاری خاطر اس سفر کی ساری رکاوٹوں کو عبور کر لوں گا اس سفر میں پیش آنے والی ساری سختیاں اپنے تن پر جھیل لوں گا بشرطیکہ اس سفر میں تم میرا ساتھ دینا بس۔۔

میں نے عزم لیے ہوئے کہا۔

نعمان یہ الفاظ محبت کسے کہتے ہیں۔

عنبرین نے سوچتے ہوئے سوال کیا۔

الفاظ محبت ماخوذ ہے لفظ حبہ سے حا کی زیر کے ساتھ جس کا مطلب ہوتا ہے تہ تخم جو زمین میں ڈال دیا جاتا ہے پس حبہ کی حب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔جس طرح تخم زمین میں ڈالا جاتا ہے پھر اس پر بارش ہوتی ہے اور آفتاب کی روشنی اور موسم کی سردی اور گرمی سے اس تخم میں کوئی تبدیلی نہیں آتی اور اسی طرح محبت دل کے اندر جگہ پکڑتی ہے اور رنج وراحت اور بلاو مصیبت سے اثر پذیر نہیں ہوتی اور بالآخر برگ و بار لاتی ہے۔

میں نے فلسفہ محبت پڑھ سنایا تھا۔

دریائے نیل ہمارے عہد پیماں ہمارے راز اپنے سینے کی گہرائی میں دفن کرتا رہا فلک بوس پہاڑوں کی چوٹیاں ہماری بے پایا محبت کی گواہ بن گئیں عنبرین گل اور میں محبت کے اس سفر پر گامزن ہو گئے۔

جن کی منزل قسمت والوں کو ملتی ہے مگر مجھے یقین تھا کہ میں عنبرین گل اور اپنے درمیان ذات پات رسم و رواج کی ساری دیواریں گرا دوں گا مجھے اپنے جذبہ عشق پر بھروسہ تھا مظفر آباد کے گلی کوچے ہماری پاکیزہ محبت کے گواہ تھے ہماری آنکھوں کے حسین خواب راکھ بن کر ہوا میں اڑنے لگے۔

وہ ٹھٹھری ہوئی گہری شب تھی پورے مظفر آباد میں تا حد نظر برف ہی برف پھیلی ہوئی نظر آ رہی تھی رگوں میں ترتی سردی سے میں بے نیاز ننگے پاؤں برس کے فرش پر چلتا ہوا عنبرین گل کے گھر کی جانب رواں تھا عنبرین گل سے ملنے کی خوشی اس قدر زیادہ تھی کہ لوگوں کے دیکھ لیے جانے کا خوف اور بے تحاشہ سردی کا احساس دور جا کر سو یا تھا۔

میں اس کے گھر پہنچا تو وہ بے چینی سے میری منتظر تھی مجھے دیکھتے ہی اس کا چہرہ پھول کی مانند کھل اٹھا آنکھوں میں ڈھیروں جگنو اٹھے ہم دونوں ہی بہت کم وقت میں آگے اور بہت آگے چلے گئے تھے ہم دونوں ہی اپنے انجام سے بے خبر محبت کے کٹھن راستے پر امید کا زادرہ لیے گامزن تھے سردیوں کی یخ بستہ راتوں میں روزانہ ہی میں ننگے پاؤں اس سے ملنے آتا۔

عنبرین گل کے کمرے کی کھڑکی کے سامنے

ہی میرے کمرے کی کھڑکی تھی وہ گھر کے کاموں سے فارغ ہوتے ہی اس کھڑکی میں آ کر سامنے بیٹھتی کتاب لیے میں محویت کے عالم میں اس کے پاکیزہ چہرے کو دیکھتا رہتا اس کو دیکھے بغیر مجھے چین ہرگز نہیں آتا تھا میں جو گھر میں ایک پل بھی رکنے کو تیار نہیں ہوتا تھا عنبرین گل کی خاطر بہت سا وقت گھر پر ہی گزارنے لگا گھر والے میری اس کایا پلٹ پر حیران تھے مگر میں زندگی میں مگن تھا۔

ہمارے قریب ایک شادی تھی ہماری فیملی کے ساتھ عنبرین گل کی فیملی بھی مدعو تھی اس روز عنبرین گل نے عام دنوں سے ہٹ کر لباس زیب تن کیا اور خوبصورت دل لگا کر تیار ہوئی میں چھت پر اپنے دوستوں کے ہمراہ کھڑا تھا کے اچانک میری نظر عنبرین گل پر پڑی اور پھر لٹنا بھول گئی خوبصورت اور حسین تو وہ پہلے ہی بہت تھی مگر تھوڑے سے بناؤ سنگھار نے آنکھوں کے راستے اس کی موہنی صورت کو دل کے اندر اتارا عنبرین گل نے نظروں کے ارتکاز سے گھبرا کے ایک نظر مجھے دیکھا پھر شرم سے نگاہیں جھکا لیں اس اس ادا پر میں دھیرے دھیرے سے مسکرایا بے ساختہ دل میں اسے بانہوں میں سمیٹ لینے کی خواہش مچل اٹھی ہم لوگ تنہائی میں بہت مرتبہ ملے تھے مگر پہلے میرے دل نے کبھی ایسی خواہش نہیں کی تھی مگر نجانے کیوں عنبرین گل کو اس روپ میں دیکھ کر پاگل دل شرارت کرنے پر آمادہ رہا تھا میں عنبرین گل کے تصور میں گم تھا کہ اچانک لائٹ چلی گئی ہر سو اندھیرا پھیل گیا میں سیڑھیاں پھلانگتا ہوا عنبرین گل کے پاس پہنچ گیا وہ مجھے اپنے قریب دیکھ کر حواس باختہ ہوگئی۔

شادی والا گھر تھا اور لوگ بہت سے جمع تھے کسی وقت بھی کوئی آ سکتا تھا۔ مگر میں عمر کے جس خطرناک موڑ پر تھا وہاں پر کوئی ڈر خوف نہیں ہوتا میں عنبرین گل کے عین روبرو کھڑا اس کے وجود سے اٹھنے والی مہک کو دل و جان سے محسوس کیے جا رہا تھا پھر نجانے مجھے کیا ہو گیا تھا میں نے اچانک اسے بانہوں میں بھر لیا اس کی قربت میں ایسا احساس تھا کہ میری آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے بلا سبب بہنے والے ان آنسوؤں سے میرا دل بھی پریشان ہو گیا تھا میری آنکھوں سے گرنے والے آنسو عنبرین گل کے گھنے بالوں کو بھگوتے رہے میں اسے اپنے وجود میں سمیٹے اس کے قرب کو محسوس کرتا رہا مجھے اعتراف ہے میں پہلے کبھی اتنا نہیں رویا تھا مگر عنبرین گل کی قربت نے میرے دل کے اندر سوئے ہوئے غم کے اس جذبے کو بیدار کر دیا تھا جو اکثر عنبرین گل کی جدائی کے خیال سے بار بار سر اٹھاتا مگر میں امید کی خوش کن تھپکیوں سے اسے سلا دیتا تھا مگر اب کی بار میرا جذبہ غم پوری شدت سے بیدار ہوا تھا اور وہ شدت آنسوؤں کی صورت ظاہر ہو رہی تھی۔

اس لمحے میں مجھ پر یہ خوفناک انکشاف ہوا تھا میں اس سے بچھڑ کر جی نہیں سکوں گا یخ سردی میں بھی میں پسینے میں نہا گیا۔ یہ کیسی حدت تھی عنبرین گل کے وجود میں کہ میں خود سے یکسر بیگانہ ہو گیا تھا سے متاع جاں کی مانند اپنی پناہوں میں لیے میں روتا رہا سسکتا رہا میرے آنسوؤں کی نمی پوری فضا میں پھیل گئی رات دھیرے دھیرے بیتتی جا رہی تھی عنبرین گل کی سسکیاں مجھے گہرے کرب اور دکھ میں مبتلا کر رہی تھیں ہم نجانے کتنی دیر بے خودی کے اس عالم میں رہے پھر آہستگی سے

عنبرین گل میرے سے الگ ہوئی اچانک مجھ کو شرمندگی نے آن گھیرا میں نے فوراً اس جذباتی حرکت کی اس سے معافی مانگی مگر وہ سر جھکائے خاموش کھڑی تھی۔

میں آنسو صاف کیے چھت پر چلا آیا مگر نجانے کیوں دل کے ہر گوشے میں گہری اداسی پھیل سی گئی تھی مجھے چھت پر آئے چند منٹ ہی ہوئے تھی کہ لائٹ چلی آئی اچانک میرا دل ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا میں نے دوستوں سے معذرت کی اور طبیعت کی خرابی کا بہانہ بنا کر گھر چلا آیا اپنے کمرے میں سوچنے لگا اچانک کسی خیال کے تحت میں نے اپنے کمرے کی کھڑکی کھولی اور میری توقع کے عین مطابق سامنے وہ نظر آ رہی تھی ایک نظر اسے دیکھنے کے بعد طبیعت کی کسلمندی اور اداسی کہیں دور جا سوئی تھی۔

اس کی اور میری فیملی شادی والے گھر میں موجود تھی اور ان کی واپسی دیر تلک متوقع تھی میں پشیمانی میں کھڑا عنبرین گل کے گھر چلا آیا۔

اداس ہو عنبرین۔

خوشگوار لہجے میں اسے مخاطب کیا۔

عنبرین گل نے خفگی سے منہ پھیرا۔

ارے ناراض ہو گئی ہو کیا۔

مگر جواب نہ دیا۔

کیا میری آج کی حرکت بری لگی۔

میں نے تصدیق چاہی۔

اچھا پلیز۔ معاف کر دو۔

میں نے منت لہجے کا انداز اپنایا مگر وہ خاموش رہی۔ بخدا عنبرین گل میں نہیں جانتا مجھے اس لمحے کیا ہو گیا تھا مگر میری نیت ہرگز بھی بری نہیں تھی میرا یقین کرو۔

میں نے وضاحت پیش کی تھی۔ اس کی مسلسل خاموشی سے مجھے خوف آنے لگا تھا۔۔

عنبرین پلیز کچھ تو کہو۔ میں نے اس کا چہرہ اپنی جانب کیا۔ اس کی نیلی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے دور کہیں دریائے نیلم میں طغیانی آئی تھی میری رگوں میں سردی کی ایک لہر دوڑ گی۔ عنبرین میں اپنی اس خطا پر شرمندہ ہوں مجھے معاف کر دو پلیز۔ مجھ سے تمہاری یہ بے رخی برداشت نہیں ہو رہی میں اسکے پاؤں کی طرف جھکا۔

یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ یہ کیا کرنے لگے ہیں۔ وہ گھبرا کر پیچھے ہوئی اور مجھے اپنی مقابل کھڑا کر لیا۔۔

تم ناراض ہو۔ میں نے اس کے روشن چہرے کی جانب نگاہ کی اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔ تو میں پھر میں نے سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔۔۔

تو پھر کچھ بھی نہیں۔

ایک شرمگیں مسکراہٹ نے اس کے لبوں کا احاطہ کیا تو میرے اندر دور تلک سکون اترتا چلا گیا میں مطمئن سا گھر چلا آیا۔

عنبرین اور میری محبت کی خبر ہم دونوں کے گھر والوں کو بھی ہو گئی عنبرین کی ماں نے اس پر بہت سی پابندیاں عائد کر دیں اور ان پابندیوں نے میرے لیے مشکلات کھڑی کر دیں رابطے کی کوئی صورت نکل نہیں رہی تھی وہ چونکہ ہمارے مکان میں کرایہ دار کی حیثیت سے رہائش پزیر تھے سو میری ماں اور بھائی کی شدید خواہش تھی کہ انہیں نکال دیا جائے۔

میرے گھر سے چلے جانے کی دھمکی نے انہیں اس خواہش کو عملی جامہ پہنانے سے روک رکھا وہ عنبرین گل جسے میری ماں نے بہترین لڑکی

کا خطاب دیا ہوا تھا اب ان کی آنکھوں میں خار بن کر کھٹکنے لگی تھی۔

ان دنوں پاکستان میں موبائل کی سہولت عام نہیں تھی بہت سوچنے پر مجھے سوچنے پر مجھے رابطے کا ایک ذریعہ نظر آیا اور میں نے مانسہرہ شہر جا کر مہنگے واکی ٹاکی خرید لایا اس کے علاوہ میرے پاس اور کوئی حل نہیں تھا میں نے بڑی دقت سے واکی ٹاکی کا ایک سیٹ عنبرین گل تک پہنچا دیا جب لوگ سو جاتے تو ہماری دنیا آباد ہوتی جدائی کی طویل داستاں سناتے رات بیت جاتی مگر ہمارے تشنگی ختم نہ ہوئی آنسوؤں سے شروع ہونے والی بات چیت کا اختتام بھی آنسوؤں پر ہی ہوتا رابطے کی اس نئی صورت حال نے مجھے پر سکون کر دیا تھا مگر میرا یہ سکون عارضی ثابت ہو۔

اعنبرین گل کے بھائی نے اسے بات کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا اور ہمارا آخری سہارا بھی چھن گیا عنبرین گل ے منہ سے نکلنے والی ہر چیخ میری اذیت اور آنسو میں ضافہ کرتی جا رہی تھی میرا وجود جو سراپا غم بن گیا تھا۔ میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا اپنی بے بسی پر کڑھ رہا تھا۔

اس واقعے سے صرف چند دنوں بعد ہی وہ کچھ ہو گیا جو میں نے اور عنبرین گل نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا اس روز مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میری رگوں میں دوڑنے والا خون ابھی ابل کر باہر آ جائے گا میری چھوٹی بہن مہرین نے آ کر بتایا کہ عنبرین گل کے گھر والے یہاں سے جا رہے ہیں حقیقی معنوں میں مجھے اپنے پاؤں تلے سے زمین سرکتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی میں ننگے پاؤں چھت پر گیا میری نظریں بے چینی سے عنبرین گل کو تلاش کر رہی تھی کچھ ہی دیر بعد اپنی غمناک آنکھوں کو صاف کرتی ہوئی عنبرین گل مجھے دکھائی دی غم سے نڈھال اس کے وجود نے مجھے پھر اذیت کی وادی میں دھکیل دیا میری آنکھیں برسنے لگیں پورے ایک ہفتے بعد میں نے اسے دیکھا تھا اور کس وقت جب جدائی کی گھڑی آن پہنچی تھی شدت غم سے میرا دل نڈھال تھا عنبرین گل نے ایک نظر مجھے دیکھا اس ایک نظر میں نظر میں کیا کچھ نہیں تھا۔

کچھ دکھ۔ افسردگی۔ مایوسی۔ ابدی۔ جدائی کا غم۔ شکوے شکایت۔ میں اپنی جگہ پر سن ہو کر رہ گیا میں نے اپنی ماں کی بہت منتیں کیں کہ عنبرین گل کو روک لو ورنہ میں مر جاؤں گا مگر کوئی بھی میرے گلشن میں لگی آگ بجھانے نہیں آیا میں نے دیواروں سے سر ٹکرا کر خود کو زخمی کر لیا۔

خون کسی فوارے کی طرح میرے سر سے ابل رہا تھا میں بے بسی کی تصویر بنے عنبرین گل کو خود سے جدا ہوتے دیکھ رہا تھا مگر کوئی نہیں تھا جو اس کو جانے سے روک لیتا اور مجھے زندگی کی نوید سناتا۔

گزرے ہوئے کئی لمحے یاد بن کر رہ گئے
بہت سے جوابوں کے سوال بن کر رہ گئے
میرے کہنے کی کئی باتیں پھول ہی کہہ دیتے
خشک پھول کتابوں میں زوال بن کر رہ گئے
عداوتوں کے جن پل کو تھا مختصر کر دیا
ایک دن کے سارے پل سال بن کر رہ گئے
اس کے ساتھ تھی قربتیں وہ پیکر وفا نہ رہا
ساتھ کٹے بھی وعدے ملال بن کر رہ گئے
سب لوگ محبت کے بیری اور دشمن نکلے باہر

گاڑی اسٹارٹ ہوئی اور میرا دل کہیں گہری کھائی میں گرتا جا رہا تھا۔ مجھے اپنے وجود سے درد کی

ٹیسیں اٹھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میرے جسم سے کسی نے خون کا آخری قطرہ بھی نچوڑ لیا ہو۔

گاڑی چلنے کی آواز نے ہوا میں ہلکا سا ارتعاش پیدا کیا میں دیوانہ وار باہر بھاگا میں نے بڑی شدت سے عنبرین گل کو آواز دین مگر میری آواز دور کہیں کھو گئی مسافر ابدی جدائی کا غم دے کر انجان راہوں میں گم ہو گئے تھے۔

عنبرین گل میری اولین چاہت مجھ سے جدا ہو چکی تھی میں لٹا پٹا سا گھر داخل ہوا شکست میرے قدموں سے عیاں تھی میں اپنے بیڈ پر کسی گھائل پرندے کی طرح گر گیا اور ضبط کے سارے بندھن اچانک ٹوٹ گرے تھے۔ آہ ماضی کا سفر کس قدر اذیت ناک ہے آج پھر میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے ہیں عنبرین گل کو مجھ سے جدا ہوئے برسوں بیت چکے ہیں مجھے نہیں خبر کہ وہ کہاں اور کس حال میں ہے مگر روز اول کی طرح یہ دل آج بھی اس کے نام پر دھڑکتا ہے میں نے عنبرین گل کو تلاش کرنے کی بہت کوشش کی ہے مگر مجھے وہ نہیں ملی۔

اس کے چلے جانے کے بعد مظفر آباد میں نہ رہ سکا وہاں کی گلی کوچوں میں جگہ جگہ میری ناکام محبت کی یادیں بکھری پڑی تھیں میں کب تلک جینے مرنے کہ عمل سے گزرتا رہتا عنبرین گل کے بغیر دریائے نیلم اوس تھا میں عنبرین گل کے بغیر کیسے دریائے نیلم کی اداسی دور کرتا۔

لوگ کہتے ہیں کچھ زخم تو ناسور ہوتے ہیں اتنے برس گزر جانے کہ باوجود بھی عنبرین گل کی محبت روز اول کی طرح میرے اندر سانس لیتی ہے آج بھی عنبرین گل کو پانے خواہش میری رگوں میں لہو بن کر دوڑتی ہے آج بیٹھے بیٹھے خیال آیا کہ آج کا دن وہی ہے جس دن عنبرین گل مجھ سے جدا ہوئی تھی ہمیشہ کے لیے۔

یہی وہ دن تھے۔ یہی پھولوں کا موسم تھا
جب ان آنکھوں کو۔ دو آنسو ملے تھے
جو آنکھیں کرب ماہ وسال سے
پتھرا گئی تھیں۔ ذرا سی دیر میں
بجھنے کے نزدیک آ گئی تھیں
یہی وہ دن تھے۔ یہی پھولوں کا موسم تھا۔
جب میرے لہو کی لہریں
ڈوبی ہوئی آندھی چلی تھی
اور دریچے کھل گئے تھے
در و دیوار جیسے دھل گئے تھے
تو میں اپنے لہو سے
سرخ ہو کر۔ قفس آباد سے نکل آیا
شب فریاد سے باہر نکل آیا
یہی دن تھے۔ یہی پھولوں کا موسم تھا
جب اپنے خواب کے باہر کھڑا تھا
مجھے تعبیر لینے آ گئی تھی
کہ رانجھے کو خود ہیر لینے آ گئی تھی
یہی وہ دن تھے۔ یہی پھولوں کا موسم تھا
پھر سوچنے لگتا ہوں اتنے برس بیت گئے

میں مظفر آباد نہیں گیا مجھے نہیں خبر وہ گلیاں اب کیسی ہوں گی جہاں کبھی عنبرین گل کے قدموں کے نشان پڑے تھے میں ہیں جانتا وہ فلک بوس چوٹیاں اب کیسی ہو گئی ہوں گی۔ عنبرین گل حسرت بھری نظروں سے تکا کرتی تھی۔ کچھ نہیں معلوم دریائے نیلم کی خوبصورتی اور حسن سلامت ہے یا نہیں 2005 کے زلزلے نے سب کچھ تباہ کر دیا تھا۔

تم ہی ہو

تحریر۔ وقاص انجم۔ جڑانوالہ۔ 0314.3144026

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
اور اللہ سے دعا ہے کہ جواب عرض کی پوری ٹیم کو اپنے حفظ وایمان میں رکھے اور دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین آپ سب کا بے حد شکریہ آپ نے میری تحریروں کو پسند کیا اور میری حوصلہ افزائی کی جزاک اللہ۔ آپ کی پزیرائی نے حوصلہ بڑھایا تو ایک اور کہانی کیساتھ حاضر خدمت ہو رہا ہوں میں نے اس کہانی کا نام تم ہی ہو رکھا ہے اگر آپ چاہیں تو اسے تبدیل بھی کر سکتے ہیں۔

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

زندگی میں اگر انسان کسی کو حاصل کرنے کی ٹھان لے تو وہ اس کو ضرور ملتی ہے اگر انسان کہے کہ جو چیز اس کے چاہے وہ بغیر محبت کیے اسے مل جائے تو ایسے تو کچھ بھی ہاتھ نہیں آتا اور انسان کے پاس پچھتانے کے علاوہ کچھ نہیں رہتا پیار بھی ایسے ہی اگر آپ کسی کو سچے دل سے چاہتے ہیں اسے پانا چاہتے ہیں تو آپ اپنے چاہنے والوں کو پا سکتے ہو اور وہ ہمیشہ کے لیے آپ کا ہو جائے گا اگر آپ پانے کی کوشش نہیں کریں گے مطلب کہ آپ یہ ہوا کہ وہ بغیر کچھ کیے آپ کا ہو جائے اور اسے آپ اپنا بنا لیں یہ تو بھی نہ ممکن ہے۔

ایک ایسی ہی کہانی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں یہ کہانی میرے دوست کی ہے جو کہ بالکل سچی کہانی ہے یہ تو آپ پڑھنے کے بعد ہی بتائیں گے کہ میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں میرا نام یاسر ہے میرے دو بھائی ہیں اور ایک بہن میرے بابا ایک سرکاری محکمے میں ملازمت کرتے ہیں میرا نمبر لاسٹ ہے میں گھر میں سب سے چھوٹا ہوں یہی بات ہے کہ سبھی مجھے پیار کرتے ہیں میری ہر خواہش کو پورا کرتے ہیں اس لیے میں خود کو دنیا کا سب سے خوش قسمت انسان سمجھتا ہوں میں نے میٹرک کا امتحان بہت اچھے نمبروں سے پاس کیا میں بہت خوش تھا مجھ سے زیادہ میرے گھر والے میری قابلیت کو دیکھتے ہوئے میری والدین نے مجھے شہر کے ڈگری کالج میں داخل کروا دیا میں دل لگا کر پڑھنے لگا میں پڑھائی میں بہت اچھا تھا ہر کوئی میری تعریف کرتا میں نے فرسٹ ائیر کا امتحان بہت اچھے نمبروں سے پاس کیا تھا۔

میرے بڑے بھائی کی شادی تھی دور دور سے مہمان آئے ہوئے تھے ہر کوئی بہت خوش تھا کہ بھائی اپنی نئی زندگی شروع کر رہے ہیں بھائی کی مہندی پر بہت مزہ آیا۔

بارات والے دن سبھی تیاری میں لگے ہوئے تھے بارات جانے کا وقت ہو گیا میں بھی تیاری میں لگا ہوا تھا جب ہم وہاں پہنچے تو ہمارا بہت اچھے طریقے سے استقبال کیا گیا تھا ہم پر پھول برسائے گئے۔ پھول برسانے کے لیے بہت سی لڑکیاں قطار میں کھڑی تھیں ان میں سے ایک لڑکی بہت ہی خوبصورت لگ رہی تھی جب میں نے اسے دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا میں نے آج تک ایسی خوبصورت لڑکی نہیں دیکھی تھی وہ لڑکی جاتے ہوئے میرا سب کچھ اپنے ساتھ لے گئی میں نے اب اس لڑکی کو ڈھونڈ نا تھا مگر وہ مجھے نظر نہ آئی میرا کزن جو میری ہی عمر کا تھا تو اس نے کہا

یاسر یار جب سے ہم لوگ یہاں آئے ہیں تم کچھ کھوئے کھوئے ہوئے ہو کیا بات ہے مجھے نہیں بتاؤ گے۔

میں نے کہا یار کچھ نہیں سب ایسے ہی

اس نے کہا۔ یاسر میں تم کو اچھی طرح جانتا ہوں اب بتا دو کیوں نخرے دکھا رہے ہو

میں نے کہا۔ یار وہ لڑکی بہت ہی خوبصورت تھی اس نے کہا۔

کون لڑکی کس کی بات کر رہے ہو۔

میں نے کہا۔ ابھی کچھ لڑکیاں جو پھول لے کر آئی تھیں ان میں سے ایک لڑکی مجھے بہت اچھی لگی وہ بہت خوبصورت تھی مگر کافی دیر سے اسے ڈھونڈ رہا ہوں مگر وہ کہیں نظر نہیں آ رہی تو اس نے کہا کہ جناب کو پیار ہو گیا ہے۔

ہاں کچھ ایسا ہی سمجھ لو میں اسے ہمیشہ کے لیے اپنانا چاہتا ہوں ابھی ہم باتیں کر ہی رہے تھے کہ بھائی کا نکاح شروع ہو گیا نکاح کے بعد ہم سب نے بھائی کی نئی زندگی کی شروعات کے لیے دعا کی بھائی بہت خوش تھے ایک بات تو میں نا بھول گیا میرے بھائی کی لو میرج تھی بھائی بھابھی کو کالج میں ملا تھا دونوں نے اپنے اپنے گھروں میں بات کی اور شادی کی ڈیٹ فکس ہو گئی اس لیے بھائی بہت خوش تھے بھائی نے تو جیسے چاہا اسے پا لیا تھا مگر اب میری باری تھی مگر وہ کہیں غائب ہو گئی تھی میری بہن میرے پاس آئی۔

اس نے کہا۔ یاسر اسے کیوں بیٹھے ہو

میں اپنی بہن سے ہر بات شیئر کرتا تھا کیونکہ وہ میری بہن کم اور دوست زیادہ تھی میں نے اسے کچھ نہیں چھپایا سب کچھ اسے بتا دیا۔

اس نے کہا۔ بس اتنی سی بات ہے میں ابھی اس کے بارے میں انفارمیشن لیتی ہوں آپ پریشان نہ ہوں۔

میں نے کہا دیکھ لیتے ہیں جناب آپ کو بھی

وہ مسکرا کر اندر چلی گئی۔ تو میں بے چینی سے ادھر ادھر ٹہل رہا تھا میرے کزن نے کہا کہ یار تھوڑا صبر رکھ مطلب صبر کر کہہ گئی ہے نا انیلہ آدھے گھنٹے بعد آئی تو میں بھاگ کر اس کے پاس گیا۔

میں نے کہا کچھ پتہ چلا اس کے بارے میں کون ہے وہ کہاں رہتی ہے کیا کرتی ہے میں نے ایک ہی سانس میں کئی سوال کر دیئے۔

انیلہ نے کہا۔ اوفو بھائی صبر تو کرو بتاتی ہوں مگر مجھ میں صبر کہاں تھا۔

میں نے کہا۔ بتا بھی دو نہ پلیز میری پیاری بہن اس نے کہا۔

اچھا بتاتی ہوں۔ اس کا نام نوشین ہے اور وہ میٹرک میں پڑھتی ہے اکلوتی ہے اور آگے بھی تو بتاؤ پلیز انیلہ پلیز ایسے نہیں پہلے مجھے میرا کمیشن

تو دو میری جیب میں دو ہزار روپے تھے۔

میں نے سارے اس کے ہاتھ پر رکھ دیئے اور کہا کہ آگے بتاؤ پلیز اس نے کہا کہ وہ بھابھی کے ماموں کی بیٹی ہے۔

میں نے انیلہ سے کہا کسی طرح اسکا موبائل نمبر لا کر دو۔

اس نے کہا کہ کوشش کرتی ہوں یہ کہہ کر وہ اندر چلی گئی میں بہت خوش تھا کہ چلو اس کے بارے میں کچھ تو پتہ چلا۔

ہائے نوشین کتنا پیارا نام ہے میں تو پیار سے اس کو نوشی کہوں گا میرا کزن جو میرے پاس ہی کھڑا تھا بولا۔

او مجنوں کی اولاد دوٹی کھل گئی ہے مطلب کھانا شروع ہو گیا ہے میں بھی اپنے کزن کے ساتھ ہال میں چلا گیا بہت اچھا انتظام کیا ہوا تھا پیٹ بھر کے کھانا کھایا کھانے کے سے فارغ ہوئے تو میرے کزن نے کہا۔

یاسر چلو کہیں گھوم کے آتے ہیں

میں نے کہا کہ نہیں یار تھوڑی دیر میں بھائی کو اندر بلائیں گے تو میں اتنا اچھا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتا پلیز ناراض نہ ہونا اس نے کہا کہ یہ بات ہے تو جناب پھر ہم بھی آپ کے ساتھ جائیں گے اور دیکھتے ہیں کون سی حور پری ہے جس نے میرے یار کی عادتیں خراب کر دی ہیں میں مسکرانے لگا۔

اتنے میں بھائی کو اندر لے کر جانے کی باتیں ہونے لگیں ہم بھی دھیرے دھیرے بھائی کے ساتھ ہی اندر چلے گئے گھر میں کافی مہمان جمع تھے مگر میری نظریں تو صرف اسی کو ڈھونڈ رہی تھی بھائی کو بیٹھایا گیا اتنے میں بھابھی کو بھی لایا گیا ماشاءاللہ بھابھی بہت ہی پیاری تھی بھائی کی پسند کی داد دینی پڑے گی میں نے دل ہی دل میں کہا کہ جوڑی بہت ہی پیاری لگ رہی ہے میں نے بھائی اور بھابھی کی بہت سی تصویریں بنائیں ایک تصویر میں اس کی بھی بنانا چاہتا تھا مگر وہ نظر نہیں آئی میں ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ بھائی کی سالیاں دودھ پلائی کی رسم کرنے آ گئی میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں میری نظریں تو اس کے چہرے سے ہٹنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں میرے کزن نے کہا۔

یار یاسر سنبھال اپنے آپ کو یہ پھول تمہارے آنگن میں ضرور کھلے گا۔

بھائی کی سالیاں بھائی سے پیسوں کی ڈیمانڈ کر رہی تھیں ان میں وہ بھی شامل تھی اس کی آواز ایک کوئل جیسی تھی کس کس چیز کی تعریف کروں آپ بھی سوچ رہے ہوں گے کہ میں کہیں پاگل تو نہیں ہوں نہیں جناب نہیں ایسی بات نہیں ہے وہ سچ میں خوبصورت تھی وہ میری تعریف کی محتاج نہ تھی اس نے کہا۔

ہم نے تو دس ہزار لینے ہیں ایک روپیہ بھی کم نہیں لینا میں نے بھائی سے کہا۔

بھائی دے دیں نہ ویسے بھی خوبصورت لڑکیوں کو زیادہ پریشان نہیں کرتے۔

نوشین نے ایسے انداز میں میری طرف دیکھا کہ میں تو گرنے والا تھا میرے کزن نے مجھے پکڑا کہا۔

یاسر سنبھالو خود کو۔

نوشین یہ سب سن کر مسکرانے لگی ہائے ایسے لگ رہا تھا جیسے ہر سو پھول کھل اٹھے ہوں چڑیاں چہچہانے لگی ہوں خیر انہیں دس ہزار روپے دیئے اور جب وہ میرے پاس سے گزرنے لگی تو میں نے اس کی ایک تصویر بنا لی وہ گھبرا گئی کہ پتہ نہیں کیا ہو گا تمام رسمیں اچھے طریقے سے ہو گئی تو بھابھی کو لے جانے کی باری آ گئی تھی اپنی بہن انیلہ کو ڈھونڈ رہا تھا کہ اس سے پوچھوں کہ نوشین کا نمبر لیا۔

نہیں ابے یار کہاں چلی گئی یہ لڑکی انیلہ نے پیچھے مڑ کر مجھے ڈرا دیا میں بھی اچھا خاصا ڈر گیا تھا انیلہ نے کہا۔

بھائی ڈر گئے کیا۔

میں نے کہا ہاں اور نہیں تو کیا۔ اچھا یہ سب چھوڑو بتاؤ کام ہوا کہ نہیں۔

انیلہ نے کہا کون سا کام آپ۔۔ آپ نے کوئی کام کرنے کو کہا تھا۔

انیلہ کی بچی ٹھہر تو سہی میں تیری خبر لیتا ہوں میں نے اس کا کان پکڑ لیا اور کہا۔

اب یاد آیا کہ کون سا کام کہا تھا۔

اف اللہ میرا کان تو چھوڑو بہت درد ہو رہا ہے میں نے کہا۔

پہلے کام ہوا کہ نہیں۔

اس نے کہا ہو گیا ہے اب تو چھوڑ دو۔

یہ سب سن کر میری جان میں جان آئی میں نے کان چھوڑ دیا انیلہ نے کہا۔

بھائی آپ کتنے ظالم ہیں کوئی اپنی بہنوں کے ساتھ ایسے کرتا ہے کیا۔

میں نے کہا۔ سوری یار اب دے بھی دو نمبر اس کا یہ لو بڑی مشکل سے لے کر آئی ہوں اب سنبھالو۔

میں نے کہا۔ تھینک یو سو مچ تھینک یو۔

یہ سن کر انیلہ مسکرانے لگی اور کہا۔ اچھا اچھا ٹھیک ہے اتنا اوور ایکٹنگ مت کرو سمجھے میں بہت بہت خوش تھا کیونکہ قسمت میرا بھرپور ساتھ دے رہی تھی ہم بھابھی کو لے کر اپنے گھر آ گئے ہم نے بھابھی اک بہت اچھے طریقے سے استقبال کیا بھابھی کو اندر بٹھایا گیا تھا پانی وغیرہ پی لینے کے بعد سب کہنے لگے۔

یاسر تمہاری باری ہے۔

میں نے کہا۔ کیا مطلب کہا۔

اپنی بھابھی کا کیا کہتے ہیں اسے۔ گوڈا پکڑائی۔ یہ ہی کہتے ہیں ناں جو بھی کہتے ہیں وہ رسم کرنی ہے میں نے کہا۔

اچھا جی مگر بدلے میں ہمیں کیا ملے گا۔

بھابھی نے مسکرا کر کہا۔ جو تم کہو گے ملے گا

میں نے کہا ٹھیک ہے مجھے شرم آ رہی تھی میں ایسے ہی بھابھی کے پاس بیٹھ گیا۔ میں نے کہا کہ میں جو مانگوں گا ملے گا۔

بھابھی نے کہا۔ ہاں کوشش کروں گی۔

میں نے کہا ٹھیک ہے وقت آنے پر بتاؤں گا میں یہ کہہ کر اٹھ گیا سبھی حیران تھے کہ یاسر نے کوئی ڈیمانڈ نہیں کی تھی لیکن انہیں کیا پتہ تھا کہ میں ان سے کیا چیز مانگنے والا ہوں۔ صبح بھائی کا ولیمہ تھا سارے انتظام کی ذمے داری مجھ پر تھی میں نے سارے کاموں کی ذمہ داری اچھے طریقے سے سر انجام دی بھائی کے سسرال والے بھی آئے ہوئے تھے سب بڑی خوشی کی بات تھی کہ نوشین بھی ان کے ساتھ آئی ہوئی تھی نوشین نے بلیک کلر کا سوٹ پہنا ہوا تھا جو کہ اس پر کافی اچھا لگ رہا تھا خیر بھائی کا ولیمہ بھی اچھے طریقے سے ہو گیا تھا وہ لوگ واپس چلے گئے میں بہت [illegible]ن تھا کیونکہ نوشین پہلی بار ہمارے گھر آئی تھی۔

وہ آئے گھر ہمارے قسمت ہے ہماری
کبھی ہم ان کو دیکھتے ہیں کبھی اپنے گھر کو

بھائی کی شادی کو پانچ دن ہو گئے تھے مگر میں ایک لمحہ بھی نوشین کی یاد سے غافل نہ ہوا تھا مجھے ہر پل اس کی یاد تڑپا رہی تھی میں نے سوچا کہ یار کال کر کے دیکھتا ہوں میں نے نمبر ڈائل کیا پہلے تو اس نے کال کاٹ دی جس کا مجھ کو بہت افسوس ہوا تھا میں نے پھر کال کی اس بار اس نے پک کر لیا میں نے کہا۔

ہیلو اسلام علیکم۔ آگے سے بہت ہی پیاری آواز میں۔

جی وعلیکم اسلام۔ کون۔

میں نے کہا۔ میں آپ سے دوستی کرنا چاہتا ہوں تو اس نے کہا۔

جی آپ کون جو میں نے بہت مشکل سے آپ کا نمبر لیا ہے صرف آپ کی آواز سننے کے لیے مجھے بہت اچھی لگی ہو۔

اس نے کہا۔ جی میں آپ کو نہیں جانتی اور نہ ہی آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں پلیز مجھے تنگ نہ کریں مہربانی ہو گی آپ کی سمجھے وہ کال ڈراپ کرنے ہی والی تھی کہ میں نے کہا۔

پلیز میری بات سنیں۔

اس نے کہا جی فرمائیں کیا مسئلہ ہے تو ٹھیک ہے ایسا کرتے ہیں کہ آپ ایک ماہ مجھ سے بات کر لیں اس کے بعد فیصلہ کیجئے گا آپ کو کیا کرنا ہے پہلے تو اس نے انکار کر دیا جب میں نے زیادہ زور دیا تو اس نے ہامی بھر لی میں بہت خوش ہوا تھا اب تو میں روز اس سے فون پر بات کرتا اور اس سے سارے دن کی باتیں بھی شئیر کرتا وہ بھی میری ہی کال کا انتظار کرتی رہتی تھی۔

ایک دن اس نے کہا۔ میں نے آپ نے اپنے بارے میں کچھ بتایا ہی نہیں کہ آپ کون ہیں اور کہاں رہتے ہیں کیا کرتے ہیں۔

میں نے کہا۔ وقت آنے پر سب آپ کو پتہ چل جائے گا۔

اس نے کہا۔ ٹھیک ہے پھر کال ڈراپ ہو گئی اب تو نوشین کو چھوڑنے کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا لیکن دل میں یہ ڈر بھی تھا کہ اگر نوشین کو پتہ چلا کہ میں دھوکے سے اس سے بات کر رہا ہوں جانے کیا وہ میرے بارے میں سوچے گی پھر دل کے ایک کونے سے آواز آئی کہ یاسر تمہارا پیار تمہاری غلطیوں کو ایسے چھپا لے گا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو ہم لوگوں کو بات کرتے ہوئے ایک ماہ ہو چکا تھا آج نوشین کو بتانے کا وقت آ گیا تھا کہ میں کون ہوں نوشین بھی میری کال کا انتظار کر رہی تھی مجھے پتہ تھا کہ اگر میں نے کال کی تو اس کا پہلا سوال یہی ہو گا میں کون ہوں مگر مجھ میں اتنا حوصلہ نہیں تھا کہ میں اسے بتا سکوں شاید شاید نوشین کو کھونے کے ڈر سے کال کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔

انیلہ نے کہا۔ بھائی نوشین کو بتا دیں کہ آپ کون ہیں اور آپ اسے کتنا پیار کرتے ہو مجھے پوری امید ہے کہ وہ انکار نہیں کرے گی۔

پھر کیا تھا میں ڈرتے ڈرتے کال کی اور نے پہلی ہی رنگ پہ کال پک کر لی اور ایک ہی سانس میں کئی سوال کر ڈالے کہ کون ہو آپ اور کیوں مجھ سے بات کرتے ہو اور مجھ سے کیا چاہتے ہو میں تو پہلے ہی ڈرا ہوا تھا کہ پتہ نہیں کیا ہو گا پھر ہمت کر کے کہا۔

نوشین پہلے وعدہ کرو کہ آپ برا نہیں مانو گی

اور میری بات کو غور سے سنو گی۔

اس نے کہا۔ پلیز آپ بتا دیں مجھ سے اور صبر نہیں ہوتا۔

میں نے کہا اگر سننا چاہتی ہو تو سنو میں نے تم کو اپنے بھائی کی شادی میں دیکھا تھا میں نے جب آپ تو دل سے آواز آئی کہ یہی ہے وہ جو تیری زندگی میں محبت کے پھول کھلا سکتی ہے دیکھو نوشین میں آپ کو بہت بہت زیادہ پیار کرتا ہوں اس دن میں نے ایک آپ کی تصویر بھی بنائی تھی شاید آپ کو یاد نہیں اور آپ کو بہت غصہ آ گیا تھا اس دن سے لے کر آج تک میں اس تصویر کے سہارے زندگی گزار رہا ہوں بس آپ کو اس لیے نہیں بتایا کہ آپ پتہ نہیں کیا سوچو گی نوشین قسم لے لو اور ساتھ ہی یہ غزل بھی لکھی اس کو سنانے کے لیے۔

ایک پل بھی چین سے گزرا ہو تو قسم لے لو
سوائے یادوں کے کوئی سہارا ہو تو قسم لے لو
پہلے تو بات تھی کہ تم پر اپنا حق بتاتے تھے
اب خود پر بھی حق ہمارا ہو تو قسم لے لو
تم نے ہی تو کہا تھا کہ
تمہارے لبوں پہ صرف میرا نام ہو
اس کے بعد لیا ہو کسی کا نام تو قسم لے لو
تم کو چاہا ہے اتنا کہ بس تم ہی تم ہو
تیرے بعد کسی اور کو اتنا چاہا ہو تو قسم لے لو

نوشین میں اب آپ کو کھونا نہیں چاہتا میں آپ کو ہمیشہ کے لیے اپنانا چاہتا ہوں میں نے تو سب کچھ کہہ دیا تھا اب نوشین کے جواب کو انتظار تھا کہ پتہ نہیں اس کا کیا فیصلہ ہوتا ہے نوشین نے کہا یاسر آپ یاسر ہو نا آپ کو میں بتا نہیں سکتی کہ آج ان کے لبوں سے اپنا نام سن کو کتنا اچھا لگ رہا تھا جی میں یاسر ہوں نوشین نے کہا۔

آپ پہلے بتا دیتے تو مجھے اتنا انتظار نہ کرنا پڑتا یاسر سچ بات تو یہ ہے کہ میں بھی آپ کو بہت چاہتی ہوں جب سے آپ کو دیکھا ہے آپ کے بارے میں ہی سوچتی رہتی ہوں جب میں آپ سے بات کرتی تھی تو مجھے پتہ نہیں کیوں ایسے لگتا تھا کہ یاسر ہی ہے لیکن پھر دل کو سمجھا لیتی کہ شاید میرا وہم ہو گا یاسر میں بھی آپ سے بہت پیار کرتی ہوں اور میں اپنی باقی زندگی آپ کے نام کرتی ہوں پلیز مجھے اس دوراہے پر لا کر نہ چھوڑ دینا یہاں سے واپسی کا کوئی راستہ نہیں ہے اور میں پتہ نہیں کیا کر بیٹھوں گی۔

میں نے کہا۔ نوشین میں تم کو بتا نہیں سکتا کہ میں کتنا خوش ہوں اور میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں آپ کو کبھی بھی اکیلا نہیں چھوڑ سکتا ہمیشہ تمہارا ساتھ دوں گا۔

آگے سے وہ مسکرا دی ایسے ہی ہماری محبت کا چار سال کا عرصہ ہو گیا ان چار سالوں میں کئی بار نوشین سے ملا کئی قسمیں وعدے کیے گئے ایک دوسرے کو نہ چھوڑنے کا عہد کیا میں نے اب ہر حال میں نوشین کو حاصل کرنا تھا۔ ایک دن میں اپنا موبائل چارج پر لگا کر نہانے چلا گیا جب واپس آیا تو میرا موبائل بھابھی کے ہاتھ میں تھا میں یہ دیکھ کر گھبرا گیا کہ یاسر اب تیری خیر نہیں۔

میں نے کہا بھابھی کیا ہوا آپ موبائل میں کیا دیکھ رہی ہیں۔

بھابھی نے کہا۔ یاسر آپ کے موبائل میں نوشین کی تصویر کیا کر رہی ہے کیا چکر ہے مجھے ہیں بتاؤ گے۔

میں نے کہا۔ بھابھی آپ پہلے وعدہ کریں

کہ مجھے غلط نہیں سمجھو گی۔
بھابھی نے کہا۔ ٹھیک ہے اب بتاؤ گے کہ نہیں میں نے بھابھی کو ساری بات بتادی جسے سن کر بھابھی خاموش ہوگئی میں نے کہا کہ بھابھی آپ کو یاد ہوگا کہ مجھے کیا چاہئے تھا۔
بھابھی نے کہا مجھے یاد ہے۔
میں نے بھابھی سے کہا مجھے نوشین چاہئے میں اس سے بہت پیار کرتا ہوں اور اس کو ہر حال میں پانا چاہتا ہوں۔
بھابھی نے کہا۔ میں ماموں سے بات کروں گی۔
میں نے کہا ابھی نہیں جب میں کہوں گا تب بات کرنا آپ ان سے پہلے کسی کو بھی آپ مت بتائیے گا پلیز بھابھی نے کہا۔
ٹھیک ہے میں وعدہ کرتی ہوں کہ کسی سے اس بات کا ذکر نہیں کروں گی بس ایک بات کہوں گی کہ اس کا بہت خیال رکھنا کہ وہ بہت حساس ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ٹوٹ جائے ایک بات میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں اور نوشین کو تمہاری زندگی میں لانے کی پوری کوشش کروں گی بھابھی … اپنی چھوٹی سی بات میں سب کچھ کہہ دیا تھا … کا مجھے بھرپور ساتھ چاہئے تھا آج اس انسان کا ساتھ مجھے مل گیا تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ بھابھی میرا ساتھ ضرور دے گی میری پڑھائی کمپلیٹ ہو چکی تھی بس ایک اچھی جاب کی تلاش تھی وہ بھی مجھے … امید تھی کہ ضرور مل جائے گی۔
نوشین سے جب بھی بات کرتا تو نوشین کہتی کہ یاسر کتنا انتظار کرنا پڑے گا اب … میں بیٹھے بیٹھے بور ہو جاتی ہوں پلیز آپ اپنے گھر والوں کو بھیج دو رشتہ لینے کے لیے۔ تو میرا جواب یہی ہوتا کہ بس کچھ دن اور انتظار کرو پھر تو میں تم کو کہیں جانے بھی نہیں دوں گا وہ مسکرانے لگی۔
اب ہم ایک دوسرے سے بہت زیادہ دیر تک دور نہیں رہ سکتے تھے بس کچھ دن انتظار کرو میں تمہیں ہمیشہ کے لیے اپنی بنالوں گا نوشین مجھے ایک اچھی جگہ نوکری کی آفر ہوئی ہے میں تو میں نے تہہ دل سے ویلکم کہا ہے وہاں نوکری کرنی شروع کر دی نوکری ہو گئی میرے لیے اب تو نوشین کے گھر والوں کو بھی اعتراض نہ ہو گا اس رشتے سے نوکری کرتے ہوئے مجھے پانچ ماہ ہو گئے تھے۔ ایک دن میں صبح صبح سبھی گھر والے ناشتے کی ٹیبل پر موجود تھے تو بابا نے کہا۔
یاسر بیٹا تمہاری پڑھائی مکمل ہو گئی ہے اور تم اب نوکری بھی کرنے لگ گئے ہو اب ہم چاہتے ہیں کہ تم شادی کر لو اگر کوئی لڑکی تمہاری نظر میں ہے تو بتا دو ہم رشتے کی بات چلاتے ہیں۔
میں نے کہا۔ بابا جی آپ بڑے ہیں جو آپ بہتر سمجھیں گے میں نے بھابھی کو اشارہ کیا کہ اب جو بات کرنا تھا بھابھی نے کرنا تھا۔
بھابھی نے کہا۔ بابا اگر آپ لوگوں کو کوئی اعتراض نہ ہو تو ایک بات کہوں۔
بابا نے کہا۔ کہو بیٹا کیا بات ہے
بھابھی نے کہا۔ میرے ماموں کی بیٹی نوشین بھی اپنی پڑھائی مکمل کر چکی ہے ماشاء اللہ بہت پیاری ہے اور میری … بھی ہے اگر آپ مناسب سمجھیں تو ہمیں یاسر کے لیے نوشین کا ہاتھ مانگ لینا چاہئے۔
بابا نے کہا۔ ٹھیک ہے بیٹا ہم کل ہی جائیں گے تمہارے ماموں کے گھر رشتے کی بات کرنے

اور یاسر بیٹا تم کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے نہ اس رشتے سے میں نے کہا۔
بابا جی جو آپ کو ٹھیک لگے وہ کیجئے مجھے آپ کا ہر فیصلہ منظور ہے لیکن بابا کو کیا پتہ تھا کہ نوشین میرے لیے کیا ہے
بابا نے کہا کہ بیٹا بہت فرمانبردار ہے میری ہر بات مانتا ہے میں نے دل میں کہا کہ شکر ہے بابا کو یہ نہیں پتہ کہ میں اور نوشین پہلے ہی ایک دوسرے کو چاہتے ہیں میں بہت خوش تھا میں نے نوشین کو کال کر کے بتایا کہ صبح میرے گھر والے تمہارے گھر آرہے ہیں رشتے کی بات کرنے تو نوشین کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا وہ بھی میری طرح بہت خوش تھی بھابھی نے رات کو ہی اپنے ماموں کو کال کر کے بتا دیا تھا کہ ہم لوگ صبح آرہے ہیں صبح بھائی بھابھی بابا اور میری پیاری امی میرے لیے لڑکی دیکھنے گئے نوشین کے گھر والوں نے بہت آؤ بھگت کی اچھے طریقے سے ملے جب نوشین کو لایا گیا تو میرے گھر والوں نے فوری طور پر اسے پسند کر لیا اور نوشین کے گھر والوں کو بھی کوئی انکار نہ تھا نوشین نے بھی مجھے کال کر کے بتا دیا کہ میرے گھر والوں نے ہاں کر دی ہے میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی تھی آج میرا پیار میرا ہونے جا رہا تھا نوشین بھی بہت خوش اس طرح ہی نوشین نومبر کی پچیس تاریخ کو ہمیشہ کے لیے میری ہو گئی۔ اب مجھے کسی چیز کی کمی نہیں ہے نوشین میرا بہت خیال رکھتی ہے اللہ نے مجھے ایک چاند سا بیٹا بھی دیا ہے جس کے آنے سے ہماری زندگی میں جو کمی تھی وہ بھی پوری ہو گئی ہے۔
اب زندگی سے کوئی شکایت نہیں ہے کیونکہ میں نے جسے چاہا اسے پا لیا ہے ہم دونوں بہت خوشحال زندگی گزر رہے ہیں اور خدا تعالیٰ سے یہی دعا ہے کہ ہماری خوشیوں کو کسی کی نظر نہ لگے۔
قارئین یہ تھی یاسر کی کہانی جواب اپنی زندگی میں بہت خوش ہے آپ پڑھ کر بتائیے گا کہ کیسی لگی میں اس کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں آخر میں اپنے تمام چاہنے والوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے میری اتنی حوصلہ افزائی کی ہے میری کاوشوں کو سراہا آگے بھی امید کرتا ہوں کہ آپ ایسے ہی میرا ساتھ دیتے رہیں تو میں اپنے جواب عرض کی محفل میں شرکت کرتا رہوں۔

انسان اور رحمٰن

زندگی میں ننانویں بار اچھے کام کرو مگر ایک کام غلط کرنے سے لوگ تمہیں برا کہیں گے اس کو انسان کہتے ہیں اور اگر تم ننانویں برے کام کرو اور ایک اچھا تو اپنے رب سے معافی مانگ لو تو تمہارا رب تمہیں تمہارے ننانویں برے کام بھلا کے ایک کے بدلے معاف کر دے گا بے شک اسے رحمٰن کہتے ہیں

مریز بشیر گوندل

ہم کہانی تھے

اک شخص نے ایک خوب صورت محل کو دیکھ کر ایک بزرگ سے پوچھا کہ ان کا مقدر لکھا جا رہا تھا تو ہم کہاں تھے
بزرگ اسے ہسپتال لے گئے اور کہا کہ … ان مریضوں کے مقدر میں بیماری لکھی جا رہی تھی تو ہم کہاں تھے

حماد ظفر بادی

21۔ آزادی کا ایک لمحہ غلامی کے ہزار سال سے بہتر ہے
22۔ محفل میں ایسی بات نہ کرو جس کے بعد میں تمہیں ندامت ہو



سحر ہونے کو ہے

تحریر۔۔زاہد ملک۔جام پورا راجن پور۔۔

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ اور اللہ سے دعا ہے کہ جواب عرض کی پوری ٹیم کو اپنے حفظ وایمان میں رکھے اور دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین آپ سب کا بے حد شکریہ آپ نے میری تحریروں کو پسند کیا اور میری حوصلہ افزائی کی جزاک اللہ۔آپ کی پزیرائی نے حوصلہ بڑھایا تو ایک اور کہانی کیساتھ حاضر خدمت ہو رہی ہوں میں نے اس کہانی کا نام میری ہمدم میری دوست رکھا ہے اگر آپ چاہیں تو اسے تبدیل بھی کر سکتے ہیں۔

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

وہ سفید پھولوں سی ایک دعا
میرے ساتھ ساتھ رہی سدا
یہ اسی کا فیض ہے یارو
میں بکھر بکھر کے سنور گیا

انسان بھٹکتا ہے تو بھٹکتا ہی چلا جاتا ہے جب اسے غلط درست کی پہچان نہیں ہوتی جو اس کا دل چاہتا ہے وہ وہی کرتا ہے وہ یہ بھول جاتا ہے کہ اسے جنم دینے والی ماں اور باپ کے اس پر حقوق ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کو پیدا کیا اک لمحہ انسان کی زندگی میں ایسا آتا ہے کہ جب اسے اللہ پاک اپنی طرف آنے والے راستے دکھاتا ہے میری زندگی میں بھی وہی لمحہ آیا لیکن کب۔

میری کہانی میرے دوست کی زبانی سنیئے

میرا نام یاسر عرفات ہے جب سے میں نے ہوش سنبھالا تو خود کو ایک غریب گھرانے میں پایا۔میرا والد ایک غیر آدمی تھا میرے والد کی ہمارے قصبے میں ایک چھوٹی سی دکان تھی جس سے ہمارا گھر چلتا تھا جب میں پانچ سال کا ہوا تو میرا داخلہ مقامی سکول میں کرایا گیا تھا میں بہت خوش تھا کیونکہ میں بھی دوسرے بچوں کی طرح سکول جانے لگا تھا مگر مجھے پتہ نہیں تھا کہ تقدیر آگے چل کر کیا کھیل کھلاتی ہے خیر یہ تو بعد کی باتیں ہیں پرائمری سکول میں میرا دوست بنا جس کا نام حسن تھا اتفاق سے وہ بھی ہمارے محلے میں رہتا تھا ہم اکھٹے سکول جاتے تھے اور کھیلتے پڑھتے ساتھ تھے اس کے ابو سرکاری ملازم تھے۔جب ہم مڈل میں پہنچے تو بہت خوشی ہوئی کیونکہ وہاں استاد نئے تھے اور کچھ لڑکے بھی نئے تھے دن گزرتے گئے۔

ایک دن اس نے بتایا کہ وہ اپنی فیملی کے ساتھ ملتان شفٹ ہو رہے ہیں سن کر مجھے تھوڑی سی خوشی ہوئی اور تھوڑا سا دکھ ہوا کیونکہ وہ میرا

بہترین دوست تھا اور مجھے چھوڑ کر جا رہا تھا اگلے دن انہیں ہمارے قصبے سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جانا تھا جس دن انہیں جانا تھا میں اس دن بہت اداس تھا اور صبح صبح بنا ناشتہ کیے ان کے گھر چلا گیا میرا دل کہہ رہا تھا کہ میں اسے روک لوں وہ بھی میری طرح اداس تھا مگر اس کی بھی مجبوری تھی وہ اپنی فیملی کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا اس نے مجھے اپنا نمبر دیا اور مجھے گلے لگا کر کہا۔

مجھے فون ضرور کرنا مگر میرے پاس موبائل نہیں تھا خیر میں نے اسے وعدہ کیا کہ اسے پی سی او سے ضرور فون کروں گا پھر میں اسے بس سٹاپ پر چھوڑنے کے لیے گیا ہم ایک دوسرے سے دوبارہ گلے ملے پھر وہ چلا گیا تب تک وہاں کھڑا رہا تھا جب تک وہ لوگ نظروں سے اوجھل نہیں ہو گئے تھے۔

میں آ گیا اور سارا دن ان کے بارے میں سوچتا رہا اور کھانا برائے نام کھایا پھر رات کو عشاء کی نماز ادا کی اور ان کی خیریت و عافیت کی دعا مانگی پھر دن ایسے ہی گزرتے گئے میں اسے پی سی او سے کال کرتا تھا پھر ہم ایک دوسرے سے ہر بات شیئر کرتے تھے پھر وہ دن بھی آ گیا جب ہمارا میٹرک کا رزلٹ آ گیا تھا آج اس سے بچھڑے تین سال ہو گئے تھے میں سکول گیا سب بچے بہت خوش تھے اور بے چین بھی آخر کار انتظار ختم ہوا اور استاد صاحب ہمارے کمرے میں داخل ہوئے میرے چہرے پر عجیب قسم کی اداسی چھائی ہوئی تھی۔ پھر رزلٹ آؤٹ ہوا اور استاد نے مجھے بلا کر گلے لگایا اور بتایا کہ تم فرسٹ آئے ہو یہ سن کر میں بہت خوش ہوا اور خوشی اپنے دوست حسن کو پی سی او پر کال کرنے چلا گیا نمبر ملایا مگر اس کا نمبر آف تھا میں بہت پریشان ہوا تھوڑی دیر بعد دوبارہ ملایا مگر بے سود میرے چہرے پر اداسی چھا گئی اور میں بوجھل قدموں کے ساتھ گھر چلا آیا میرے امی ابو بے چینی سے میرا انتظار کر رہے تھے انہوں نے رزلٹ کا پوچھا میں بتانے ہی والا تھا کہ میرے استاد محترم ہاتھوں میں مٹھائی کا ڈبہ لیے ہمارے گھر آ گئے انہوں نے میرے امی ابو کو مبارکباد دی اور بتایا۔

میں فرسٹ آیا ہوں وہ بہت خوش ہوئے میرے استاد نے میرے ابو کو گلے لگا کر مٹھائی کھلائی میری امی نے مجھے دیکھا اور پوچھا بیٹا تمہیں تو خوش ہونا چاہئے تھا تم پریشان کیوں ہو میں نے انہیں بتایا کہا۔

حسن میرا فون نہیں اٹھا رہا ہے میرے استاد نے اپنا موبائل دیا اور کہا۔

دوبارہ کال کر کے دیکھ لو۔

میں نے دوبارہ ٹرائی کی تو اس کا نمبر آن تھا میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ وہ اپنا رزلٹ پتہ کرنے گیا ہوا تھا وہ کافی اچھے نمبروں سے پاس ہو گیا تھا اس کے پوچھنے پر میں نے اپنا رزلٹ بتایا پھر ہم نے ایک دوسرے کو مبارکباد کی اور چند دوسری باتیں کر کے فون کاٹ دیا اور استاد صاحب کو واپس کر دیا پھر وہ فون لے کر واپس چلے۔

مجھے پڑھنے کا بہت شوق تھا اور میں آگے ایف ایس سی کرنا چاہتا تھا مگر میرے ابو کے پاس خرچہ نہیں تھا اور انہوں نے کہا کہ ہماری مالی حالت بہت کمزور ہے اور میں آگے تمہارا خرچہ نہیں اٹھا سکتا میری بھی خواہش ہے تم آگے پڑھو مگر ہم غریب لوگ کیا کر سکتے ہیں۔

میں دن بھر سوچتا رہا کہ کیا کیا جائے پھر اچانک مجھے حسن کا خیال آیا میں اٹھا اور پی سی او پر اسے فون کرنے چلا گیا اور اسے اپنی صورتحال سے آگاہ کیا اس نے کہا۔

تم ہمت نہ ہارو میں تمہارے ساتھ ہوں بتاؤ میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں میں نے کہا کہ یار میرے لیے کوئی کام ڈھونڈ دو میں کام کے ساتھ ساتھ پڑھائی بھی کروں گا اس نے سوچتے ہوئے کہا میں کوشش کرتا ہوں۔۔

دو دن بعد میں نے اسے پوچھا تو کہنے لگا کہ ایک ہوٹل میں بیرے کی نوکری چل سکتی ہے تنخواہ پانچ ہزار ہے اور کھانا پینا فری ہے اور رہائش بھی فری ہے یہ سن کر میں بہت خوش ہوا اور گھر آ کر امی ابو کو یہ بتایا وہ بھی بہت خوش ہوئے اور اداس بھی وہ اس لیے کہ میں ان کا اکلوتا بیٹا تھا اور دور جا رہا تھا اور خوش اس لیے کہ میں پڑھائی بھی کر سکتا تھا وہ مجھے خوش دیکھنا چاہتے تھے اس لیے انہوں نے مجھے بجھے دل سے اجازت دے دی میں نے پیکنگ کی اور سو گیا میں بہت خوش تھا کہ تین سال بعد میں اپنے دوست سے ملنے جا رہا تھا صبح اٹھا اور نماز ادا کر کے میں نے اللہ سے بہتر مستقبل کی دعا کی میں گھر آیا نہا دھو کر کپڑے بدلے اور جانے کے لیے تیار ہو گیا امی نے میرا ناشتہ پہلے ہی تیار کر لیا تھا میں نے ناشتہ کیا اور امی سے دعا میں لے کر ابو کے ساتھ بس سٹاپ پر چلا گیا چند گھنٹوں بعد میں ملتان لاری اڈے پر پہنچا اور وہاں پر اتر کر میں ادھر ادھر حسن کو تلاش کرنے لگا اچانک وہ میرے سامنے سے آتا ہوا دکھائی دیا میں اسے دیکھ کر کہیں کھو سا گیا تھا اور اپنا بچپن یاد آ گیا وہ ان تین سالوں میں کافی بدل گیا تھا ہم دونوں ایک دوسرے سے مل کر بہت خوش ہوئے اور وہ مجھے لے کر اپنے گھر آ گیا۔

اس کا گھر بہت بڑا تھا اس نے گیسٹ روم میں ٹھہرایا اور اندر چلا گیا میں کافی تھک چکا تھا اس لیے میں فریش ہونے کے لیے واش روم میں گھس گیا جب نہا کر باہر آیا تو حسن کھانا لے آیا تھا اور ہم دونوں نے مل کر کھانا کھایا پھر وہ چلا گیا اور میں سو گیا کیونکہ صبح جلدی اٹھنا تھا کام پر جانا تھا صبح میں اس کے آنے سے پہلے ہی تیار ہو گیا تھا وہ آیا ہم نے ناشتہ کیا اور اسی ہوٹل چلے گئے جہاں مجھے کام ملا تھا اس نے ہوٹل کے مالک سے مجھے ملوایا ہوٹل کے مالک نے مجھے کام سمجھا دیا اور حسن گھر چلا گیا تھا اس نے مجھے کہا کہ میں ملنے آتا رہوں گا پھر میں اپنے کام پر لگ گیا اور کام کرنے لگا۔

شام کو حسن کے ساتھ کسی ٹیچر کے پاس گیا جسے وہ جانتا تھا اور ایڈمیشن کروا دیا اس کی فیس تین ہزار تھی میں بہت خوش ہوا میں کتابیں خرید کر ہوٹل میں واپس آ گیا اور کھانا کھا کے سو گیا صبح اٹھا چھ بجے میں نے نماز پڑھی اور کام پہ لگ گیا صبح صبح ایک لڑکی ہوٹل پر کچھ لینے کے لیے آئی اسے جو چاہئے تھا وہ آرڈر کیا اور مجھے باہر لانے کو کہا وہ اپنی گاڑی میں بیٹھی تھی میں اس کا آرڈر کیا ہوا سامان لے گیا وہ مجھے بڑے ہی پیار سے دیکھ رہی تھی میں اس کا سامان دے کر واپس آ رہا تھا کہ اس نے مجھے پیچھے سے پکارا۔ او۔ ہیلو۔

ہاں جی کیا مسئلہ ہے میں نے پیچھے مڑ کر کہا تم یہاں کتنے عرصے سے کام کرتے ہو میں نے تمہیں پہلے تو کبھی نہیں دیکھا اس نے پوچھا میں نے کہا جی میں بس مجھے یہاں آئے ہوئے دوسرا دن ہے اس نے کہا۔

او۔ تمہارا نام کیا ہے۔

میں نے بتایا میرا نام یاسر ہے

اس نے پوچھا رہتے کہاں ہو۔

میں نے بتایا کہ میں ملتان سے کچھ گھنٹے دور کا سفر ہے ایک چھوٹے سے گاؤں میں رہتا ہوں

اس نے پوچھا کہ تمہارے ابو کیا کرتے ہیں

میں نے بتایا ہماری ایک چھوٹی سی دکان ہے اسی سے ہمارا خرچہ چلتا ہے اس کے بعد وہ چپ ہوگئی میں نے اس آہستگی سے پوچھا۔

اگر آپ برا نہ مانیں تو میں آپ سے ایک بات کہوں۔

اس نے کہا بولو۔

میں نے پوچھا آپ کا کیا نام ہے

اس نے مسکراتے ہوئے کہا میرا نام نایاب ہے اور یہیں پاس ہی میں رہتی ہوں آپ کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا تو سوچا کہ تھوڑا سا انٹروڈکشن کرلوں خیر اب میں چلتی ہوں پھر ملیں گے۔

پھر وہ مجھے اللہ حافظ کہہ کر چلی گئی وہ مجھے پہلی ہی ملاقات میں اچھی لگی تھی کیونکہ وہ بہت خوبصورت تھی خیر پھر میں کام کرنا شروع کر دیا اور حسب معمول چینج کر کے ٹیوشن کے لیے نکلا اور پھر واپس آ کے سو گیا اگلی صبح وہ نہیں آئی تھی میں نے حسب معمول کام کیا اور ٹیوشن کے لیے نکل گیا میں ہوٹل سے تھوڑی دور ہی پہنچا تھا کہ کسی نے ہارن کی آواز سے مجھے روکا میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا وہی لڑکی گاڑی پر بیٹھی تھی۔

اس نے کہا بڑی جلدی میں نواب صاحب خیر تو ہے کہاں جا رہے ہو کتابوں کے ساتھ

میں نے کہا ٹیوشن پڑھنے جا رہا ہوں

اس نے کہا اچھا چلو میں تمہیں ڈراپ کر دیتی ہوں۔

میں نے کہا جی نہیں میں چلا جاؤں گا آپ کا شکریہ پر وہ زور دینے لگی پھر میں کچھ سوچ کر بیٹھ گیا اس نے کہا۔

آگے آ کر بیٹھو میں تمہاری ڈرائیور نہیں ہوں

پھر میں آگے چلا گیا میرے چار سو بہار چھا گئی تھی حالانکہ بہار نہیں تھی مجھے بے ساختہ ایک شعر یاد آیا

گلوں کھلنے پر ہی منحصر ہے محسن
ملے وہ جس میں وہی ہے بہار کا موسم

میں نے پوچھا کیا۔

ایسے بیٹھے ہو کچھ بولو نا۔

میں نے کہا ہاں وہ آپ کے پاپا کیا کرتے ہیں

اس نے کہا وہ اس دنیا میں نہیں ہیں

میں نے کہا او سوری اینڈ ماما

اس نے کہا ہاؤس وائف ہیں میرا ایک بھائی ہے جو بیرون ملک رہتا ہے وہاں جاب کرتا ہے اس لیے ہم کافی امیر ہیں۔

اتنے میں میرا اسٹاپ آگیا میں اترنے ہی والا تھا کہ اس نے کہا کہ کیا تم مجھ سے دوستی کرو گے یہ کہہ کر اس نے ہاتھ بڑھایا میں نے بنا سوچے سمجھے ہاتھ بڑھا دیا اس طرح ہی ہماری دوستی ہوگئی اور میں اپنے آپ کو خوش قسمت انسان سمجھنے لگا مگر مجھے کیا پتہ تھا کہ یہی خوش قسمتی میرے لیے بدقسمتی بن جائے گی۔

خیر دن گزرتے رہے اور ہماری دوستی بڑھتی رہی میں نے اس بات کو حسن کو بھی نہیں بتایا حالانکہ وہ میرا سب سے اچھا دوست تھا۔ پتہ ہی نہیں چلا کب اسے مجھ سے اور مجھے اسے سے پیار ہو گیا میرا ہر وقت اس کی طرف ہی دھیان ہوتا جس وجہ سے میں اچھی پڑھائی بھی نہ کر پا رہا تھا میں ہر وقت اس کے بارے میں ہی سوچتا رہتا تھا اس نے مجھے ایک موبائل دیا جس کی وجہ سے ہم زیادہ تر رابطے میں رہتے تھے۔

اب میرا مسئلہ یہ تھا کہ میرا دھیان پڑھائی میں کم اور نایاب میں زیادہ رہنے لگا تھا ہر وقت اس سے بات کرنا اور ٹیوشن پہ نہ جانا میرا روز کا معمول بن گیا تھا اتنے میں میرے پیپر قریب آ گئے میں پریشان ہو گیا تھا کیونکہ میری تیاری اتنی اچھی نہیں تھی لیکن جیسے تیسے کر کے میں نے پیپر دیئے اس دوران میں اس سے مل نہیں سکا کیونکہ مصروف رہتا تھا وہ بھی جانتی تھی کہ میرے پیپر ہیں جلدی ہی میرے ایگزام ختم ہو گئے اور میری وہی پرانی روٹین بن گئی پھر سے ہم دونوں روز ملنے لگے اس دن میں صبح سے بہت پریشان تھا کیونکہ میرے امی ابو یاد آ رہے تھے نایاب نے مجھے میری پریشانی کا سبب پوچھا تو میں اسے بتا دیا کہ مجھے میرے امی ابو سے ملنے جانا ہے۔

یہ سن کر وہ تھوڑی پریشان ہو گئی ہم دونوں پہلی بار جدا ہوئے تھے مگر مجھے اس نے تسلی دی کہ ہم دونوں فون پر بات کیا کریں گے اور جلدی تم لوٹ آنا میں نے ہوٹل کے مالک سے چھٹی کے لیے بات کی تو انہوں نے مجھے ایک ہفتے کی چھٹی دے دی میں حسن سے ملا اور اسے جانے کا بتایا تو وہ مجھے بس سٹاپ پر چھوڑنے میرے ساتھ چلا آیا مگر نایاب کو میں نے خود ہی روک دیا تھا وہاں جاتے وقت میرا دل بہت ہی پریشان تھا جانے کیوں مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ کچھ برا ہونے والا ہے خیر میں اپنے گھر آ گیا امی ابو مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے ہوتے کیوں اتنے دنوں بعد میں ان سے ملا تھا اپنے کمرے میں آیا اور آتے ہی سو گیا تھا پھر شام کو میری آنکھ کھلی تو مجھے نایاب کی یاد آئی کہ اسے تو میں نے خیریت سے پہنچنے کی اطلاع بھی نہیں دی میں نے فون کرنے کے لیے جیب میں ہاتھ ڈالا تو میرا موبائل نہیں تھا میں بہت حیران پریشان ہوا میں نے اپنا سارا سامان کھولا ایک ایک چیز کھولی پر وہ ہوتا تو ملتا میں نے یاد کیا آخر کہاں وہ گر گیا ہوگا کہیں بس میں چوری نہ ہو گیا ہو خیر میرے پاس اس کی ایک تصویر تھی میں اس سے باتیں کرنے لگا اور ہفتہ گزرنے کا انتظار کرنے لگا میں ایک دوبارہ پی سی او سے اس کے موبائل پر کانٹیکٹ کیا تھا مگر بے سود آخر کار ہفتہ گزر ہی گیا اور میں واپس جانے لگا تو میری امی رونے لگی کہ اتنے دنوں بعد آئے ہو جانے بھی لگے ہمیں ابھی تمہیں جانے نہیں دینا مگر میں نایاب سے جلدی سے جلدی ملنا چاہتا تھا میں نے کچھ اور دن رہنے کا ارادہ کر لیا اتنے میں دو مہینے گزر گئے دو مہینوں کا ایک ایک لمحہ مجھ پر بھاری تھا آخر کار وہ دن بھی آ گیا جب دوبارہ ملتان کے لیے روانہ ہوا تھا اور ہوٹل پہنچ گیا ہوٹل کے مالک اتنے دنوں بعد آنے کی وجہ پوچھی تو میں نے بتایا کہ میرے ابو کی طبیعت خراب تھی۔

میں جلد سے جلد نایاب سے ملنا چاہتا تھا میں نے ہوٹل سے فون کیا تو وہ بند تھا پھر میں حسن سے مل کر اسے بتانے کا ارادہ کیا میں اسے فون کیا اور ملنے کا کہا اس نے کہا۔

وہ اپنے کزن کی شادی میں ہے اور مجھے بھی وہی آنے کا کہا۔ میں اس کے بتائے ہوئے ایڈریس پر چلا گیا تو شادی ہال کے دروازے پر میرا انتظار کر رہا تھا میں اس کے گلے ملا اور ہم دونوں اندر چلے گئے اندر جا کر تو میری دنیا ہی

او۔ تمہارا نام کیا ہے۔
میں نے بتایا میرا نام یاسر ہے
اس نے پوچھا رہتے کہاں ہو۔
میں نے بتایا کہ میں ملتان سے کچھ گھنٹے دور کا سفر ہے ایک چھوٹے سے گاؤں میں رہتا ہوں
اس نے پوچھا کہ تمہارے ابو کیا کرتے ہیں
میں نے بتایا ہماری ایک چھوٹی سی دکان ہے اسی سے ہمارا خرچہ چلتا ہے اس کے بعد وہ چپ ہوگئی میں نے اس آہستگی سے پوچھا۔
اگر آپ برا نہ مانیں تو میں آپ سے ایک بات کہوں۔
اس نے کہا بولو۔
میں نے پوچھا آپ کا کیا نام ہے
اس نے مسکراتے ہوئے کہا میرا نام نایاب ہے اور یہی پاس ہی میں رہتی ہوں آپ کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا تو سوچا کہ تھوڑا سا انٹروڈکشن کرلوں خیر اب میں چلتی ہوں پھر ملیں گے۔
پھر وہ مجھے اللہ حافظ کہہ کر چلی گئی وہ مجھے پہلی ہی ملاقات میں اچھی لگی تھی کیونکہ وہ بہت خوبصورت تھی خیر چھیبر میں کام کرنا شروع کر دیا اور حسب معمول چینج کر کے ٹیوشن کے لیے نکلا اور پھر واپس آ کے سو گیا اگلی صبح وہ نہیں آئی تھی میں نے حسب معمول کام کیا اور ٹیوشن کے لیے نکل گیا میں ہوٹل سے تھوڑی دور ہی پہنچا تھا کہ کسی نے ہارن کی آواز سے مجھے روکا میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا وہی لڑکی گاڑی پر بیٹھی تھی۔
اس نے کہا بڑی جلدی میں نواب صاحب خیر تو ہے کہاں جا رہے ہو کتابوں کے ساتھ
میں نے کہا ٹیوشن پڑھنے جا رہا ہوں
اس نے کہا اچھا چلو میں تمہیں ڈراپ کر دیتی ہوں۔
میں نے کہا جی نہیں میں چلا جاؤں گا آپ کا شکریہ پر وہ زور دینے لگی پھر میں کچھ سوچ کر بیٹھ گیا اس نے کہا۔
آگے آ کر بیٹھو میں تمہاری ڈرائیور نہیں ہوں
پھر میں آگے چلا گیا میرے چار سو بہار چھا گئی تھی حالانکہ بہار نہیں تھی مجھے بے ساختہ ایک شعر یاد آیا

گلوں کھلنے پر ہی منحصر ہے محسن
ملے وہ جس میں وہی ہے بہار کا موسم

میں نے پوچھا کیا۔
ایسے بیٹھے ہو کچھ بولو نا۔
میں نے کہا ہاں وہ آپ کے پاپا کیا کرتے ہیں
اس نے کہا وہ اس دنیا میں نہیں ہیں
میں نے کہا او سوری اینڈ ماما
اس نے کہا ہاؤس وائف ہیں میرا ایک بھائی ہے جو بیرون ملک رہتا ہے وہاں جاب کرتا ہے اس لیے ہم کافی امیر ہیں۔
اتنے میں میرا سٹاپ آ گیا میں اتنے ہی والا تھا کہ اس نے کہا کہ کیا تم مجھ سے دوستی کرو گے یہ کہہ کر اس نے ہاتھ بڑھایا میں نے بنا سوچے سمجھے ہاتھ بڑھا دیا اس طرح ہی ہماری دوستی ہو گئی اور میں اپنے آپ کو خوش قسمت انسان سمجھنے لگا مگر مجھے کیا پتہ تھا کہ یہی خوش قسمتی میرے لیے بدقسمتی بن جائے گی۔
خیر دن گزرتے رہے اور ہماری دوستی بڑھتی رہی میں نے اس بات کو حسن کو بھی نہیں بتایا حالانکہ وہ میرا سب سے اچھا دوست تھا۔ پتہ ہی نہیں چلا کب اسے مجھ سے اور مجھے اسے سے پیار ہو گیا میرا ہر وقت اس کی طرف ہی دھیان ہوتا جس وجہ سے میں اچھی پڑھائی بھی نہ کر پا رہا تھا میں ہر وقت اس کے بارے میں ہی سوچتا رہتا تھا اس نے مجھے ایک موبائل دیا جس کی وجہ سے ہم زیادہ تر رابطے میں رہتے تھے۔

تر ہمر......نے کو ہے

اب میرا مسئلہ یہ تھا کہ میرا دھیان پڑھائی میں کم اور نایاب میں زیادہ رہنے لگا تھا ہر وقت اس سے بات کرنا اور ٹیوشن پہ نہ جانا میرا روز کا معمول بن گیا تھا اتنے میں میرے پیپر قریب آ گئے میں پریشان ہو گیا تھا کیونکہ میری تیاری اتنی اچھی نہیں تھی لیکن جیسے تیسے کر کے میں نے پیپر دیئے اس دوران میں اس سے مل نہیں سکا کیونکہ مصروف رہتا تھا وہ بھی جانتی تھی کہ میرے پیپر ہیں جلدی ہی میرے ایگزام ختم ہو گئے اور میری وہی پرانی روٹین بن گئی پھر سے ہم دونوں روز ملنے لگے اس دن میں صبح سے بہت پریشان تھا کیونکہ میرے امی ابو یاد آ رہے تھے نایاب نے مجھے میری پریشانی کا سبب پوچھا تو میں اسے بتا دیا کہ مجھے میرے امی ابو سے ملنے جانا ہے۔
یہ سن کر وہ تھوڑی پریشان ہو گئی ہم دونوں پہلی بار جدا ہوئے تھے مگر مجھے اس نے تسلی دی کہ ہم دونوں فون پر بات کیا کریں گے اور جلدی تم لوٹ آنا میں نے ہوٹل کے مالک سے چھٹی کے لیے بات کی تو انہوں نے مجھے ایک ہفتے کی چھٹی دے دی میں حسن سے ملا اور اسے جانے کا بتایا تو وہ مجھے بس سٹاپ پر چھوڑنے میرے ساتھ چلا آیا مگر نایاب کو میں نے خود ہی روک دیا تھا وہاں جاتے وقت میرا دل بہت ہی پریشان تھا جانے کیوں مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ کچھ برا ہونے والا ہے خیر میں اپنے گھر آ گیا امی ابو مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے ہوتے کیوں اتنے دنوں بعد میں ان سے ملا تھا اپنے کمرے میں آیا اور آتے ہی سو گیا تھا پھر شام کو میری آنکھ کھلی تو مجھے نایاب کی یاد آئی کہ اسے تو میں نے خیریت سے پہنچنے کی اطلاع بھی نہیں دی میں نے فون کرنے کے لیے جیب میں ہاتھ ڈالا تو میرا موبائل نہیں تھا میں بہت حیران پریشان ہوا میں نے اپنا سارا سامان کھولا ایک ایک چیز کھولی پر وہ ہوتا تو ملتا میں نے یاد کیا آخر کہاں وہ گر گیا ہو گا کہیں بس میں چوری نہ ہو گیا ہو خیر میرے پاس اس کی ایک تصویر تھی میں اس اسے باتیں کرنے لگا اور ہفتہ گزرنے کا انتظار کرنے لگا میں ایک دوبارہ پی سی او سے اس کے موبائل پر کانٹیکٹ کیا تھا مگر بے سود آخر کار ہفتہ گزر ہی گیا اور میں واپس جانے لگا تو میری امی رونے لگی کہ اتنے دنوں بعد آئے ہو جانے بھی لگے ہمیں ابھی تمہیں جانے نہیں دینا مگر میں نایاب سے جلدی سے جلدی ملنا چاہتا تھا میں نے کچھ اور دن رہنے کا ارادہ کر لیا اتنے میں دو مہینے گزر گئے دو مہینوں کا ایک ایک لمحہ مجھ پر بھاری تھا آخر کار وہ دن بھی آ گیا جب دوبارہ ملتان کے لیے روانہ ہوا تھا اور ہوٹل پہنچ گیا ہوٹل کے مالک اتنے دنوں بعد آنے کی وجہ پوچھی تو میں نے بتایا کہ میرے ابو کی طبیعت خراب تھی۔
میں جلد سے جلد نایاب سے ملنا چاہتا تھا میں نے ہوٹل سے فون کیا تو وہ بند تھا پھر میں حسن سے مل کر اسے بتانے کا ارادہ کیا میں اسے فون کیا اور ملنے کا کہا اس نے کہا۔
وہ اپنے کزن کی شادی میں ہے اور مجھے بھی وہی آنے کا کہا۔ میں اس کے بتائے ہوئے ایڈریس پر چلا گیا تو شادی ہال کے دروازے پر میرا انتظار کر رہا تھا میں اس کے گلے ملا اور ہم دونوں اندر چلے گئے اندر جا کر تو میری دنیا ہی

بکھرنے کو ہے

برباد ہو چکی تھی مجھے ایسا لگا جیسے شادی ہال کی عمارت میرے اوپر گر جائے گی ہو کیوں میرے سامنے جو دلہن بنی بیٹھی تھی وہ نایاب تھی جسے میں نے اپنی زندگی سمجھا تھا جس سے میں نے اتنی محبت کی تھی میری آنکھوں سے آنسو گرنے لگے اور اندھیرا چھا گیا اور میں گرنے ہی والا تھا کہ حسن نے مجھے تھام لیا اور ایک کرسی پر بٹھا دیا اور مجھے پوچھا۔

کیا ہوا ہے یار تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے

میں نے کہا کہ مجھے ابھی باہر جانا ہے وہ مجھے باہر قدرے پرسکون جگہ پر لے آیا اور پوچھا بتاؤ کیا بات ہے مجھے لگا کہ مجھے احسن کو بتا دینا چاہیے اور میں نے شروع سے لے کر آخر تک سب کچھ اسے بتا دیا یہ سن کو کافی بڑا شاک لگا اور وہ خاموش ہو گیا تھوڑی دیر بعد وہ یوں گویا ہوا کہ کیا تم مجھے اپنا دوست نہیں سمجھتے کیا اگر مانتے ہو تو پلیز منع مت کرنا میں صرف ایک بار وجہ جاننا چاہتا ہوں پہلے تو اس نے انکار کر دیا مگر میرے بے حد اسرار پر اس نے کہا میں کچھ کرتا ہوں پھر وہ چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد وہ مجھے اپنے ساتھ لے گیا اور کہا کہ جاؤ وہ تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ میں جیسے ہی اندر گیا وہ مجھ پر برس پڑی تھی اور غصے سے کہا کہ اب کیا ثابت کرنے آئے ہو تم بس اتنی ہی محبت تھی مجھ سے ایک ہفتہ کا کہہ گئے تھے اور مگر مہینوں بعد لوٹے ہو کتنے فون کیے میں تمہیں مگر نمبر ہر بار بند تھا گھر جاتے ہی تم نے مجھے بھلا دیا تھا اب یہاں کیا کرنے آئے ہو چلے جاؤ میری شادی ہو گئی ہے میں نے بہت کہا۔

پلیز ایک بار میری بات سن لو میرا موبائل بند نہیں تھا کھو گیا تھا میں نے تم سے رابطہ کرنے کی کوشش کی مگر نہیں ہو پایا۔

اس نے میری کسی بات کا یقین نہ کیا اور کمرے سے نکال دیا اور کہا کہ دوبارہ مجھے اپنی شکل نہ دکھانا میں اب تم سے پیار نہیں کرتی میں تڑپتا رہا روتا رہا مگر اس نے میری ایک نہ سنی میں مایوس و نامراد واپس ہوٹل لوٹ آیا میں دن بدن ٹوٹتا رہا بہت کوشش کی میں نے سنبھلنے کی مگر دل تھا کہ مانتا ہی نہیں تھا۔

دل کے درد کو کم کرنا چاہتا تھا تو مے خانہ چلا گیا اس سے پہلے میں نے شراب تو کیا کبھی سگریٹ نہیں پی تھی مگر نا جانے مجھے کیا ہو گیا تھا مجھے درست بھی غلط لگتا تھا مجھے یاد تھا تو اتنا کہ نایاب نے مجھے دھوکہ دیا ہے اور روز ہی شراب پینے لگا شراب پینے سے میں وقتی طور پر اپنا غم چھول جاتا تھا میں نے ہوٹل جانا بھی بند کر دیا تھا اور میں بھول گیا تھا یہاں میرے آنے کا کیا مقصد تھا حسن بہت پریشان تھا اس نے مجھے بہت ڈھونڈا تھا مگر میں نہ ملا میں تو اس دنیا میں ہوتے ہوئے بھی نہیں تھا کسی لکھنے والے نے کیا خوب لکھا ہے۔

میرے سانوں کے تسلسل کو نہ دو زندگی کا نام
کچھ لوگ جینے کے باوجود بھی مر جاتے ہیں

آخر ایک دن حسن نے مجھے ڈھونڈ ہی لیا تھا میں اسے ایک سڑک پر بے سود بے ہوش ملا پڑا ہوا تھا وہ مجھے اپنی گاڑی میں لے کر اپنے گھر چلا گیا جب دو دن بعد مجھے ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو ایک جانی پہچانی ہوئی جگہ پر پایا میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا مگر مجھے کچھ سمجھ نہ آیا لیکن تھوڑی دیر بعد حسن جب آیا تو سب سمجھ گیا وہ آکر چپ چاپ میرے پاس بیٹھ گیا میں اٹھ کر جانے لگا تو اس نے گرجدار آواز میں کہا کہ خبردار جو ایک قدم بھی باہر نکالا تو میں بھول جاؤں گا کہ تم میرے دوست ہو اور اس کے ساتھ ہی اس نے مجھے بستر پر گرا دیا کیا تم مجھے اپنا سچا دوست مانتے ہو۔ اس نے پوچھا۔

میں نے کہا یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے تم میرے دوست ہو۔

اس نے کہا کہ میری ایک بات مانو گے وعدہ کرو مجھ سے میں نے وعدہ کر لیا وہ مجھے بہت اچھے ڈاکٹر کے پاس لے گیا ڈاکٹر نے میرا چیک اپ کیا اور حسن کو بتایا کہ شراب کی وجہ سے ان کا جگر کمزور ہو گیا ہے آپ تھوڑی دیر اور کرتے تو شاید ان کا اندر تباہ ہو جاتا خیر میں ٹریٹمنٹ شروع کرتا ہوں اب خیال رکھیے گا کہ شراب کی ایک بوند بھی اس کے اندر نہیں جانی چاہیے۔ اس کے بعد ہم گھر آ گئے حسن نے مجھے سمجھایا کہ زندگی ایک لڑکی پر ختم نہیں ہو جاتی تم اپنے آپ کو سنبھالو محبت کے بغیر بھی جیا جا سکتا ہے تم کیسے بھول گئے ہو تم یہاں اپنے ماں باپ کی خواہش پوری کرنے آئے تھے تم اسے بھول جاؤ وہ چلا گیا اس کی باتیں میرے ارد گرد بازگشت کرنے لگی لیکن جیسے ہی مجھے نایاب یاد آئی تو پھر سے میرے پاؤں شراب کی جانب بڑھتے جو میرے پاس ہی رکھی ہوئی تھی میں بوتل اٹھانے ہی والا تھا کہ حسن آ گیا اور اس نے مجھے ایک تھپڑ مارا اور بوتل توڑ دی اس کے بعد وہ مجھے کھینچتا ہوا ایک مسجد کے قریب آ گیا میں نے حیرانگی سے اسے دیکھا پھر مسجد کو دیکھا۔

اس نے کہا چپ چاپ میرے پیچھے آؤ اگر نہیں آئے تو دوبارہ کبھی شکل مت دکھانا وہ بہت زیادہ غصہ میں تھا اتنے غصے میں تو وہ شاید ہی کبھی آیا ہو پھر میں اس کے پیچھے گیا وہ مجھے مولانا صاحب کے پاس لے گیا جن کے چہرے پر نور ہی نور چمک رہا تھا۔ ہم نے انہیں سلام کیا ساتھ ہی بیٹھ گئے انہوں نے بند کی ہوئی آنکھیں کھولیں کیونکہ وہ ذکر کر رہے تھے پھر انہوں نے ہم سے ہمارے آنے کا مقصد پوچھا حسن نے انہیں میرا تمام مسئلہ بتایا انہوں نے بڑے ہی غور سے سنا اور تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد یوں گویا ہوئے ہمیں اس دنیا میں خاص مقصد کیلئے بھیجا گیا ہے مگر کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہم اس دنیا کو حاصل کرنے کا مقصد بھول جاتے ہیں ہم ایک معمولی سے انسان کی خاطر اپنی عظیم ماں کے پیار کو بھول جاتے ہیں جو ہمیں نو مہینے پرورش کرنے کے بعد تکلیف سے پیدا کرتی ہے اور مجھے ان کی بات سن کر حسن کی بات یاد آ گئی کہ میرے ماں باپ میرے لیے کس قدر پریشان ہیں کیونکہ میں نے انہیں کتنے دنوں سے فون نہیں کیا تھا مولانا صاحب مزید گویا ہوئے سب سے بڑھ کر ہم اپنے اس مالک کو بھول جاتے ہیں کہ جو ایک ماں سے بھی ستر گناہ زیادہ ہم سے پیار کرتا ہے جب ایک ماں اپنے بچے کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی تو تم خود سوچو کہ اللہ پاک اپنے بندے کو کیسے تکلیف میں دیکھ سکتا ہے تم نے ایسے انسان کے لیے اپنی زندگی برباد کی جو تمہیں پیار بھی نہیں کرتا۔ کیونکہ اگر وہ لڑکی تم سے پیار کرتی تو تم پر اعتبار کرتی ہر مرض کا علاج شراب نہیں ہوتی یہ مجھے تب احساس ہوا میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور میں نے پوچھا اللہ پاک مجھے کیسے معاف کریگا میں نے شراب جیسی حرام چیز کو پیا کیوں اس کا ایک قطرہ بھی حرام۔

مولانا صاحب مسکرائے اور فرمایا اللہ اپنے بندے کو ایک موقع ضرور دیتا ہے جو سچے دل سے توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ساری غلطیاں سارے گناہ معاف کر دیتا ہے خواہ وہ سمندر کی جھاگ سے بھی زیادہ ہوں اس لیے تم جاؤ اور وضو کرو ہم دونوں نے وضو کیا اور مولانا صاحب کے پیچھے توبہ استغفار کیا نیت باندھی میں جیسے جیسے مولانا صاحب کے پیچھے الفاظ بولتا گیا میری روح کو سکون ملتا گیا جو مجھے کبھی محسوس نہیں ہوا تھا اس کے بعد میں نے مولانا صاحب سے وعدہ کیا کہ میں شراب کو کبھی ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا اور اپنی زندگی کے مقصد کو کبھی نہیں بھولوں گا میں اسے بھی بھولنے کی کوشش کروں گا اس کے ساتھ ہی ہم نے مولانا صاحب سے اجازت لے کر جب ہم آ رہے تھے تو میری کانوں میں مولانا صاحب کی آواز آئی جب انسان بھٹکتا ہے تو بھٹکتا ہی چلا جاتا ہے مگر اس کی زندگی میں ایک ایسا لمحہ آتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش مارتی ہے اور اسے اپنے پاس بلاتی ہے اگر وہ اس لمحے کو پکڑ لے تو اسکی زندگی سنور جائے اور اللہ پاک اپنے بندے سے فرماتا ہے۔

میری طرف آ کر دیکھ
متوجہ نہ ہوں تو کہنا
میری راہ میں چل کر دیکھ
راہیں نہ کھول دوں تو کہنا
مجھ سے سوال کر کے دیکھ
بخشش کی حد نہ کر دوں تو کہنا
میرے لیے بے قدر ہو کر دیکھ
قدر کی انتہا نہ کر دوں تو کہنا
میرے ملامت سہہ کر تو دیکھ
رحمت کے خزانے نہ لٹا دوں تو کہنا
میرے کوچے میں آ کر تو دیکھ
انمول نہ کر دوں تو کہنا
مجھے اپنا رب مان کر تو دیکھ
سب سے بے نیاز نہ کر دوں تو کہنا
میرے خوف سے آنسو بہا کر دو دیکھ
مغفرت کے دریا نہ بہا دو تو کہنا
وفا کی لاج نبھا کر تو دیکھ
عطا کی حد نہ کر دوں تو کہنا

احساس ندامت میں سر کو جھکا دیا
اس نے ٹوٹ کے چاہا ہمیں بھلا دیا
جب بھی سنی زمانے کی داستاں
ہمیں اپنے بھی دکھوں نے رلا دیا
اک آئینے سے سر پھوڑا تھا
لہولہان تقدیر نے ہمیں جگا دیا
بلا خوف و خطر گزر ہوا تھا اسکا
سنگ آستاں پاس کا مجھے بنا دیا
وقت عدالت کبھی دل پہ بھی رہا
آج شیفتہ صاحب فراموش نے مجھے مٹا دیا
شب تاریک تھی کل تمہاری جانب
صبح سحر کو ہم نے ہی تھا اجالا بنا دیا
زبوں حالی میں ہے زندہ رہی اجالا
مرفہ بھی میں مرقد مجھے اس نے بنا دیا

23۔ محبت کرو تو سچے جذبے سے کیوں کہ محبت میں تھوڑا سا شک بھی زہر کی مانند ہوتا ہے
24۔ محبت انسان کو اندھا بنا دیتی ہے

مشہور و معروف رائٹر اور شاعر مختار احمد سکھیرا کی ذاتی شاعری

لوگ ملتے ہیں یہاں زردار کے ساتھ
کون ملتا ہے یہاں مفلس و نادار کے ساتھ
ہے خموشی تیری خوشبو کی طرح محفل میں
پھول جھڑتے ہیں ہمیشہ تیری گفتار کے ساتھ
نیند ناراض ہے آنکھوں سے بڑی مدت سے
خواب دیکھے ہیں بڑے دیدہ بیدار کے ساتھ
پاشکستہ ہیں بڑی دور ہے منزل لیکن
ہم کو چلنا ہے مگر وقت کی رفتار کے ساتھ
وہ جہانگیر زمانے کی ضرورت ہے سنو
شاخ زیتون بھی رکھتا ہو جو تلوار کے ساتھ
میں ہی کم ظرف تھا جو سہہ نہ سکا تیرے ستم
چھن گئی ساری انا درد کے اظہار کے ساتھ
دل کی حالت تو سنبھلی ہی نہیں
اس نے وہ مشق ستم کی ہے دل زار کے ساتھ

تیرے خیال کو دل سے کبھی بھلا نہ سکا
تو جا کے دور میرے دل سے دور جا نہ سکا
تمام عمر کا وعدہ تھ ساتھ چلنے کا
مگر وہ ساتھ مرا دو قدم نبھا نہ سکا
یہی ہے دل مرا آؤ یہاں رہو جاناں
تیرے لیے تو میں بنگلہ کوئی بنا نہ سکا
ہوائے تیز نے آندھی کا روپ دھار لیا
میں انتظار کی شمع کوئی جلا نہ سکا
بہت سے لوگ تھے شامل مرے جنازے میں
کوئی بھی دوست جنازے کے ساتھ آ نہ سکا
وہ ایک شخص جو تھا زندگی میری
خفا ہوا تو کیوں اس کو میں منا نہ سکا

مجھ سے نہیں رقیب سے اقرار ہی سہی
مجھ کو بھی کچھ تو چاہے انکار ہی سہی
کچھ تو چمن سے مجھ کو بھی ملنا ہے دوستو
گر چہ نہیں ہے پھول تو کچھ خار ہی سہی
سایہ نہیں نصیب مجھے زلف یار کا
میرا نصیب سایہ دیوار ہی سہی
ان کا خیال جائے گا دل نہ پھر کبھی
مجھ سے نظر ملائیں وہ ایک بار ہی سہی
کٹھن ہے عشق کی منزل جہاں میں
کرنا تو ہے سفر ہمیں دشوار ہی سہی

منزل کو اس طرح مری آسان کر دیا
عزم سفر ہی راہ کا سامان کر دیا
میں زندگی کو ڈھونڈنے آیا تھا شہر میں
درماندگی نے کیوں مجھے حیران کر دیا
شاخ چمن پر صبحدم غنچہ ملول تھا
باد صبا نے اور پریشان کر دیا
چھوڑا ہے کیوں یہ ہم کو بتایا بھی کچھ نہیں
کیوں شہر خوشگوار کو ویران کر دیا
سچ ہے کہ اس جہاں میں میں فقیر تھا
اک آپ کی نگاہ نے سلطان کر دیا

مختار احمد سکھیرا۔ میلسی۔ فون نمبر۔
0343.4499086

کھلاڑی کا عشق

---تحریر: الیکٹریکل میکینکل انجینئر۔ناصر اقبال خٹک۔ضلع کرک

آفس منیجر ریاض احمد صاحب اور شہزادہ صاحب آج آپ کی بزم میں یہ جو کہانی میں نے بھیجی ہے یہ بہت ہی محنت سے لکھی ہے اس کا عنوان میں نے کھلاڑی کا عشق۔رکھا ہے۔قارئین کرام یہ کہانی میں نے بہت ہی محنت سے لکھی ہے اور آپ لوگوں کی بار بار کالز کو مدنظر رکھ کر لکھی ہے امید ہے کہ میری دوسری کہانیوں کی طرح یہ سٹوری بھی آپ کو اپنی طرف مائل کرے گی۔ کیسی لگی آپ کو میری یہ سٹوری۔ مجھے اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازیئے گا مجھے آپ کا رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ادارہ جواب عرض کے پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تا کہ کی کسی کی دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ذمہ دار ادارہ جواب عرض یا میں نہ ہوں گے سب کو میری طرف سے سلام اور نیا سال 2016 مبارک ہو۔ہیپی رہو سب ہی۔آمین۔

ناصر اقبال خٹک۔موبائل نمبر۔0348.9153581

ئین ہر انسان کے ساتھ خوشی بھی ہوتی ہے اور دکھ بھی ہوتے ہیں زندگی کبھی یوں تو سوغات ہے تو کبھی غموں کا ڈھیر کبھی سان تیز دھوپ ہے تو کبھی سائے کبھی ویران صحرا بن زندگی اور وقت پھر بھی گامزن ہوتی ہے ت کے ساتھ حالات بدل جاتے ہیں عام ندے جتنی دیر میں اڑنے کا ارادہ کرتے ہیں اہین اتنی دیر میں آسمان کی بلندیوں میں چکر لگا روا پس آجاتا ہے۔

قارئین زندگی میں ایسے بھی لوگ ہوتے ں جو کسی اتنے ظلم کرتے ہیں لیکن جب کوئی نتیجہ میں نکلتا تو پھر لومڑی کی چال چل کر فتح کے واب دیکھتا ہے ایسی ہی ایک داستان آپ کو نے جارہا ہو جس ظالم نے نہ ہی محبت کو آسانی ے جیتنے دیا نہ ہی نفرت کو جیت سکا۔

انجم اقبال کا تعلق ضلع کرک کے ایک نواحی گاؤں سے تھا انجم کے چھ بھائی ایک بہن تھی انجم کا نمبر پانچواں تھا اس کا خاندان مڈل گھرانے سے تعلق رکھتا تھا انجم کا ایک ہی چاچا ہی تھا جس کا نام نور محمد تھا انکل کی ایک بیٹی جس کا نام عابدہ نور تھا لیکن انکل کا کہنا تھا کہ میں عابدہ کا رشتہ انجم کے کروئں گا لیکن انجم کے والد کہتے تھے کہ میں انجم کے لیے شہزادی نور کا رشتہ کروں گا شہزادی تعلیمی میدان میں بہت ہی قابل لڑکی تھی شہزادی نور ویسے بھی بڑی تھی عابدہ چھوٹی تھی تو شہزادی کا حق انجم کو بنتا تھا لیکن کوئی بھی نور محمد کی اس چال کو نہیں سمجھ رہا تھا کہ وہ انجم کے لیے عابدہ کے رشتے پھر کیوں راضا مند ہیں شہزادی کے رتے پر کیوں رضا مند نہیں۔خیر یہ ایک پرابلم تھی اور انجم کو صرف کرکٹ سے محبت تھی کرکٹ کی دنیا میں اپنے

علاقے میں شاہد آفریدی کے نام سے جانا جاتا تھا باپ بھی کرکٹ کا شوقین تھا۔ ایک دفعہ ضلع ٹورنامنٹ میں ۵۵ بالوں میں ایک سو چار رنز کی عمدہ اننگز کھیلنے پہ باپ نے تحفے میں موٹر سائیکل لے کر دی تھی پر انجم دور دراز علاقوں میں کرکٹ کھیلنے جاتا تھا اور شام کو واپس آجاتا تھا۔ انجم کھلاڑی بھی تھا حسین بھی تھا اس کے بال پورے ضلع میں مشہور تھے کوئی اجے دیوگن کہتا تھا کوئی عامر خان کہتا انجم دراز قد کا مالک تھا اس کے والدین کو بہت ناز تھا انہیں یقین تھا کہ وہ نیشنل ٹیم میں ایک نہ ایک دن ضرور شامل ہو کر ہمارے ارمان پورے گا تاکہ ہم ٹی وی میں اس کو دیکھ سکیں۔

قارئین کرام ایک معمول کے مطابق اپنی پریکٹس میچ سے آ رہا تھا جب وہ ایک بازار کی طرف آ رہا تھا کہ راستے میں ایک سکول آتا ہے جو لڑکیوں کا سکول تھا سکول کی لڑکیاں استانیاں وہاں موجود شاپ پر اپنے اپنے گاؤں کی ڈائسن کا انتظار کرتی تھی انجم کا وہاں سے روز گزرنا ہوتا تھا پھر ایک دن اسی شاپ پہ پیدل گزرتے ہوئے انجم کی نظر ایک لڑکی پر پڑی جو بہت ہی حسین وجمیل تھی۔ جب انجم اس کی طرف دیکھتا وہ پہلے سے ہی انجم کو طرف دیکھ رہی ہوتی تھی ایک وہ نہیں بلکہ سب ہی خاتون لڑکیاں انجم کی طرف دیکھ رہی ہوتی تھی اور سوچ رہی ہوتی تھیں کہ سفید کھلاڑی ٹریک سوٹ میں یہ لڑکا کون ہو سکتا ہے۔ لیکن آج وہ حسینہ انجم کی طرف بار بار دیکھ رہی تھی انجم نے بھی دو تین بار اس کی طرف دیکھا کہ گاؤں کی ڈائسن آگئی وہ اس میں بیٹھ گئی اور ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ انجم کا دل لے گئی انجم گھر تک اس کو سوچ رہا تھا گھر میں اس کی یاد نے پیچھا نہ چھوڑا پوری رات اس کو یاد کر رہا تھا یہ سب کیا تھا آخر مجھے کیا ہو رہا ہے کسی اجنبی لڑکی کی طرف میں کیوں مائل ہو رہا ہوں۔ صبح کب ہوئی اس کو پتہ نہ چلا۔ وہ پھر اپنی موٹر بائیک پر بیٹھا اور اس کو کک ماری اور لمبا سفر کرنے کے بعد اسی مقررہ شاپ پر پہنچ گیا۔ لیکن وہ پہلے ہی وہاں کھڑی تھی اسے دیکھ کر انجم کے اداس اور بے چین دل کو سکون مل گیا اس نے محسوس کیا کہ وہ لڑکی اسی کی طرف دیکھ رہی تھی اور پھر دیکھ کر مسکرادی اور انجم بھی اسے دیکھ کر مسکرادیا۔

قارئین کرام مجھے سمجھ نہیں آتی کہ یہ مسکراہٹ میں ایسی کیا کشش ہوتی ہے کہ ایک ہلکی سی مسکراہٹ سے لوگوں کے دل میں محبت ڈال دیتی ہے لیکن مسکراہٹ اس کا انجام نہیں بتاتی ہے کہ ایک مسکراہٹ کا انجام کیا ہو سکتا ہے آئیں مسکراہٹ کے بعد داستان کچھ کچھ میری زبانی کچھ انجم کی سنیں۔

مجھے سب پیار سے آفریدی کہتے ہیں میں کرکٹ کا مایہ ناز بیٹسمین ہوں۔ کرک کے مختلف نواحی گاؤں کی ٹیمیں میری بولی لگا کر مجھے ٹیم میں شامل کرتے تھے ٹیم کے کپتان میری خوشامد کرتے تھے مجھے بھی جہان سے زیادہ پیار محبت ملتی تھی میں اسی ٹیم کو ترجیح دیتا تھا۔

میں ہر روز اس شاپ پر پہنچ جاتا تھا جہاں حسن کی دیوی ہر روز کھڑی ہوتی تھی ہم دونوں کے درمیان صرف ایک مسکراہٹ کا رشتہ ہوتا تھا۔ وہ مجھ سے اور میں اسے کچھ کہہ نہیں پاتا تھا اس کی ایک خاص وجہ یہ بھی تھی کہ وہاں لڑکیوں کا ہر وقت بہت رش ہوتا تھا پھر ان کی ڈائسن بھی اس وقت آتی تھی جب ہم دلوں پر فیصلہ کرتے تھے کہ آج کسی طرح بات کریں نمبر دیں گے ویسے میں نے اندازے سے پہچان لیا تھا کہ یہ خاتون سٹوڈنٹ تو نہیں ہو سکتی کیونکہ ہر روز ایک سے ایک خوبصورت رنگین سوٹ پہنا ہوتا تھا ہر وقت پنے آپ کو لش پش رکھا ہوتا تھا میں نے بھی نمبر دینے کی بہت کوشش کی لیکن مناسب موقع نہ مل رہا تھا یا یہ بھی معلوم نہ تھا کہ یہ حسن کی دیوی کون ہے کہاں سے آتی ہے کس راستے سے آتی جاتی ہے کچھ بھی اندازہ نہیں لگ رہا تھا۔

قارئین کرام آپ یقین کریں کہ سکول کی چھٹی ہو جاتی تھی میں کھیل بھی رہا ہوتا تھا تو اپنی باری چھوڑ کر اس کے لیے چلا جاتا تھا ہر روز میچ میں ایمرجنسی بہانا بنا کر جاتا تھا پھر ٹورنامنٹ کے چند دن باقی تھے میرا دل بھی اداس ہو رہا تھا کہ ٹورنامنٹ کے ختم ہونے کے بعد تو اس شاپ پر آنا بہت ہی مشکل ہو جائیگا کیونکہ میرا گھر یہاں سے پانچ گھنٹے کے فاصلہ پر تھا اور پہاڑی علاقے کیوجہ سے مشکل ترین راستے سے گھر آنا ہوتا تھا اب تو اگر میں آتا بھی ہوں تو ڈاکٹر سرجن رضوان ٹورنامنٹ کے بہانے آجاتا ہوں پہ ایک دن یہ ٹورنامنٹ بھی ختم ہو گیا تو پھر اس حسن کی دیوی سے شاید مسکراہٹ کا رشتہ بھی ختم ہو جائے۔ پریشانی بہت زور پر تھی آخر میں نے اپنے گاؤں کے ایک دوست تھا ہم اپنا ہر دکھ درد خوشی غمی میں ایک دوسرے کے ساتھ بھائیوں کی طرح شیئر کرتے تھے اس دن میں نے اپنا مسئلہ اس کو بتایا۔ اس نے کہا۔

کل تم اس کے پیچھے اس کے گھر تک جاؤ تاکہ اس کا گھر معلوم ہو سکے پھر آگے کا سوچیں گے مجھے اس کا مشورہ اچھا لگا سو میں نے رات مشکل سے گزاری اور پھر میں کل دوبارہ اسی وقت اس شاپ پر پہنچ گیا لیکن پھر بھی ناکام کوشش کیونکہ میرے پاس ٹائم بہت ہی کم تھا۔ کیونکہ ہماری ٹیم کا سیمی فائنل میچ بنوں کی ٹیم کے ساتھ ہو رہا تھا۔ اور دو بجے ہماری باری تھی میں اس کے شاپ پر پھر پہنچا اس کا انتظار کیا چھٹی ہو گئی وہ بھی لڑکیوں کے بیچ میں سامنے آتی دکھائی دی کالا سوٹ پہنا ہوا تھا بہت ہی پیاری لگ رہی تھی گو میں پیپر نما بنڈل رجسٹر اور بازو میں پرس اور ایک اخبار پکڑا ہوا تھا۔ ہر روز اس کے ہاتھ میں اخبار ہوتا تھا۔ میں اس کے پیچھے جانا بھی چاہتا تھا لیکن وہاں میرا میچ بہت اہم تھا میں نہیں چاہتا تھا کہ میری وجہ سے ٹیم ہار جائے اور میں ناچاہتے ہوئے بھی ٹیم کی خاطر واپس آ گیا۔ اور اپنی ٹیم کو ہرا ہوا میچ جتوا دیا۔

ہماری ٹیم بہت ہی مشکل سے دو چار تھی کوئی گھی کھلاڑی ٹک کر کھیل نہ کا تھا لیکن میرے آنے سے سب بہتر ہو گیا میں نے وہ کمال دکھایا کہ وہاں موجود عش عش کر اٹھے تھے ہرا ہوا میچ ہم جیت گئے۔ یہ ہمارا سمی میچ تھا جو ہم نے جیت لیا تھا اور اب ہم نے فائنل کھیلنا تھا۔

قارئین کرام فائنل میچ کے لیے خوشی کی انتہا نہیں تھی ہم سب بہت ہی خوش تھے کر...کر کے علاقائی ڈھول بجانے ناچنے والے خسرے وغیرہ بھی آئے ہوئے تھے ٹورنامنٹ سولہ ٹیموں پر مشتمل تھا بہت بڑا ٹورنمنٹ تھا صرف فی ٹیم انٹری تیس ہزار تھی ٹورنامٹ کے دوران علاقائی رقص بھی پیش ہوتے گئے شاید پیر کے دن حسن کی دیوی نے انتظار

کیا ہوالیکن ہر دودن میرے گھر میں بہت بے شکون کے گزرے تھے ایک پل بھی چین سے نہ رہا ہر وقت حسن کی دیوی یاد آرہی تھی جی کرتا تھا کہ اڑ کر اس شاپ پر چلا جاؤں خیر منگل کے دن میں صبح اٹھا نماز پڑھی اور اللہ سے دعا مانگی کہ اے میرے اللہ اگر اس لڑکی کے ساتھ محبت میں میری بھلائی ہے تو مجھے اسے ملوا دے اگر میری برائی ہے تو میرے دل کو سکھ کا چین دے اور میرے دل کو اس طرف سے روک دے ماں سے دعا لی ابا نے تو میرے ساتھ چلنا تھا ماں نے گھر والوں نے دعاؤں سے رخصت کیا راستے میں یہ سوچ رہا تھا کہ شاید آج آخری دیدار ہو پھر اس ٹائم پھر آپاؤں گا کہ نہیں بہت سوچوں میں ڈوب گیا تھا لیکن دل پھر بھی کہتا تھا کہ جو بھی ہو جوائے بھول نہ پاؤں گا میں مقررہ ٹائم پر پہنچ گیا فائنل میچ کے لیے ٹاس ہوا جو ہم جیت گئے اور پہلے بیٹنگ کرنے کا فیصلہ کیا پھر میں نے اور عطاالرحمن نے اوپنگ کا آغاز کیا سب نے تالیاں بجائیں۔ اور میدان میں ہر طرف شور تھا ہر طرف ڈھول کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ پہلا اوور شروع ہوا میں نے پہلے اوور میں تین گیندوں پر مسلسل چوکے اور آخری گیند پر چھکا لگا کر تماشائیوں سے خوب داد وصول کی پھر نے وہ طوفانی اننگز کھیلی کہ لکی مروت کی ٹیم کو میں ہمیشہ یاد آوں گا میں چالیس بالوں پر چوراسی رنز بنا کر کیچ آوٹ ہو گیا پہلی وکٹ ایک سو بارہ پر گری۔ اور پھر ایک سو ستر پر ہماری ساری ٹیم آوٹ ہو گئی اور دوسری ٹیم کو ہم نے سو سکور پر بک کر دیا۔ اور یہ ٹورنامنٹ ہم نے ستر سکور سے جیت لیا۔ تمام تماشائی گراونڈ میں داخل ہو گئے ڈھول والوں نے اپنا رقص شروع کر دیا۔ مجھے ایک خاص عزت ملی تھی لیکن میں نے اس وقت گھڑی کی طرف دیکھا تو ایک بج رہا تھا میں نے تماشائیوں کے درمیان بڑی مشکل سے راستہ نکالا اور اپنی بائیک پر دیوانوں کی طرح حسن کی دیوی کے اسٹاپ پر پہنچ گیا لیکن وہ نہیں آئی تھی مجھے کہیں بھی دکھائی نہیں دی مجھے بہت دکھ ہوا دل بہت اداس خالی خالی سا تھا۔ پھر مایوسی کے عالم میں اس کا ویٹ کیا وہ نہ آئی اس کی ڈائنس بھی آ گئی تھی جس میں وہ ہر روز جاتی تھی میں نے پھر بائیک واپس موڑلی اور ٹوٹے دل سے واپس گراؤنڈ پر پہنچا پورے سفر میں اس کے بارے میں سوچتا رہا کہ میں اس کے لیے اپنا میچ چھوڑا تھا لیکن اس کا دیدار نصیب نہ ہوا خیر جب میں گراؤنڈ میں پہنچا تو انعامات کا سلسلہ جاری تھی میں بھی کھلاڑیوں میں شامل ہو گیا۔ سب سے پہلے میرا ہی نام پکارا گیا تھا اور مجھے ٹیم کی طرف سے تیس ہزار اور ٹرافی دی گئی۔ فوٹو گرافروں نے بہت سی تصاویر بنائیں۔

قارئین کرام وہ کار بھی میری ٹیم نے مجھے تحفے میں دے دی اور میں نے اپنے اپنی ٹیم کے نام کر دی۔ اس کے بدلے میں میری ٹیم نے کار مجھے تحفے میں دے دی ہم بہت خوش تھے تھوڑا فنکشن انجوائے کیا لیکن ہمارا گاؤں دور ہونے کی وجہ سے ہمیں جانا ہو گا ہمارے گاؤں کے دوست موٹر سائیکلوں اور ڈاٹسن اور میری کار درمیان میں ایک بارات کی شکل میں روانہ ہو گئے۔

میں آج حسن کی دیوی کو ہمیشہ کے لیے شاید چھوڑ کر جا رہا تھا میں نے میڈیا میں میچ مین بہت عزت پائی گاؤں کے لوگوں نے بہت عزت کی لیکن میرا دل مر رہا تھا جان میں جان نہیں تھی دل

نجانے کیوں خون کے آنسو رو رہا تھا کاش یہ ٹورنامنٹ ختم نہ ہوتا یہ جدائی بھی اتنی جلدی نہیں آتی شاید مجھے کہیں اس کو پانے کا موقع مل جاتا بہت سوچوں میں گم تھا آخری امید بھی ختم ہو رہی تھی گاؤں والوں کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ انجم اتنا کارنامہ کر کے کار لا سکتا ہے۔

گاؤں پہنچنے پر سب گاؤں والے مبارک باد دے رہے تھے جو میرے اس خوشی کے بارات میں گھر تک ساتھ تھے میں نے گھر میں ان کے لیے چائے پانی کا بندوبست بھی کیا تھا۔ میں نے سب کا شکریہ ادا کیا پھر سب اپنے اپنے گھروں کی طرف چل دیئے امی بہت خوش تھیں میری کامیابی پر دعائیں دی بہن نے بھی مبارک دی بس دیر تک کئی دن تک میں اوپر سے زندہ تھا لیکن دل سے مر گیا تھا زندگی عجیب گزر رہی تھی ہر وقت تنہا تنہا رہتا تھا کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا میری بہن اکثر مجھ سے پوچھتی تھی کہ تمہیں کیا ہوا ہے کوئی کہتا کہ نظر لگ گئی ماں میری ہر روز نظر اتارتی تھی کوئی کیا کہتا کوئی کیا کہتا۔ میرا ڈاکٹر بنا ہوا تھا لیکن کوئی یہ نہیں جانتا تھا کہ اس بچے کو کسی سے پیار ہو گیا ہے۔۔۔

قارئین کرام ایک میں اپنے کمرے میں اپنے بھتیجے کے ساتھ لیٹا ہوا تھا میرا موبائل جنید کے پاس تھا وہ گانے سن رہا تھا کہ ٹن ٹن کر کے کال آئی میں نے رنگ ٹون پر گانا لگایا تھا۔

عشق کرو گے تو درد ملے گا

یہ درد بڑا تڑپائے گا

جنید نے مجھے موبائل دیا۔ چاچا کال ہے تمہاری۔ میں نے کال اٹینڈ کی کوئی رونگ نمبر تھا۔

ہیلو اسلام علیکم۔ میں نے کہا۔

جی وعلیکم اسلام۔

وہ بولی میں نے انجم سے بات کرنی ہے۔

میں نے کہا جی میں انجم ہی بات کر رہا ہوں

وہ بولی۔ میں مسرت عابدہ بات کر رہی ہوں چوکارہ سے۔

میں نے کہا جی حکم کریں میڈم

پھر اس نے کہا۔ میں آپ کی بہت بڑی فین ہوں تمہاری تصویر میں نے کرک ٹائمز اخبار میں دیکھی ہیں آپ نے اتنا اچھا کھیل کر اپنے ضلع کا نام روشن کیا ہے ہمیں آپ پر فخر ہے میں نے آپ کا نمبر بڑی مشکل سے اخبار والوں کی مدد سے تلاش کیا ہے میرا بہت بڑا یہ ارمان تھا کہ آپ سے بات کروں ایک بار آپ کو آمنے سامنے دیکھنا چاہتی ہوں پلیز مل سکتے ہیں۔

میں نے کہا۔ میڈم میری حوصلہ افزائی کا بہت بہت شکریہ۔ لیکن میں نے آج تک کسی لڑکی کو نہ دیکھا ہے نہ مجھے کسی لڑکی سے ملنے کا شوق ہے میں ان فضول چیزوں سے مجھے نفرت ہے سوری میں آپ سے نہیں مل سکتا میں ایک شریف سیدھا سادہ انسان ہوں۔

وہ بولی انجم آپ واقعی بہت شریف انسان ہیں کبھی کسی لڑکی کو دیکھنا نہیں چاہتے نہ ہی ایسے کاموں میں کوئی دلچسپی ہے۔۔۔ ہے ناں۔

میں نے کہا۔ جی ہاں یہ سچ ہے میں نے کبھی کسی لڑکی کو نہ دیکھا ہے نہ ملا ہوں او کے۔

وہ بولی۔ مجھے اتنا بتائیں کہ تم ہر روز جس شاپ پر بائیک پر کسی لڑکی کو دیکھنے جاتے تھے تو وہ کیا تیری ماں تھی کیوں جھوٹ بول کر اپنا ایمان کمزور کر رہے ہو۔ میں وہی لڑکی ہوں جس کی

طرف تم دیکھ کر مسکراتے تھے۔ بائے۔

قارئین نہ پوچھو پھر تو میرا وہ حال تھا کہ جیسے دیوانے پیار میں پاگل ہو کر ناچتے ہیں میں نے بھی زور زور کی چھلانگیں لگائی اور بہت حیران نظروں سے موبائل کو بار بار دیکھ رہا تھا سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ دن میں کوئی سپنا دیکھ لیا میں نے بار بار جنید کو آواز دی کہ میں ہوش میں ہوں میں جاگ رہا ہوں جنید بھی تنگ ہو گیا وہ بھی کمرے سے باہر نکل گیا شاید وہ بچہ بھی مجھے پاگل سمجھ رہا تھا کہ چاچا بار بار جنید جنید کہہ رہا ہے۔

قارئین کرام پہلے جب اس نے کال کی میں بہت حیران ہوا سوچ میں پڑ گیا کہ میں اتنا بڑا کھلاڑی ہوں کیا کہ کوئی لڑکی بھی مجھے کال کر سکتی ہے میں تو نخرے سے بات کر رہا تھا دل میں یہ سوچا تھا کہ یہ لڑکی بھی میری طرح کرکٹ کی دیوی ہوگی مجھے کیا پتہ تھا کہ یہ تو حسن کی دیوی ہے میں تو اپنی غرور پر ناز کر رہا تھا پتہ نہیں اپنے آپ کو عمران خان سمجھ رہا تھا کافی سوچ رہا تھا کہ واقعی یہ وہی حسن کی دیوی ہو سکتی ہے ہاں بالکل یہ وہی حسن کی دیوی اس لیے ہے کہ کسی کو کیا پتہ تھا کہ میں ہر روز اس شاپ پر جاتا ہوں پھر لڑکی کو دیکھتا ہوں پھر اس نے مجھے اخبار کے ذریعے تلاش کیا اس کی ہمت کی داد دیتا ہوں سوچ رہا تھا کہ یہ آگ دونو ں طرف لگی ہے پھر میں نے کال کر ڈالی۔

میں نے کہا۔ ہیلو اسلام علیکم۔

اس نے کہا جی بولیں۔ لیکن اس مرتبہ اس کا لہجہ دھیمہ دھیمہ تھا میں نے ایک ہی سانس میں کہہ دیا میڈم پلیز میری بات سن لیں ایک بار پلیز میڈم میں اس دن ہفتہ کو بھی آیا تھا پھر اتوار تھا پھر پیر کے دن میں کرکٹ کے لیے نہیں گیا تھا پھر منگل کے دن فائنل میچ کے دوران بھی میں آپ کا دیدار کرنے گیا تھا آپ نہیں آئی تھیں میں نے آپ کو بہت دیکھا لیکن آپ نظر نہیں آئی اور میں آپ کے علاوہ کسی اور لڑکی کی طرف نہیں دیکھتا یہ میں قسم اٹھا کر کہہ سکتا ہوں۔ اور جب سے ٹورنا منٹ ختم ہے میں ایک پل بھی چین سے نہیں رہا ہوں آپ کے ساتھ گزرے ہوئے لمحے بہت یاد آتے ہیں اگر پھر بھی آپ کو میری کوئی بات بری لگی ہو تو معافی چاہتا ہوں۔ سوری۔

وہ بولی۔ انجم ایٹس او کے میں ایک سکول ٹیچر ہوں میں چوکارہ میں پڑھاتی ہوں لیکن پرکل کی ڈیوٹی یہاں میں لگی تھی میں ہر روز چوکارہ سے یہاں آتی تھی پھر منگل کے دن میں اس وجہ سے نہیں آسکی کہ میری ڈیوٹی ختم ہو گئی تھی اور میں تم سے عمر میں بے شک تھوڑی بڑی ہوں ہاں تم مجھے اچھے ضرور لگے تھے لیکن وہاں موقع نہیں تھا اور میں بھی آپ پر فخر کرتی ہوں کہ آپ نے بھی میری عزت کا خیال رکھا ہے پھر میں نے ٹائمز اخبار کے ایڈیٹر صاحب کو فون کر کے آپ کو بہت مشکل سے حاصل کیا ایڈیٹر صاحب نے بھائی بنکر میری بہت مدد کی بس نا جانے تمہیں یہ بے بس دل اتنا کیوں یاد کر رہا تھا۔

میں نے کہا۔ ہم دونوں دوست ہیں تم مجھ سے عمر میں بڑی ہو اس سے کیا فرق پڑھتا ہے میرا دل تو بڑا ہے اور تم نے بھی مجھے بہت تڑپایا ہے لیکن میں چھوٹا تھا میں مار بھی نہیں سکتا تھا اس پر وہ ہنس پڑی۔

پھر یہاں سے ایک نئے انداز سے ہماری دوستی محبت شروع ہو گئی۔ ہم ہر روز گھنٹوں گھنٹوں فون پر بات کرتے تھے مجھے مسرت کے مل جانے کی وجہ سے اخبار کر کے ٹائمز سے بھی بے حد محبت ہو گئی تھی میں ہر روز بازار سے یہی اخبار منگواتا تھا ہماری محبت کو چھ ماہ گزر گئے تھے لیکن آج تک اس کا ایڈریس نہیں پوچھ سکا تھا نہ ہی کبھی ضرورت ہوئی ہماری محبت روز بروز پروان چڑتی جا رہی تھی ایک دن مجھے مسرت نے کہا۔

تم مجھ سے مل سکتے ہو۔

میں نے کہا نہیں۔

وہ بولی۔ کیوں۔

میں نے کہا مجھے تمہارا پتہ معلوم نہیں ہے۔

وہ بولی۔ آج تک تم نے مجھ سے پوچھا ہی نہیں میں اس کی بات پر ہنس پڑا دل میں سوچا کہ غلطی تو میری ہے پھر نے کہا۔

تم نے مجھ سے کہاں مل سکتی ہو کسی اچھے ہوٹل میں مل لیتے ہیں۔

میری بات سن کر وہ بولی۔ نہیں نہیں ایسا کبھی سوچنا بھی مت میں عزت دار ہوں اور عزت دار لوگ ہوٹل وٹل میں نہیں ملتے ہیں۔

میں نے کہا۔ اچھا تو کوئی ایسی جگہ بتاؤ کہ ہمیں کوئی دیکھ نہ سکے۔

وہ بولی۔ رات کی تاریکی میں ہمارے گھر آجاؤ جب سب لوگ سو رہے ہوں گے۔

میں نے کہا۔ ہاں یہ سب سے بہتر ہے،

میں بہت خوش ہوا تھا ہم نے آخر کار جمعرات کے دن ملنے کا دن طے کر لیا۔ میں نے گھر والوں کو کہا کہ میں نے ایک دعوت میں جانا ہے میرے گھر والوں کا مجھ پر کافی اعتماد تھا یوں میں جمعرات کے دن صبح سویرے گھر سے نکل گیا پھر مسرت کے گاؤں کو پہنچ گیا اس کا گھر تلاش کیا سوچا کہ دن میں پہلے ریکی کر لوں تاکہ رات کو اس تک جانے میں کوئی دشواری نہ ہو۔ وہ عصر کا وق[ت] تھا میں نے وہاں نماز پڑھی لیکن مسجد میں [بھی] مسرت کی یاد نے ساتھ نہ چھوڑا پھر نماز ادا کر[نے] کے بعد میں نے اسے کال کی تاکہ مسرت [سے] اس کے گھر کا پتہ معلوم ہو سکے۔ مجھے کسی [سے] پوچھنا نہ پڑے کسی کو شک نہ ہو جائے۔ اس وقت مجھے لگ رہا تھا کہ گاؤں والے مجھے شک کی نگا[ہ] سے دیکھ رہے ہوں اور شاید وہ تین لڑکوں نے میری باتیں بھی سنی ہوں۔

قارئین کرام جب ایک مقامی گاؤں میں کوئی اجنبی جاتا ہے تو ہر کوئی اس سے پوچھتا ضرور ہے کہ بیٹا بھائی آپ کون ہیں کس سے ملنا ہے کیسے آئے ہو کیا کام ہے وغیرہ وغیرہ ویسے بھی آج کل کے حالات کا اندازہ آپ خود ہی لگا لیں آج کا ایسا دور ہے کہ کوئی باپ اپنے سگے بیٹے پر بھی اعتبار نہیں کرتا۔

خیر مسرت کے بتائے ہوئے ایڈریس پر میں اس کی تلاش میں چل پڑا گھر جلد ہی مل گیا تھا میں نے گھر کا جائزہ لیا۔ پھر موٹر سائیکل موڑ کر بازار کی طرف چل پڑا سوچا کہ بازار میں ٹائم پاس کر لوں ابھی تو رات تک بہت ٹائم ہے ویسے بھی یہاں رکنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ خیر بہت ہی مشکل سے میں نے ٹائم پاس کیا کبھی بائیک کو آگے لے جاتا کبھی ایک طرف لے جاتا۔ تاکہ وقت بھی گزر جائے اور کسی کو شک نہ ہو پھر گیارہ بجے میں اس کے گھر کی طرف دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ گیا۔ دل دھک دھک کر رہا تھا بہت بڑا رسک لے رہا تھا لیکن پیار محبت چاہت میں دیوانوں کو کسی کا خوف نہیں ہوتا ہے بس یہی انتظار ہوتا ہے کہ حسن کی دیوی کا کسی

وقت دیدار کروں گا جب اس کا گھر نزدیک آنے والا تھا میں نے بائیک بند کردی بائیک کو پیدل چلانا شروع کیا کافی تھک گیا تھا۔ مگر جانی کی عزت کی خاطر اوراپنی عزت کی خاطر ایسا کرنا ضروری تھا تاکہ میرے موٹر سائیکل کی شور کی وجہ سے گاؤں والے جاگ نہ جائیں جس نے مسرت کے گھر کے قریب جھاڑیوں میں بائیک کو چھپالیا جس کو آپ کیموفلج بھی کہ سکتے ہیں پھر مسرت نے ٹارچ کے اشارے سے مجھے اشارہ کیا میں سمجھ گیا کہ جانی میرا ویٹ کررہی ہے پھر دھیمے دھیمے قدموں سے جانی کے چوکٹ پر پہنچا پھراس نے دروازہ کھولا اور میری رہنمائی کرتے ہوئے مجھے چھت پر لے گئی لیکن ہم دنوں کے پسینے خشک ہونے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے چھت پر ایک چائے کا تھرماس اوردو پیالے اورایک کمبل رکھا تھا مجھے بٹھانے کے بعد مسرت پھر نیچے اتر گئی اور گھر والوں کا جائزہ لیا پھر اوپر جلدی آگئی لیکن میں ڈر کے مارے اور شرم کے مارے دیکھ نہیں سکتا تھا۔

رات کا اندھیرا تھا روشنی بھی نہیں تھی پھر اس نے مجھے حوصلہ دیا۔ کہ سب گہری نیند سو رہے ہیں اور مجھے لگا ہے کہ تم بھی سو رہے ہو تم کیا بھوت کی طرح بیٹھے ہو اوپر دیکھو پھر اس نے میرا سر پکڑ کر اوپر کیا پھر موبائل ٹارچ لگا کر میرے چہرے کو غور سے معائنہ کرنے لگی پھر میں نے کہا۔

تم موبائل اپنے چہرے پر لگاؤ تا کہ میں بھی تمہیں دیکھ سکوں کہ تم وہی حسن کی دیوی ہو یا کوئی اور پھر اس نے اپنے چہرے پر ٹارچ لگائی۔

قارئین کرام نہ پوچھو کہ میری مسرت کیسی تھی وہ مسرت نہیں تھی ایک تباہی تھی۔ دیکھنے میں بہت ہی خوبصورت تھی مسرت حور لگتی تھی دراز قد لمبے کالے بال شربتی جھیل سی آنکھیں گلاب کی پنکھڑیوں جیسے قدرت سرخ ہونٹ گول رخسار سفید موتیوں جیسی دانت غرض جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے قدرت کی کاریگری کا عظیم شاہکار تھی فرصت کے لمحات نے خالق کائنات نے اسے تراش سے بنایا تھا ایک دوسرے کو دیکھنے کے بعد پوری رات گپ شپ لگائی وقفے وقفے سے چائے بھی نوش کی۔

قارئین ہم دونوں میں شرم وحیا اتنی تھی کہ فون پر تو ہم ہر وقت ایک دوسرے کو آئی لو یو کہتے تھے لیکن آج آمنے سامنے پوری رات گزر گئی لیکن ایک دوسرے کو ایک بار بھی آئی لو یو نہیں کہا یوں صبح کی اذان ہونے میں تھوڑی دیر باقی تھی وقت بڑی تیزی کے ساتھ گزر رہا تھا مسرت نے کہا۔

سویٹ سوری لو سے اب تم کو جانا ہوگا

میرے دل پر تو دھماکہ ہوگیا لیکن اس نے کہا کہ ابو بھی اٹھ جائیں گے پھر وہ مسجد میں جا کر اذان دیتے ہیں ایسا ہو کہ ان کو شک ہو جائے اور انجم دوستی محبت کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں یہ قربانیاں مانگتی ہیں بے شک میں تم سے عمر میں بڑی ہوں لیکن محبت ایسی چیز ہے یہ عمروں کو نہیں دیکھتی محبت ہولی نہیں ہوجاتی ہے محبت کے سامنے بڑے سے بڑا بادشاہ غریب سے غریب امیر سے تم سب بھی ہار جاتا ہے یہ معاشرہ اوراس کے باسی بھی بھی دو پیار کرنے والوں کو آسانی سے ملتے نہیں دیکھ سکتی مگر مجھے بھی تنہا مت چھوڑنا اور میرا تمہارے بنا کیا بنے گا اور ہاں یہ اس طرح ملنا ہمارا پہلی اور آخری مرتبہ ہے دوبارہ اس طرح رسک کبھی نہیں لیں گے۔

میں نے بھی مسرت کو اپنی محبت کا یقین دلایا اور ایک ساتھ مرنے اور جینے کی قسمیں کھائیں۔ مسرت کی محبت میں پا کر بہت خوش تھا ایسا لگ رہا تھا کہ دینا جہاں کی دولت وعزت مجھے مل گئی اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھا بھیگی آنکھوں سے ایک دوسرے کو الوداع کہہ د۔

یا یہاں ایک بات یہ بھی بتادوں کہ پوری رات ہم نے ایک دوسرے کو بہت کم دیکھا ہوگا لیکن جدائی کے وقت صبح ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ایک دوسرے کو رخصت کیا اس نے مجھے گھر سے نکالنے میں مدد کی اور جاتے وقت ایک موبائل گفٹ دیا تھا میں نے بھی اپنے گلے کا لاکٹ اتار کر اس کو دیا جو سلور کا تھا قارئین کہتے ہیں کہ برے وقت کا کچھ بھی پتہ نہیں چلتا کہ کس وقت انسان پر برا وقت آتا ہے۔

پردہ تو ہوش والوں سے کیا جاتا ہے
بے نقاب چلے آؤ ہم نشے میں ہیں۔

لیکن بدقسمتی سے اسی وقت اس کی بھابھی اٹھ گئی دروازے سے نکلتے وقت مجھے دیکھ لیا ساتھ ہی شور مچانا شروع کردیا کہ چور چور گھر کے سارے افراد اٹھ گئے تھے لیکن میں اس وقت نکل چکا تھا اور جھاڑیوں سے اپنی بائیک نکال ہی رہا تھا کہ چار آدمی پہنچ گئے یہ اس کے بھائی تھے جنہوں نے مجھے پکڑ کر اپنے گھر لے آئے اور بھابھی سے کہا۔

یہی تھا وہ چور۔

بھابھی نے کہا جی ہاں یہی تھا۔

یہ سب تماشا مسرت دیکھ رہی تھی مسرت کے سامنے ہی اس کے بھائیوں نے میری ایسی مرمت کی کہ کوئی ایسا کسی دشمن سے بھی نہیں کرسکتا تھا میرا بازو توڑ دیا پاؤں بھی شدید زخمی کردیا۔ مسرت چپ چاپ آنسو بہاتی رہی میں جانوروں کی طرح مار پر مار کھا رہا تھا پھر بڑی مشکل سے مسرت کے ابو نے میری جان چھڑائی

قارئین کرام آپ ہی بتائیں کہ کسی کے سامنے اسکا پیار مار کھا رہا ہو وہ درد سے تڑپ رہا ہو تو دیوانی پر کیا گزرے گی یہ کیسا لمحہ ہوگا یہاں پہ مجھے وہ گانا ضرور یاد سمجھوں گا،

کوئی پتھر سے نہ مارے میرے دیوانے کو

پھر مجھے پولیس کے حوالے کردیا گیا۔ پھر مسرت کو بھی میرے سامنے لایا گیا میں بھی رو رہا تھا وہ بھی رو رہی تھی لیکن بولی۔

ہاں یہ اس دن چوری کی نیت سے ہمارے گھر آیا تھا میں نے جب اس کو بھاگتے ہوئے دیکھا تو بھابھی کو جگایا پھر ہم نے شور مچادیا بھائیوں نے اس کو پکڑ لیا اور میں اس کو جانتی ہوں نہ ہی اس سے پیار کرتی ہوں۔

میں نے بھی اس کو رسوا نہ کیا اوراس کی بات کی تائید کی کہ میں ہوش میں تھا سو اس کے گھر چلا گیا اور پھر جو ہوا آپ کے سامنے ہے سو مجھے سزا ہوگئی۔ میں جیل میں اپنی زندگی کے دن گزار رہا تھا ملاقات کے لیے اکثر دوست احباب عزیز آتے رہے۔ میں دن رات میں صرف یہی سوچتا رہا کہ محبت قربانی مانگتی ہے یہ میرا مقدر تھا غلطی میری تھی وہ تو حسن کی دیوی تھی وہ میری محبت تھی جیل میں ہر کوئی مجھ سے یہی پوچھتا تھا کہ تم چوری کے کیس میں آئے ہو میں پھر بہت شرمندہ ہوتا۔ لیکن جب میں نے ان کو اپنی داستان سنائی تو وہ مجھ کو داد دینے لگے۔ سب کی ہمدردیاں

جنم لیتا ہے
قارئین کرام انسان سوچ سے جنم لیتا ہے
جب ایک چھوٹا بیٹا ماں کی آغوش میں جنم لیتا ہے تو اس کا ماں باپ اسکو کیسے سوچ سوچ کر اس کی پرورش کرتا ہے انسان کو ضرور سوچیں آتی ہیں لیکن آپ یقین کریں کہ جیل کی زندگی میں صرف خدا کو سوچتا تھا ہمیشہ خدا سے مانگتا تھا کبھی مسرت کی بے وفائی کو نہیں سوچا خدا نے بہت صبر اور ہمت دی تھی ایک دن ایک افیسر کے ساتھ مسرت آگئی میرے تو ہوش اڑ گئے میرا رنگ زرد پڑ گیا میں سوچ میں پڑ گیا کہ مسرت ایس پی کے ساتھ میرا جسم اپنی جگہ ساکن ہو گیا وہ آتے ہی میرے پاؤں میں گر گئی میں زندہ بھوت کی طرح کھڑا تھا میں نے اف تک نہیں کی نہ ہی اس کے ساتھ بات کی اس نے اپنا سر میرے پلو میں رکھ دیا اور رو رو کر مجھے کہا۔

جانی اس دن جب تم مار کھا رہے تھے میرے دل پر جو گزر رہی تھی وہ خدا ہی جانتا ہے لیکن میں تمہیں بچا نہ سکی میں بہت مجبور تھی تمہارے لیے صرف دعا کر سکتی تھی۔ بھائیوں نے مجھے کہا تھا ہم اس کو تمہارے سامنے ماریں گے اگر تم نے بچانے کی کوشش کی تو ہم اس کو گولی مار دیں گے تم صرف کھڑے ہو کر تماشا دیکھو گی یہی تمہاری سزا ہے کیونکہ ایک بھائی کے ہاتھ میں پستول تھا میں ڈر کی وجہ سے اور آپ کی زندگی بچانے کے لیے خاموش تماشائی بنی ہوئی تھی۔ میں بہت مجبور ہو گئی تھی میری دنیا برباد ہو رہی تھی میری زندگی اجڑ رہی تھی میں تمہیں کھونا نہیں چاہتی تھی تمہارا زندہ رہنا تمہارا زندہ رہنا میری محبت کا حق تھا تمہاری زندگی ہی میری محبت تھی میں نے جو کیا صرف

گزری میری کیا حالت تھی بہت کوشش کے بعد میں تم سے ملنے آئی ہوں۔ میں حد سے زیادہ مجبور تھی اب تمہاری مرضی ہے مجھے سزا دو میں محبت سمجھ کر قبول کر لوں گی۔

اس کے آنسو سے میرے دونوں پاؤں گیلے ہو گئے تھے لیکن میں اپنی جگہ پر ساکن خاموش کھڑا تھا پھر میں اس کو اوپر اٹھایا پہلے چند لمحے اس کو دیکھتا رہا۔ پھر کہا۔

سویٹ جانی میں جانتا تھا کہ تم مجبور تھی تمہاری مجبوری بھی میرے لیے محبت تھی پھر گلے لگا کر اس کو حوصلہ دیا۔ اور اتنا رو دیا کہ میں آج بھی یاد کرتا ہوں تو آنکھوں سے آنسو خود بخود دریا کی طرح رواں ہو جاتے ہیں پھر اس نے مجھے اپنے ہاتھ پاؤں کے زخم دکھائے جو اس کے ظالموں بھائیوں نے دئے تھے جو شدید گہرے زخم تھے میں نے اس کے ہر زخم کو پیار کی نظر سے چوما میں نے سوچا کہ کتنے ظالم ہیں یہ لوگ چلو تو غیر تھا لیکن مسرت تو ان کا اپنا خون تھی کم سے کم اسکو تو معاف کیا ہوتا پھر نے ایس پی صاحب کا شکریہ ادا کیا اور ان کو سلوٹ کیا وہ مسکرا دیئے۔ پھر مسرت سے گپ شپ لگائی وہ سامان بھی ساتھ لائی تھی جو ہم نے مل کر کھایا وہ پھر چلی گئی۔

قارئین کرام میں اس دن بہت ہی خوش تھا سوچ رہا تھا کہ یہ زندگی بھی کیا ہے آخر زندگی کا مقصد کیا ہے میرے خیال میں دنیا ایک نفسا نفسی کا دور ہے اور میرے خیال میں زندگی کا مقصد دوسروں کے کام آنا ہے لیکن آج کا ایسا دور ہے کہ لوگ بہن بیٹی ماں کو زندگی میں قید کر دیتے ہیں تو

کے دمیں کسی کے لیے محبت نہیں ہو محبت کی قدر نہیں کرتا اور انسانیت کی قدر نہیں کرتا جس نے محبت نہیں کی گویا وہ پیدا نہیں ہوا محبت کرنا اپنے بس کی بات نہیں بلکہ محبت کی نہیں جاتی محبت ہو جاتی ہے۔

آپ یقین کریں مجھے صرف زندگی میں کرکٹ سے محبت تھی اور یہ لڑکی سے محبت کے نام سے میں بالکل ناواقف تھا اور پھر یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ محبت کے دشمن بھی نکلیں گے اور اتنے ظالم ہوں گے کہ کسی کے اپنے بھی دشمن بن جائیں گے۔

پھول کھلتے ہیں کلیاں کھلنے نہیں دیتیں
دو دل ملتے ہیں مگر یہ بے درد دنیا ملنے نہیں دیتی

ایس پی کی مہربانی سے مجھے جیل سے رہائی مل گئی کیونکہ انہوں نے ہی مسرت کو جج صاحب کے پیش کر دیا جس نے میرے حق میں سب کچھ بتا دیا اور پھر جج صاحب نے میرے حق میں فیصلہ سنا دیا اور میں رہا ہو گیا۔ اور مسرت کے گھر والوں کو بھی کہہ دیا ہے کہ لڑکی اپنی مرضی سے شادی کرنا چاہتی ہو کوئی رکاوٹ نہ ڈالی جائے۔ کرکٹ کا کھلاڑی جیل سے رہا عشق کا مقدمہ جیت گیا تھا مسرت کو دلہن بنا کر گاؤں لے گیا۔

قارئین کرام آپ ہی بتائیں کہ ارمانوں کا قتل کرنیوالوں کی سزا کیا ہونا چاہیے میرے خیال میں تو پھانسی ہونی چاہیے خیر جو ہوا میں آج بہت ہی خوش تھا۔ لیکن مسرت کے والدین اپنے کیے پر شرمندہ تھے وہ مسرت سے ملنے کے لیے بے چین ہیں لیکن مسرت ان سے ملنے کو تیار نہیں ہے آپ بتائیں کہ اب کیا کرنا چاہیے ان کو معاف کر دینا چاہیے یا ایسے ہی رہنا چاہیے۔ مجھے آپ کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔

مزاحیہ جگنی

بازار دی لیاندا پھٹا کدو
حلوائی تو لیاندا بھسا لڈو
تو اینوں رج رج کھا کوڑھیے
اے فصلاں دی کھڈ چوئی اے
پر ویکھن چہ لگے چھوٹی موئی اے
ذرا کڑکی وچ آ کوڑھیے
تو منڈی دا کانا بینگن
تو لگدی چوئی دی مینگن
ذرا باہر چلا کوڑھیے
تو بانکے دا پھٹا سلنسر اے
جیویں نکھلے سوالاں دا انسر
تو چنگی شکل بنا کوڑھیے
طالب حسین کوٹ چباری والا

اس سے پہلے کہ بے وفا ہو جائیں
کیوں نہ اے دوست ہم جدا ہو جائیں
تو بھی ہیرے سے بن گیا پتھر
ہم بھی کل جانے کیا سے کیا ہو جائیں
تو کہ یکتا تھا بے شمار ہوا
ہم بھی ٹوٹیں تو جا بجا ہو جائیں
ہم اگر منزلیں نہ بن پائے
منزلوں تک کا راستہ ہو جائیں
دیر سے سوچ میں ہیں پروانے
راکھ ہو جائیں یا ہوا ہو جائیں
اب کے گر تو ملے تو ہم تجھ سے
ایسے لپٹیں تیری قبا ہو جائیں
عشق بھی کھیل ہے نصیبوں کا
چاہے زندگی بھر خوار ہو جائیں
بندگی ہم نے چھوڑ دی ہے ساگر
کیا کریں لوگ جب خدا ہو جائیں

خدا کا انصاف

--تحریر--عافیہ گوندل-جہلم-

شہزادہ بھائی-السلام وعلیکم-امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
قارئین جو نام اور عزت مجھے جواب عرض نے دی ہے اور میں اس کی بے حد مشکور ہوں مجھے بے حد خوشی ہوتی ہے ایک بار پھر میں اپنی دوسری کہانی جس کا نام میں نے-خدا کا انصاف-رکھا ہے امید ہے کہ آپ جناب اسے جواب عرض میں شائع کر کے مجھے شکریہ کا ایک بار پھر موقع دیں گے-جو دوست میری کہانی کو پسند کرتے ہیں ان کی مشکور ہوں اور جو دوست مجھے اپنے دلوں میں یاد رکھتے ہیں ان کو میرا پیار بھرا سلام اور محبتیں چاہتیں اور دل کی گہرائیوں سے ہزاروں دعاؤں کے ساتھ سلام قبول ہو میں ادارہ جواب عرض کی جتنی بھی تعریف کروں کم ہے۔
دارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا-اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

نام ہے چلتے رہنے کا زندگی کبھی رکی
زندگی نہیں کسی کے لیے بس چلتی ہی رہتی
ہے اور چلنا ہی زندگی کا نام ہے اور جہاں زندگی
رک جاتی ہے وہاں موت واقع ہو جاتی ہیں۔

زندگی نام ہے چلتے رہنے کا
رک جائے تو موت ہوتی ہے

ہم انسان کثر سوچتے ہیں کہ زندگی نے ہمیں کوئی بھی اس کا جواب نہیں دے سکتا-زندگی جب خوشیاں دیتی ہے تو انسان غم بھول جاتا ہے اور جب غم آتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ اے خدا یہ غم کیوں ملے ہمیں غم بھی انسانی زندگی کا ایک اہم حصہ ہیں چھ یوں ہم غم ملتے ہی اداس ہو جاتے ہیں-کبھی بھی تو ساری زندگی گزر جائے تو پتا نہیں چلتا کہ زندگی گزر گئی زندگی کے بعد دوسری زندگی بھی ملتی ہے جو شاید پر سکون ہوتی ہے زندگی سے ہمیں غم بھی ملتے ہیں اور خوشیاں بھی کچھ تو غم ہمیں بڑا اچھا سبق دیتے ہیں اور کچھ خوشیاں ہم میں غرور پیدا کر دیتی ہیں-ہر انسان کی ایک روٹین زندگی ہوتی ہے صبح و شام کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا۔

وہ ہر رات دیر سے سوتا اور صبح دیر سے اٹھتا کبھی اس کو کسی نے نہیں روکا کہ مانی صبح اٹھا کرو نماز پڑھا کرو مانی اپنی ہی مانتا تھا لاڈلا جو تھا پانچ بہنوں کا واحد اکیلا بھائی یاروں کا یار اور دشمنوں کا دشمن عمران عرف مانی-مانی جب پیدا ہوا تو پہلے ہی اسکی دو بہنیں تھیں جان وارنے والی ماں صدقے واری جانے والا بابا-

مانی بہنوں کا بادشاہ بہنوں کا سرتاج مانی سے تین چھوٹی بہنیں تھیں مانی اکیلا بادشاہ تھا پانچ بہنوں کا اور ماں باپ کا جان و جگر ماں کا مانی کو خود پہ اعتبار اتنا کہ کوئی اسے خود ہار ہی نہیں مان-گا۔

ہر جنگ کو قبول ہی نہیں تھی مانی ہر میدان میں جیت جاتا بغیر محبت کیے-مانی جیت کر وہ جشن مناتا کہ سب دشمنوں اور یاروں کو دعوت دیتا اور کہتا کہ آج جشن میں سب کچھ ہوگا شراب اور مانی کے یار ہوتے دعوت ہوتی جس میں ہر بندہ نیک و بد ہوتا مانی زندگی میں کبھی بھی نہیں ہارا تھا اس لیے اسے اپنی ہار اپنی توہین لگتی تھی مانی شاہ اپنے نام کی طرح ہی شاہ تھا زندگی سے مانی کو کوئی گلہ نہیں تھا گلہ تو ان لوگوں کو ہوتا جن کے پاس زندگی گزارنے کی سہولتیں نہ ہوتی مانی جیسے لوگ اپنے نام کی طرح شاہ بھی ہوتے ہیں شاہ سخی-لوگ بس شاہ ہی ہوتے ہیں۔

معمول کے مطابق صبح دیر سے اٹھا اٹھ کر ناشتہ کیا اور کھیتوں میں بابا کی مدد کے لیے چلا گیا اور دیر سے آنے پہ اسکی پانچ مائیوں جیسی بہنوں کو فون کال سے تنگ آ کر گھر آ گیا جب بہنوں نے مانی کو مٹی میں گندھا ہوا دیکھا تو کہا کہ مانی تو نے آج کام کیا کھیتوں پہ یہ خوشی بہنوں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے مانی بہنوں کی یہ حالت دیکھ کر کبھی خوش ہوتا اور کبھی حیران اسی طرح مانی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکا تھا اور مانی گورا چٹا لمبا قد لمبی ناک بڑی بڑی آنکھیں انار جیسی سرخ گال کسی شہزادے کا سا مانی اپنی ماں کا شہزادہ اور اپنی بہنوں کا پیرو ہی تھا-زندگی کبھی ختم ہو جائے کوئی یقین سے نہیں کہہ سکتا مانی جوان ہو گیا اور جب جوانی ہو تو حسن بھی ہو تو کون کافر عشق نہیں کرے گا عشق افئیر زدہ افئیر ز جو بالکل ناجائز ہوتے ہیں مانی بھی ایک لڑکی سے پتا نہیں یہ لڑکے اور لڑکیاں کیوں ناجائز پیار کو عشق کا نام دے دیتے ہیں مجھے ان لڑکیوں سے گلہ ہے جو والدین کی محبت چاہت اور اعتبار کو ایک ٹھوکر مار کر کسی غیر کے لیے رات کو حسب گھر والوں کو نیند کی گولیاں کھلا کر خود کسی غیر محرم سے ناجائز تعلق قائم کرنے چلی جاتی ہیں مانی خود ایسا نہیں تھا یا شاید ایسا ہی تھا لڑکی کا قد درمیانے درجہ کا اور ناک لمبی گوری چٹی اور بڑی بڑی گول مٹول سی آنکھیں اور گول مٹول سی سارہ مانی کے دل کو کچھ کچھ ہونے لگا اور سارا شریف کی بیٹی تھی شریف اپنے نام کی طرح ہی شرف تھا مگر بیٹی نے اس کے نام کا بھی احترام نہیں کیا اور سارہ کو بھی مانی کا ایک اشارہ ہی چاہئے تھا سارا کو ایک بہت بے حیا لڑکی کہنا چاہئے تھا سارا جیسی ہی بیٹیاں والدین کا سر جھکاتی ہیں-مانی نے سارہ کو ایک خط لکھا اور تحریر کچھ یوں تھی۔

اسلام علیکم-ڈئیر سارہ میں تمہیں ملنا چاہتا ہوں سارہ پہلے ہی شاید انتظار میں تھی کہ مانی سے ملوں مختصراً اسے خوشی کا جواب سارہ نے بھی جلدی ہی دیا اور کہا۔

ڈئیر میں بھی تم سے ملنے کو بے تاب ہوں آج رات ہی پھر ملتے ہیں۔

مانی کو رات کو سارہ ملی اور مانی سارہ ناجائز تعلقات قائم کر لیا جو ایک باحیا آدمی کو زیب نہیں دیتا تو یہ اللہ معاف کرے مانی سائرہ کو ملتا رہا اور سائرہ مانی کو اسی طرح ہی ہر بچے بچے کی زبان پر سارہ مانی اور مانی سارہ کا نام لیا جانے لگا وہ کہتے ہیں ناساک بناتے ہیں بیس سال لگتے ہیں۔

اور یہ ساک پانچ منٹ میں برباد ہو جاتے ہیں ساری بھی والدین کی صدیوں کی ساک منٹوں میں خاک میں ملا دی-یہ تھا مانی کا پیار اس

پیار نواب کیا نام دیں گے ہیں تو اسے بے عزتی اور بے حیائی کے علاوہ کچھ نہیں کہوں گی کچھ ہی ماہ گزرے تھے کہ مانی اور سارہ کے پیار کو رنگ دے دیا یوں کہنا چاہیے کہ ان کے لگائے ہوئے پودے جیسے بے حیائی کہنا چاہیے تھا پھل دینے پہ آ گیا تھا سارہ مانی کے بچے کی ماں بننے والی تھی ناجائز اولاد پیدا ہونے والی تھی شریف کی صاحبزادی نے نیا چاند چڑھایا تھا ماں کو پتا چلا تو ماں نے منع کیا اور بچہ کو موت کے منہ میں ڈال دیا ماں جس کے قدموں میں جنت ہوتی ہے ناجائز کام کی وجہ سے ماں ماں نہیں رہی تھی بلکہ قاتل بن گئی تھی خدا کے لیے ناجائز تعلق سے آپ کو وقتی طور پر تعلق سے آپ کو وقتی سکون تو ملتا ہے مگر زندگی بھر آپ خود کو معاف نہیں کر سکتے۔

میری تمام بہنوں اور بھائیوں سے درخواست ہے کہ خدا کے لیے کسی سے اگر آپ کو پیار ہو جائے تو اس کی روح سے پیار کریں جسم سے نہیں کسی کی خوبصورتی سے نہیں مانی سے سارہ اس لیے پیار کرتی تھی کہ مانی دولت مند تھا خوبصورت تھا ہینڈسم تھا لاڈلا تھا اس لیے اور مانی سارہ سے اس لیے کرتا تھا کہ سارہ کا جسم بھرا بھرا سا تھا اور حسن بھی پاس تھا اس لیے سارہ مانی ایک بچے کے قاتل بن گئے اور ساری جیسی بیٹی ہی والدین کو زندہ دفن کرواتی ہیں والدین جیتے جی مر کر بھی جی نہیں سکتے سارہ مانی کا اصل دیکھ کر بھی اسکے پیچھے ہی پڑی رہی بس جسمانی حواس کے لیے سارہ مانی سے ایک ہونے کا کہتی رہی اور مانی سارہ کو بھروسہ دیتا رہا اسی بھروسہ پہ سارہ مانی کے دوسرے بچے کی ماں بننے جا رہی تھی پھر ایک قتل یا خدا تو کیوں نوازتا ہے ان لوگوں کو جو تیری رحمت اور نعمت کی قدر نہیں کرتے پھر سے سارہ ایک قاتل بن گئی کیوں آنے سے پہلے ہی ان معصوم بچوں کو مار دیا تھا تھا کیوں۔ سارہ نے جب دوسرا بچہ قتل کیا تو شاید سارہ کو احساس ہو گیا ہو کہ مانی اسے اپنانے کا نہیں بس جسمانی پیار کر کے اس کی زندگی برباد کر دے گا سارہ نے مانی کو چھوڑ دیا مانی کی کوئی بے عزتی ہوئی اور سارہ کی بھی دونوں اپنے نئے عشق میں مطلب بے حیائی میں مگن ہو گئے سارہ شریف کو کوئی اور امیر زادہ مل گیا اور مانی کو کوئی اور پیار کی بھوکی مل گئی مانی بھول گیا تھا کہ سارہ کو اور سارہ بھول گئی تھی مانی کو یوں کچھ ہی عرصہ ہوا تھا کہ مانی کسی جرم میں قید ہو گیا اور مانی کے لیے دعا کرنے والے ہاتھ کیا کم تھے یہاں مانی کے لیے کسی کی بد دعائیں بھی تھیں مانی کو چار سال کے لیے قید کیا تھا پھر درخواست دی مانی کے گھر والوں نے اور اسی طرح مانی ڈیڑھ سال بعد گھر آ گیا مانی پہلے سے زیادہ خوبصورت لگنے لگا ہر دیکھنے والا مانی کو دیکھ کر سبحان اللہ ضرور کہتا ابھی فصل گل کھلی ہی تھی کہ مانی کی زندگی فصل مرجھا گئی۔

ستائیس مئی کو ہر آنکھ اشک بار تھی کوئی قیامت کا منظر تھا لگتا تھا کہ ابھی طوفان آئے گا اور پورے شہر کو اپنے ساتھ لے جائے گا برباد ہو گئی اس کی بہنیں مانی کی موت حادثاتی ہوتی تو شاید لوگ بھول جاتے مگر مانی کی موت کو دوسروں لفظوں میں کتے کی موت کہتے ہیں مانی ستائیس مئی کو روٹین سے ہٹ کے اٹھا صبح صبح مانی اٹھ کر کھیتوں کو کو پانی دینے گیا بغیر ناشتہ کیے ٹیوب ویل چلا کر مانی گھر ناشتے کے لیے آ رہا تھا کہ کچھ لوگوں نے مانی پر حملہ کر دیا اور مانی کو تین چار گولیاں ماردیں اور مانی اسی وقت ہی جان بحق ہو

چادر چھین لی جائے تو کیا حال ...

مانی ستائیس مئی کو بہنوں کو روتا ہوا چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے سو گیا تھا مانی جس کے ہاتھوں پتہ نہیں کتنے معصوم بچے مرے تھے وہ خود مر گیا یہ تھا اللہ کا انصاف ایک طرف دکھ تھا لوگوں کو مانی کی جوانی کی موت کا اور دوسری طرف کچھ لوگ خوش تھے کہ ان کی عزتوں کے ساتھ کھیلنے والا مانی آج مر گیا ہے سچ تھا مانی کے بوڑھے ماں باپ کا جوان بہنوں کا مانی شاہ کو تو نام ہی لینے والا کوئی نہیں رہا مانی شاہ کی تو نسل ہی ختم ہو گئی ابھی بڑھنے سے پہلے ہی پتا نہیں یہ زندگی کیا ہے دکھ نہیں یا خوشی ہے کوئی جواب دے سکتا ہے۔

قارئین اکرام سے گزارش ہے کہ پلیز مانی کے لیے دعا کریں اور تمام بھائیوں سے اور اپنی پیاری بہنوں سے گزارش ہے کہ خدا کے لیے ناجائز خواہش اپنے دلوں سے نکال دو اور کبھی اگر کوئی آپ کے ساتھ کچھ برا کر بھی دے تو اسے معاف کر دیا کرو کیا پتہ آپ کی بد دعائیں کسی سے اس کا سہارا چھین لے خدا کے لیے کبھی کسی کو بد دعا نہ دیا کریں زندگی رہی تو پھر ملیں گے اپنا خیال رکھنا اور دعاؤں میں یاد رکھنا اپنی رائے سے ضرور نوازیے گا اللہ نگہبان۔

تم مینوں مار گیا۔

ساڈی سے جوانی گئی دس تیرا کی یار گیا

تمنا سے نہیں تنہائی سے ڈرتے ہیں
پیار سے نہیں رسوائی سے ڈرتے ہیں

------نورقاسم، بیلہ ملتان

میرے مولا بتا مجھ کو سہارا کیوں نہیں ملتا
مجھے اس شہر میں ہر دن ہزاروں لوگ ملتے ہیں
جیسے میں ڈھونڈنے نکلا وہ پیارا کیوں نہیں ملتا
میرے مولا بتا مجھ کو سہارا کیوں نہیں ملتا

..........زاہد اقبال پتوکی

آپی نادیہ میواتی کے نام

تیری یاد جو سینے سے لگا رکھی ہے
ہم نے دنیا میں الگ دنیا بسا رکھی ہے
ہم کو معلوم نہیں چاہت کے تقاضے لیکن
ہم نے تیری باتوں کے سوا ہر بات بھلا رکھی ہے
سفر مشکل ہے معلوم ہے لیکن
تو ہمارا ہے تو ہر فکر مٹا رکھی ہے
تو بھلا دے تو بھلا دے لیکن ہم نے
تیری خوشبو بھی تصویر بنا رکھی ہے

------مصباح کریم میواتی

غزل

آج روٹھے ہوئے ساجن کو بہت یاد کیا
اپنے اجڑے ہوئے گلشن کو بہت یاد کیا
جب کبھی گردش تقدیر نے گھیرا ہے مجھے
گیسوئے یار کی الجھن کو بہت یاد کیا
شمع کی جوت پہ جلتے ہوئے پروانوں نے
اک تیرے شعلہ دامن کو بہت یاد کیا
جس کے ماتھے پہ نئی صبح کا جھومر ہوگا
ہم نے اس وقت کی دلہن کو بہت یاد کیا
آج ٹوٹے ہوئے سپنوں کی بہت یاد آئی
آج بیتے ہوئے لمحوں کو بہت یاد کیا
مطمئن ہو ہی گئے دام قفس میں ہم تصور
ہم اسیروں نے نشیمن کو بہت یاد کیا

رحیم شاہ، سانگھڑ

مجھ سے روٹھے میرے ساجن

۔۔تحریر۔انتظار حسین ساقی۔تاندلیانوالہ۔فیصل آباد۔

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
اس بار میں جو کہانی لے کر آیا ہوں اسکا نام میں نے۔مجھ سے روٹھے میرے ساجن۔رکھا ہے امید ہے سب کو پسند آئے گی مجھے آپ لوگوں کی محبتوں کا شدت سے انتظار رہے گا میں نے اس سٹوری میں معاشرے کے بہت ساری ایسی باتیں ہیں جن پہ لکھا ہے اور جن پر لکھنے کی ضرورت تھی بہت سی ہماری خواہشوں کے لیے مشکلات ہوتی ہیں میں نے غربت۔ذات۔پات اونچی شان وشوکت بڑے بڑے اونچے خاندان کے اندونی مسائل کو اجار کر دیا ہے۔غربت اور مفلسی کی باتیں بھی بہت اچھے انداز سے پیش کی ہیں اور رنگ نسل ذات پات سے مٹ کر محبت کو اعلیٰ مقام دیا ہے۔۔۔
دارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ انتظار حسین ساقی۔فون نمبر 0300.6012594۔

زندگی دکھوں سے بھری پڑی ہے جس شخص کو دیکھو وہی شخص دکھی ہے کسی کو غربت کا دکھ کسی کو بیماری کا دکھ کسی کو اولاد کا دکھ کسی کو بیماری کا دکھ کسی اولاد نہ ہونے کا دکھ تو کسی کو اولاد کے ہونے کا دکھ کسی کو بیٹی کا دکھ تو کسی کو بیٹی کی شادی کا جہیز کی دکھ کسی کو بیٹی کی مقدر کا دکھ کسی کے پاس گھر نہیں گھر کا دکھ کسی کے پاس گاڑی نہیں گاڑی کا دکھ ہر انسان آپ کو ایک سے بڑھ کر ایک دکھی ملے گا انسان کس کس کے دکھ سنے دنیا میں اتنے دکھ ہیں کہ انسان اپنے دکھ سنانے لگے تو دوسروں کے دکھ بھول جاتا ہے میرے بھی دکھ ہیں دنیا میں کتنا غم ہے میرا غم کتنا کم ہے غم دکھ سکھ انسان کی زندگی کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں عروج وزوال انسانی زندگی کا ایک حصہ ہوتے ہیں انسان دکھوں غموں سے لڑتے لڑتے ایک دن ورنہ بہت سے رشتے ایک دم سے بدل جاتے ہیں بہت پیار کرنے والے انجان اور بیگانے بن جاتے ہیں ساتھ ساتھ چلنے والے ساتھ جینے مرنے کی قسمیں اٹھانے والے منہ پھیر لیتے ہیں دوست محبت کرنے والے جب دشمن بن جاتے ہیں تو پھر وقت کتنا مشکل اور کرب ناک ہوتا ہے یہ تو وہ انسان ہی جان سکتا ہے جس کے خواب بکھرے ہوں جس کی خواہشوں کو کسی کی نظر لگی ہو جس کا ساجن جس کا جیون اس سے روٹھ جائے اور کبھی واپس نہ آئے کسی کے چلے جانے کے بعد انسان کو احساس ہوتا ہے کہ محبت کے خواب چکنا چور ہوتے ہیں ان کر کرچیاں کتنی تیز اور زخمی کر دینے والی ہوتی ہیں جن سے ہاتھ نہیں دل اور روح بھی زخمی ہوتی ہیں خدا کبھی کسی رشتے کو کسی سے جدا نہ کرے محبت کرنے والے بچھڑ کر دور ہو کر جدا ہو کر

جینا بہت مشکل ہوتا ہے محبت میں بچھڑنے والے اکثر زندہ تو رہتے ہیں مگر ایک زندہ لاش کی طرح۔ زخمی سی مسکراہٹ اپنے ہونٹوں پر سجائے ہوئے خدا کبھی کسی کو محبت کو کبھی جدا نہ کرے۔

جینا مرنا کیا ہوتا ہے
تجھ سے ملنا اور بچھڑنا

قارئین میں ہر بار کوشش کرتا ہوں کہ آپ سب قارئین کے لیے کوئی نہ کوئی اچھی داستان اور سٹوری لے کر حاضر ہوں تا کہ آپ کو کوئی نہ کوئی چیز حاصل ہو سکے آپ تمام لوگوں سے میری کاوشوں کو بہت پسند کرتے ہیں میری حوصلہ افزائی کرتے ہیں اس لیے ہر بار میری کوشش ہوتی ہے کہ آپ کو اپنے قلم سے کچھ سبق آموز چیز دی جائے۔ کچھ عرصہ پہلے میری ایک سٹوری پڑھ کر میری ایک قاری نے مجھے کہا۔

سر میں آپ کی بہت بڑی فین ہوں اور آپ کی سٹوریوں کو دیوانوں کی طرح پڑھتی ہوں میرے گھر والے مجھے پڑھنے نہیں دیتے پر میں چھپ چھپ کر پڑھتی ہوں سر میری بھی ایک داستان ہے میں چاہتی ہوں کہ آپ میری سٹوری کو لکھیں۔

میں نے کہا۔ ٹھیک ہے میں لکھ دوں گا۔

اس نے کہا۔ ٹھیک ہے سر میں آپ کو کچھ دن تک خود کال کر کے بتاؤں گی۔

میں نے کہا ٹھیک ہے۔

اس کے بعد اس لڑکی کی کبھی کال نہ آئی مجھے تو وہ یاد بھی نہیں تھی کہ۔۔۔ مگر کچھ دن پہلے پورے تین سال کے بعد اسی لڑکی کی کال آئی اور اس نے مجھے وہ تین سال پہلے والی بات یاد دلائی تو مجھے یاد آیا

سر میری سٹوری ضرور لکھنا۔

میں نے کہا اب کتنے سال کے بعد آپ نے کال کرنی ہے۔

نہیں نہیں سر میں آج ہی ابھی ہی آپ کو اپنی سٹوری لکھواتی ہوں اس لڑکی نے اپنی داستان کچھ اس طرح سے سنائی۔

خوشی ملی تو کوئی درد مجھ سے روٹھ گئے
دعا کرو کہ میں پھر سے اداس ہو جاؤں

میرا نام دعا ہے ہم اٹک کی ایک تحصیل میں رہتے ہیں مجھ سے بڑے میرے چار بھائی ہیں میں دعا سب سے چھوٹی ہوں امی ابو بھابیاں ان کے بچے تین بھائیوں کی شادیاں ہو چکی ہیں ایک کی ابھی شادی نہیں ہوئی ہے میں اور میرے بھائی کی شادی ابھی نہیں ہوئی اللہ پاک کا کرم ہے اس نے ہر چیز عطا کی ہے تین بھائی باہر ہوتے ہیں دوسرے ملک یو کے۔ میں اور ایک بھائی پاکستان میں ہوتے ہیں میرے ابو نے امی سے شادی اپنی پسند کی کی تھی یعنی ابو اور امی کی پسند کی شادی لو میرج تھی ابو اٹک میں رہتے تھے کام کرنے کے سلسلے میں سند گئے اور امی کو پسند کیا اور پھر گھر والوں کی پسند اور رضامندی سے سب سے پہلے ابو کی خواہش تھی کہ ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوا اور ایسا ہی ہوا پہلا بھائی پیدا ہوا اس کا نام عمران رکھا دوسرا بھائی پیدا ہوا اس کا نام فیضان رکھا تیسرا بھائی پیدا ہوا تو اس کا نام رمضان رکھا اور چھوتھا بھائی پیدا ہوا تو اس کا نام علیان رکھا اور بڑی منتیں اور مرادوں سے اور امی ابو کی درباروں پہ جا جا کر دعا مانگنے پر ایک بیٹی بھی دے اور یوں میں اپنی امی ابو کی دعاؤں سے اس دنیا میں آئی میرے پیدا ہوتے ہی امی اور ابو نے بہت خوشی منائی جیسے

لوگ بیٹا ہونے پر کرتے ہیں مٹھائی تقسیم کی گئی اور ساری فیملی اور خاندان میں میری امی اور ابو سے بہت پیار کرتے تھے وقت گزرتا رہا میں بڑی ہوتی گئی میں سکول جانے لگی میں گھر والوں کی جان تھی سب گھر والے مجھے اتنی محبت کرتے تھے کہ میری ہر خواہش کا احترام کرتے تھے میری ہر فرمائش پوری کرتے تھے میرے منہ سے نکلا ہوا لفظ ابھی میرے منہ میں ہوتا تھا میرے ابو گھر والے پورا کر دیتے تھے گھر والوں کی جان تھی میں سب مجھے دیکھ دیکھ کر جیتے تھے آہستہ آہستہ میں سکول کی چار دیواری سے نکل کر کالج کی سطح تک پہنچ گئی میں جوان ہو گئی تھی میں کالج جاتی تھی ہمارے گھر سے کچھ فاصلے پر کالج تھا میں پیدل جاتی تھی مجھے تعلیم حاصل کرنے کا اور اپنی زندگی میں بہت کچھ کرنے کا شوق تھا میں جب گھر سے تیار ہو کر نکلتی تو میری امی مجھے روز کہتی کہ بیٹا تم اتنی خوبصورت ہو اتنی اور نہ سنوارہ کرو مجھے اس بات کا خوف رہتا ہے کہ ہیں آپ کو کسی کی نظر نہ لگ جائے میں کہتی امی جان میں کہاں خوبصورت ہوں دنیا میں کتنے لوگ خوبصورت ہیں صرف مجھے ہی نظر لگے گی میں بہت خوبصورت تھی لمبا قد گول گول سے سرخ گال لمبے لمبے گھنے سیاہ بال موٹی موٹی آنکھیں بڑی بڑی پلکیں اور سفید دودھ جیسا رنگ اور اوپر سے مجھ پر بھرپور جوانی جب میں کبھی کبھی بلیک کلر کا سوٹ پہن کر چلتی تو گھر والے فیملی والے خاندان والے سب میری تعریفیں کرتے کہ دعا تم بہت خوبصورت ہو خدا آپ کی اس خوبصورتی کو سلامت رکھے آمین میری جوانی میری خوبصورتی ہر دیکھنے والے کو پاگل کر دیتی تھی۔

زندگی بہت خوبصورت گزر رہی تھی میری ہر طرف سے خوشیاں ہی خوشیاں تھی مجھے کچھ پتا نہیں تھا کہ محبت عشق چاہت شادی دوستی یہ سب کیا ہوتا ہے کیونکہ میں لوگوں سے بہت کم ملتی تھی یہاں تک میں اپنی کلاس فیلوز لڑکیوں سے بھی بہت کم فری ہوتی تھی گھر سے کالج اور کالج سے گھر امی ابو اپنا روم ٹی وی اور اپنی تعلیم اس کے علاوہ کچھ بھی مجھے اچھا نہیں لگتا تھا جب تعلیم سے دل بور ہونے لگتا تو اپنے کمرے میں میوزک وغیرہ لگا لیتی تھی اور میوزک بھی مجھے خاص نہیں صرف نصرت فتح علی خان کے گیت مجھے پسند تھے میں جوانی میں خوبصورت تھی میرے رشتے آنے شروع ہو گئے مگر میں تو ابھی شادی کی کوئی بات سننا بھی پسند نہیں کرتی تھی کیونکہ مجھے اپنی تعلیم حاصل کرنی تھی اور پھر ڈاکٹر بننا تھا اور پھر شادی کی بات مگر میرے گھر میں رشتوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے سارے رشتے دار اچھے اچھے خاندان سے سارے بہت امیر لوگوں کے رشتے تھے گھر والے چاہتے تھے کہ کسی اچھے لڑکے سے اور اچھے گھر والے لڑکے سے میری شادی ہو جائے ابھی میں کالج پڑھ رہی تھی کہ میرے بھائی نے گھر والوں سے کہہ کر اپنے ایک دوست سے میرے رشتے کی بات کر دی وہ بہت خوبصورت اور امیر خاندان کا لڑکا تھا بھائی کے ساتھ یو کے میں ہوتا تھا نہ چاہتے ہوئے بھی میرے گھر والوں نے میری منگنی خرم سے کر دی اور بہت امیر ترین خاندان سے تھا میری منگنی بہت بڑی دھوم دھام سے ہوئی بہت ساری خوشیاں کی گئی تصویریں اور نجانے کیا کیا شور شرابا کیا گیا۔ پورے شہر میں پتہ چل گیا تھا کہ خرم شہزاد کی منگنی ہوئی ہے تو شادی بھی چاہتے تھے مگر میں نے کہا۔

اگر میری منگنی یا شادی کرنی ہے تو پہلے مجھے تعلیم حاصل کرنی ہے پھر شادی گھر والے میری اس بات پر رضا مند ہو گئے میری منگنی ہو گئی تھی لیکن مجھے احساس تک نہ تھا کہ میری زندگی کا فیصلہ کیا جا چکا ہے میں کالج جاتی تھی لڑکیاں مجھے مبارک باد دیتی تھیں مگر مجھے اچھا نہیں لگتا تھا کالج جاتی وہاں جہاں سے گزر کر جاتی تھی میرے کالج کے راستے میں ایک قبرستان آتا تھا اس قبرستان سے گزر کے ساتھ ہی کالج تھا وہاں سے گزر کے جانا ہوتا تھا وہاں پہ میں نے دیکھا ایک لڑکا روز کھڑا ہوتا تھا اور مجھے بڑے غور سے دیکھتا تھا میں نے کبھی غور نہیں کیا تھا۔

مگر مجھے اتنا محسوس ہوا تھا کہ وہ کھڑا روز ہوتا ہے اور وہ کھڑا بھی اسی وقت ہوتا تھا جب میں گھر سے نکل کر کالج جاتی تھی تو وہ قبرستان والے راستے کے پاس کھڑا ہوتا تھا اور آہستہ آہستہ میرے پیچھے پیچھے آنے لگا تھا مجھے کالج جانے تک ساتھ ساتھ چلتا تھا اور جب میں واپس آتی تو بھی وہ اسی قبرستان کے پاس ہی کھڑا ہوا تھا آہستہ آہستہ میں بھی اس دیکھنے لگی وہ ایک عام شکل صورت کا انسان بس عام سے شکل وصورت تھی اس کی اور رنگ بھی گورا نہیں تھا بس گندمی رنگ تھا ہلکی ہلکی موچھیں اور چہرے پہ کچھ کچھ دانے تھے میں بھی کہ کسی کی پرواہ نہیں کرتی تھی بلکہ اپنی ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی تھی بڑے نخرے والی تھی مگر نجانے کیوں وہ لڑکا مجھے اچھا لگنے لگا تھا۔

میرے دل میں اس کے لیے محبت اور ہمدردی کا جذبہ امڈ آیا تھا وہ روز کھڑا ہوتا تھا مگر کچھ بولتا نہیں تھا کبھی اس نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی تھی اور پھر ایک دن ایک لڑکی نے مجھے ایک لیٹر دیا وہ لیٹر اسی کا تھا اور جس لڑکی نے دیا تھا اس کا نام ثمرین تھا وہ میری کلاس فیلو تھی اور اسی لڑکے کے خاندان سے تھے اس کی کزن تھی اس لڑکے کا نام وفا عباس تھا اور اسی نے میرے ساتھ دوستی کرنے کے لیے اپنی کزن سے کہا تھا کہ آپ میرا یہ لیٹر اس کے دے دینا اس لڑکی ثمرین نے جو کاغذ مجھے دیا میں نے اس کو اپنے بیگ میں رکھ لیا اور گھر آ گئی جلدی جلدی اپنے روم میں گی اور اسی کاغذ کے ٹکڑے کو کھولا تو میری حیرانی کی انتہا نہ رہی کاغذ پر یہ خط کی تحریر کچھ یوں تھی۔

جان سے پیاری۔

سلام محبت۔۔

تجھے دیکھا نہ تھا تو تیری آرزو نہ تھی
جب سے دیکھا ہے تیرے طلبگار ہو گئے ہیں ہم

سار یہ جی ۔محبت ہو جاتی ہے محبت کی نہیں جاتی یہ آگ ہے جو بھڑک اٹھتی ہے بھڑ کائی نہیں جاتی محبت امیری غریبی رنگ نسل عمر نہیں دیکھتی بلکہ محبت جب ہو جاتی ہے تو کوئی فرق کوئی اختیار نہیں رہتا میں اک عام سا انسان ہوں غریب ہوں غربت وافلاس کا راج ہے میرے گھر پہ میں خوبصورت نہیں ہوں اور نہ ہی کوئی امیر خاندان سے تعلق رکھتا ہوں میں ایک غریب اور عام سے خاندان سے تعلق رکھتا ہوں میں نے آپ کو ایک شادی کی تقریب پر دیکھا تھا جب سے دیکھا ہے تم سے محبت ہو گئی ہے۔

مجھے معلوم ہے میری اتنی اوقات نہیں ہے جتنی بڑی بات کر رہا ہوں کیونکہ آپ تو بہت خوبصورت ترین ہیں آپ تو حسن کی پری ہیں آپ تو قدرت کا حسین شاہکار ہیں اچھے خاندان اور بڑے خاندان اور امیر خاندان سے ہیں میں

نے آپ کی شان وشوکت اور خاندان کی وجہ سے ڈرتے ڈرتے خط لکھا ہے اپنے خون سے تاکہ آپ کو ایک بات کا احساس ہو جائے کے کوئی امیر ہو یا غریب مگر خون کا رنگ ایک جیسا ہی ہوتا ہے میں آپ کے قابل نہیں ہوں مگر محبت ہو جائے تو کوئی بڑا چھوٹا نہیں ہوتا میں یہ نہیں کہتا کہ میں آپ کے لیے آسماں سے تارے توڑ کر لاؤں گا مگر اتنا ضرور کہنا چاہوں گا کہ جتنی محبت مجھے آپ سے ہے اتنی محبت آج تک کسی نے نہیں کی ہوگی مجھے جنون کی حد تک آپ سے محبت ہے میں ہر روز صرف آپ کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے یہاں کھڑا ہوتا ہوں۔

پلیز میری سچی محبت اور میرے سچے جذبات کا بھرم رکھنا میرے سچے جذبات کی قدر کرنا میری چاہت کا احترم کرنا صرف ایک بار اونچے خاندان اونچی عمارتوں اور اونچی سوچوں اور دولت سے بھری دنیا سے باہر آ کر سوچنا کہ میں آپ کو کتنا چاہتا ہوں مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تو جو کرنا چاہو کر سکتی ہو مگر کل میں آپ کا اس قبرستان والے راستے میں انتظار کروں گا آپ کی محبت کا طلبگار آپ کی چاہت کا خامن ایک مجبور اور محبت کے ہاتھوں دل کے ہاتھوں مجبور انسان وفا عباس۔

شہر والے اگر تم سے طلب کریں علاج تیرگی
صاحب اختیار ہو آگ لگا دیا کرو

مجھے پہلے بہت غصہ آیا خط پڑھ کر کیونکہ مجھے کیا معلوم تھا کہ محبت کیا ہوتی ہے مگر وفا عباس کے لفظوں نے میرے دل میں گھر کر دیا۔

میرے دل میں اس کی محبت کا جذبہ جاگ اٹھا تھا دوسرے دن وہ قبرستان میں کھڑا تھا اس نے سلام کیا میں نے سلام کا جواب دیا وہ بہت خوش ہوا پھر وہ روز میرے ساتھ وہاں سے ساتھ ساتھ چلتا رہتا اور ساتھ باتیں بھی کرتا رہتا آہستہ آہستہ یہ محبت پروان چڑھتی گئی ہم روز اکھٹے کالج جانے لگے اور پھر واپس بھی اکھٹے ہی آتے اور جب قبرستان کے راستے سے ہم جدا ہوتے تو وہ ہاں یہ کھڑا رہتا مجھے دیکھتا رہتا جب تک میں اس کی نظروں سے اوجھل نہ ہو جاتی تب تک وہ وہاں کھڑا ہی حسرت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہتا ہماری دوستی اور محبت اتنی بڑھ گئی کہ ایک دوسرے کو جب تک دیکھ نہ لیتے تھے چین نہیں آتا تھا پھر ہماری فون پر باتیں ہونے لگی دن رات ملتے تو ہم روز تھے اکثر ایسا ہوتا تھا کہ میں گھر سے سخ ناشتہ نہیں کرتی تھی ایسے ہی کالج چلی جاتی تھی اس کو پتہ ہوتا تھا کہ میں نے ناشتہ نہیں کیا ہوتا وہ ناشتہ لے کر کالج آ جاتا تھا کبھی مجھے دے جاتا اور کبھی ہم اکھٹے ہی بیٹھ کر ناشتہ کرتے تھے وہ اپنے ہاتھوں سے مجھے کھانا کھلاتا تھا۔

ایک دن وفا عباس نے مجھے کہا کہ میں آپ سے ضروری بات کرنا چاہتا ہوں اس وقت ہم محبت میں بہت آگے نکل چکے تھے دیکھو دراز بنب میں تم سے پیار کرتا ہوں تم سے محبت کرتا ہوں میری زندگی اب صرف تم ہو میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آپ جیسی خوبصورت اور امیر لڑ کی میرے جیسے عام شکل وصورت کے انسان سے محبت کرے گی میں اپنی قسمت پر اور آپ کی محبت پر فخر کرتا ہوں مگر ساتھ ڈرتا ہوں کہ کبھی آپ مجھے چھوڑ نہ دیں مجھ سے بدل گئی مجھ سے تعلق توڑ تو میرا کیا بنے گا اگر آپ نے مجھے چھوڑ دیا آ کسی اور کی ہو گئی تو کیا ہو گا میں آپ کے بغیر جی مر جاؤں گا میں نے اسکا بتایا کہ میں آپ

محبت کا احترام کرتی ہوں مگر آپ کو شاید اس بات کا علم نہیں ہے کہ میری منگنی ہو چکی ہے اور میں کسی اور کی ہونے والی ہوں آپ تو میری زندگی میں اب آئے ہیں۔

اس نے اس شدت سے چاہا مجھ کو
کوئی بھی انکار کی صورت نہ رہی

اس نے ڈرتے ہوئے میرا ہاتھ تھام کر کہا تم میرے لیے میری محبت کے لیے سب کچھ چھوڑ دو میں تنہا ہو کر تم سے مر جاؤں گا میری زندگی تم ہو تم ہو گی تو میری دنیا ہو گی اگر نہیں تو میں مر جاؤں گا اس کے روتے ہوئے یہ الفاظ میں اتنی شدت کشش تھی کہ میرے دل میں اتر گئے اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے شادی تو اب میں وفا عباس سے ہی کروں گی اور جو میری مرضی ہو گی وہی کروں گی میں نے دوسرے دن ہی انگوٹھی کھڑی اور چند چیزیں واپس کر دیں اور گھر والوں سے کہہ دیا کہ میں ن ے ادھر شادی نہیں کرنی اور میں نے منگنی توڑ دی گھر والوں نے بہت ڈانٹا بہت باتیں کی میں نے کسی کی کسی بات کی پرواہ نہیں کی سارے پریشان ہو گئے تھے کہ اتنا اچھا رشتہ توڑ رہی ہے میں نے جو مرضی ہو میں نے شادی نہیں کرنی گھر والے سارے میرے خلاف ہو گئے مجھ سے بات نہیں کرتے تھے جن کے ساتھ رشتہ میں نے ختم کیا تھا انہوں نے پورے شہر میں کہہ دیا کہ لڑکی ٹھیک نہیں ہے کسی اور کو پسند کرتی ہے اس لیے اس نے انکار کر دیا میرے گھر والوں کی معاشرے میں بہت ذلت ہوئی مگر مجھے صرف اپنی محبت کو بچانا تھا جب میں نے منگنی سے انکار کیا طے شدہ رشتہ ختم کر دیا تو گھر والے مجھے بہت عجیب نظروں سے دیکھتے تھے

ہماری محبت پروان چڑھتی رہی ہم روز اکھٹے کالج جاتے اور روز ہی اکھٹے واپس آتے وہ میرے لیے ناشتہ لاتا ہم اکھٹا ناشتہ کرتے آہستہ آہستہ میرے اس پیار اور محبت کا پتہ میری دوستوں اور کچھ گھر والوں کو بھی ہونے لگا میری تمام دوستوں کو پتہ چل چکا تھا وہ میرا اندااق اڑاتی تھیں کہ دعا تم نے محبت کی تو کسی انسان سے جو نہ تو خوبصورت ہے اور نہ اس کے پاس کوئی جاب ہے نہ اس کے پاس اپنا گھر ہے نہ گاڑی ہے نہ دولت پیسہ میں ان سے ہمیشہ کہتی تھی مجھے گاڑی بنگلہ نوکر چاکر دولت کی خوبصورتی کی ضرورت نہیں ہے وہ میری محبت ہے اور میں اس کو کسی صورت بھی گنوانا نہیں چاہتی

اور ہاں محبت میں کب کوئی امیر ہوتا ہے یا کب کوئی غریب محبت تو پاکیزہ جذبوں کا نام ہے محبت تو ایسا تعلق ہے جو کبھی کسی قیمت پر ٹوٹتا نہیں ہے وفا عباس مجھے بہت پیار کرتا ہے مجھے زرا سے کچھ ہو جاتا تو وہ رو رو کر برا حال کر لیتا دعا میں مانگتا کہ آپ کو کبھی کچھ نہ ہو آپ کے دکھ مجھے آ جائیں ہم روز ملتے تھے باتیں کرتے تھے۔

پھر ایک دن وہ اپنے کسی دوست کی گاڑی لے آیا میں کالج نہ گئی اس کے ساتھ گاڑی میں اسلام آباد چلی گئی وہاں ہم راول ڈیم پہ گئے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کے پھرتے رہے سیر و تفریح کی کھانا کھایا اور بھی اسلام آباد کچھ سیر گاہوں میں گئے واپس گھر بھی آنا تھا پھر جلدی جلدی ہم اپنے گھر کو آنے لگے میرا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھا دل کرتا تھا یہ وقت یہ لمحہ یہ پل اس دم رک جائیں یہ گھڑیاں ساکن اور ساکت ہو جائیں بہت مزہ آیا اس دن بہت سارے وعدے کیے قسمیں کھائیں ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھائیں مستقبل کے

خواب بنتے رہے اور شادی کرنے کے منصوبے بنانے لگے میں نے وفا عباس سے کہا۔

میرے گھر والے بہت سخت ہیں وہ آپ کے اور میرے رشتے کے لیے کبھی نہیں تیار ہوں گے تو وفا عباس نے مجھے کہا۔

تم پریشان نہ ہونا میں آپ کے گھر والوں کو راضی کر لوں گا آپ کے گھر والوں کو منا لوں گا آپ کی محبت کے لیے میں ہر امتحان سے ہر حد سے گزر سکتا ہوں بس تم میرا ساتھ دینا میں نے اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور وعدہ کیا کہ میں مرتے دم تک آپ کے ساتھ ہوں میری محبت میری سانسیں آپ کی امانت ہیں ہر قدم پہ ہر موڑ پہ ہر منزل پہ آپ کے ساتھ ہی ہوں۔

کس تو کچھ پتہ نہیں چلا اور ہم واپس آ گئے پھر تو ایسا اکثر ہوتا میں کالج جانے کے لیے بہانے اس کے ساتھ چلی جاتی ہم کبھی کسی دربار پہ تو کبھی کسی دربار پر صرف اتنی دعا مانگتی کہ ہماری شادی ہو جائے ہم ایک ہو جائیں زندگی میں اتنا مزہ تھا کہ جب مجھے کسی سے محبت نہ تھی کوئی میری زندگی میں نہ تھا تو زندگی بے رونق تھی بے نور تھی زندگی میں ہر طرف اندھیرا ہی تھا مگر وفا عباس کے آنے سے زندگی کا مزہ تھا ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں تھیں میں خود کو ہواؤں میں اڑتا ہوں محسوس کرتی تھی وفا عباس میرے لیے بہت سارے گفٹ روز کوئی نہ کوئی خرید کر لے آتا تھا میں اس کو روکتی رہتی تھی مگر وہ آہستہ آہستہ گھر والوں کا کچھ غصہ ٹھنڈا ہوا اس کے بعد بھی کافی رشتے آئے مگر میں نے اپنی محبت کو حاصل کرنے کے لیے سب کو ٹھکرا دیا پھر ایک دن میرے گھر والوں نے کہہ دیا کہ دعا آپ چاہتی کیا ہیں اگر آپ کی کوئی پسند ہے تو

آپ بتا دیں پھر میں نے وفا عباس سے کہا کہ آپ اپنے گھر والوں کو رشتے کے لیے بھیجو اس نے اپنے گھر والوں کو رشتے کے لیے بھیجا میرے گھر والوں نے تو قیامت کھڑی کر دی کہ تم نے ایسا سوچا بھی کیسے کہ آپ کو ہم رشتہ دیں گے ایک تو آپ ہماری فیملی میں سے نہیں اور پھر نہ تو لڑکا کوئی کام کرتا ہے نہ گھر ہے نہ کچھ کاروبار ہے اور سب سے بڑی بات کہ ہم اپنے ہی فرقے کے علاوہ لڑکے کو اپنی بیٹی کا رشتہ نہیں دیں اس لیے مہربانی کر کے آپ چلے جائیں ورنہ ہم سے برا کوئی نہیں ہو گا انہوں نے لاکھ منتیں کی بہت کہا مگر میرے گھر والوں نے میرے رشتے سے انکار کر دیا۔ اس کا جرم صرف اتنا تھا کہ وہ غریب تھا اس کے پاس کوئی جاب نہ تھی اس کے پاس اپنا گھر نہ تھا اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ کسی اور مذہب کا تھا وہ میرے گھر والوں نے تو کہہ دیا ہم آپ کو ایسا شادی نہیں کرنے دیں گے کیا گارنٹی ہے کہ وہ آپ کی خوشیاں دے سکے گا گارنٹی ہے کہ وہ اپنا گھر بنا لے گا کیا گارنٹی ہے کہ وہ غریب و افلاس کی زندگی سے نکل کر آپ کے خوابوں کو پورا کر پائے گا گھر والوں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ وہ آپ کو اچھے کپڑے اور آپ کی ضروریات زندگی کی اشیاء نہیں لے کر دے سکتا وہ آپ کو خوشیاں کیا دے گا مگر میں نے اپنے گھر والوں سے کہہ دیا کہ اگر شادی کی تو وفا عباس سے ہی کروں گی ورنہ کبھی نہیں کروں گی۔

میں نے گھر والوں سے کہا کہ وہ سنی نہیں تو کیا ہے وہ مسلمان تو ہے کیا وہ غیر مسلم ہوتے ہیں اگر اس کے پاس اپنا گھر نہیں تو کیا ہوا کتنے لوگ کرائے کے گھروں میں رہتے ہیں کیا ہوا وہ

اونچے خاندان میں سے نہیں وہ ایک عام سے خاندان میں سے ہے تو کیا ہوا ایک اچھا انسان تو ہے ایک محبت کرنے والا انسان تو ہے خوشیاں دینا تو اللہ پاک کا کام ہے انسان تو صرف کوشش کرتا ہے اور آپ کے پاس اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ آپ مجھے خوشیاں دے کر رخصت کریں گے خوشیاں اگر خریدی جا سکتی تو آج دنیا میں کوئی اداس نہ ہوتا غربت انسان کے ہر وقت ساتھ نہیں رہتی غربت بھی ہو مگر سکون ہو تو زندگی گلزار بن جاتی ہے اگر پیسہ ہو دولت ہو ایک شاندار ان گھر ہو بنگلہ ہو گاڑیاں ہوں اعلیٰ شان و شوکت ہو گھر میں دلوں میں محبت نہ ہو تو پیار نہ ہو تو زندگی کا کیا فائدہ اس گاڑی کا کوٹھی کا کیا کرنا جس کی دیواریں خوبصورت ہوں اس کے اندر رہنے والے انسان خوبصورت نہ ہوں۔

وفا عباس نے ہر کوشش کی ہے کہ کہیں سے کوئی امید کی کرن نظر آجائے کسی طرح میرے گھر والے مان جائیں اس نے میرے گھر والوں کے ایک ایک فرد کی منتیں کیں گڑگڑا کر مانگا اس کے گھر والے نے بہت کوشش کی مگر میرے گھر والوں کو اپنے خاندان کی شان و شوکت عزیز تھی وہ ایک غریب آدمی کو ایک عام سے لڑکے کو ایک عام سے خاندان کے لڑکے کو کیسے رشتہ دے دیتے اگر وہ ایسا کرتے تو ان کی خاندان میں اونچی ناک کٹ جاتی۔ وفا عباس اور اس کے گھر والوں نے میرے گھر کو بہت کہا مگر میرے گھر والوں نے ایک بات کر کے بات ہی ختم کر دی کہ ہم اپنی بیٹی کی شادی کسی ایسے لوگوں سے نہیں کر سکتے جو کہ ہو وفا عباس بہت اچھا انسان تھا مسلمان تو تھا اس کا جرم غریب ہونا تھا میرے گھر والوں کو یہ بھی پتہ چل گیا تھا کہ ہم چوری چوری باہر ملتے ہیں ہماری ملاقاتیں بھی ہوئی ہیں تو میرے گھر والوں نے مجھے بہت ڈانٹا میرا کالج جانا بند کر دیا گھر سے باہر جانا بند کر دیا پابندی لگا دی اکیڈمی جانے پر بھی مطلب میں صرف گھر کی چار دیواری میں قید ہو کر رہ گئی تھی میری زندگی عذاب بن گئی تھی۔

میری زندگی کا سپنا ٹوٹ گیا تھا میرے خواب بکھرے جا رہے تھے میرے گھر والے کتنے ظالم بن گئے تھے مجھے گھر سے باہر نہیں جانے دیتے تھے میرے بھائی میرے امی ابو میری بھابھیاں جو لوگ مجھ پر جان چھڑکتے تھے میرے دشمن بن گئے تھے میرے ساتھ بات نہیں کرتے تھے میرا جرم اتنا تھا کہ میں نے ایک غریب انسان سے محبت کی تھی اور میں اس سے شادی کرنا چاہتی تھی میں بہت پریشان تھی کیونکہ وفا اور میں سارا دن باتیں کرتے تھے کبھی فون پر تو کبھی کالج میں کبھی کالج سے باہر آتے جاتے ہوئے بہت عجیب حالات پیدا ہو گئے تھے آہستہ آہستہ گھر والوں کو میری حالت پر کچھ رحم آیا میری امی مجھ سے باتیں کرنے لگی اور دو بھابھیاں بھی کبھی کبھی کچھ بات کر لیتی تھیں۔

پھر ایک دن میری ایک دوست ملنے آئی اور مجھے ایک فون دے گئی جو اس کا تھا تا کہ ہماری بات ہو سکے میں اپنے روم میں ہوتی تھی جب سارے لوگ گھر والے سو جاتے تو میں وفا باتیں کرتے رہتے اور ساری ساری رات گزر جاتی تھی گھر میں کسی کو بھی معلوم نہ تھا میرے پاس فون ہے کیوں کہ اسکو کال کرنی ہوتی تھی تو وہ ایس ایم ایس کر کے بتا دیتا تھا اور اگر فون کی بیٹری ہو جاتی تو وہ بھی چارج کر کے میرے گھر کے

ایک جگہ تھی وہاں رکھ جاتا تھا اور میں اٹھا لیتی تھی اور ختم بیٹری کو وہاں رکھ دیتی تھی یوں ہم چوری چوری چوروں کی طرح باتیں کرتے تھے۔

ہم ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے تھے میری بھابھیاں جب اپنے میکے چلی جاتیں تو میں وفا عباس کو فون کر دیتی اور وہ رات کو میرے گھر میرے روم میں آجاتا ہم بہت پیاری بھری باتیں کرتے اس کے لیے کھانا تیار کرتی تھی جیسے کوئی دلہن اپنے دلہا کے لیے ہم ساری رات اکھٹے رہتے صبح ہونے سے پہلے وہ چلا جاتا ہم اکیلے بھی ہوتے تھے مگر کبھی ہم نے کوئی ایسی حرکت نہیں کی تھی جس سے کبھی ہم کو شرمندگی ہو یا پھر ہم کبھی ایک دوسرے سے منہ چھپاتے پھریں ہماری محبت پاو پاکیزہ تھی ہماری ملاقاتیں صاف شفاف تھیں اور بغیر کسی بھی حوس کے تھیں میرے گھر سے باہر جانے پر پابندی تھی اس لیے جب ٹائم ملتا وہ رات کو میرے گھر میرے روم میں آجاتا میری زندگی کو کچھ حوصلہ ہوا۔

دعا میں نے اپنی پوری کوشش کر لی ہے تیرے گھر والوں کے ایک ایک فرد کی منتیں کی ہیں ان کے پاؤں تک پکڑے ہیں مگر وہ مجھے کبھی آپ کا رشتہ نہیں دینے کو تیار اور نہ دیں گے وفا عباس مجھے کہتا کہ میرا ساتھ دو ہم کورٹ میرج کر لیتے ہیں مگر میں نے کہا نہیں میں ایسا کبھی نہیں کر سکتی میں اپنے خاندان کی عزت کو یوں خاک میں نہیں ملانا چاہتی میں کبھی بھی کورٹ میرج نہیں کروں گی ہم یوں ہی چھپ چھپ کر ملتے رہے وقت گزرتا رہا وفا عباس کے حالات دن بدن خراب ہونے لگے مگر اتنا ضرور ہوا تھا کہ وہ اب جاب کرتا تھا جس سے اس کا گزر ہو جاتا تھا۔

وفا عباس بہت چھوٹا تھا کہ اسکی امی اس کو اس دنیا میں اکیلا چھوڑ کر چلی گئی اس کے تین بھائی اس سے بڑے تھے ان کی شادیاں ہو گئی تھیں وہ اپنے اپنے گھروں والے تھے اور اس کی دو بہنیں تھی ان کی بھی شادیاں ہو چکی تھیں ان کے ابو اکثر بیمار رہتے تھے جب میں کالج جاتی تھی تو ایک دن وہ مجھے اپنے ساتھ اپنے گھر لے گیا اپنے ابو سے ملایا اس کے ابو نے مجھے بہت پیار دیا میرے سر پر پیار کیا اور مجھے بہت دعائیں دی اور کہا۔

بیٹا میری زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے مگر میرے بعد میرے بیٹے کا دھیان رکھنا اس کی کوئی بات بری نہ ماننا کیونکہ یہ تم سے بہت پیار کرتا ہے۔

اک دن اس کا باپ بھی اس دنیا سے چلا گیا ماں کا سایہ بھی سر پر نہیں تھا اور باپ کا ہاتھ بھی اٹھ گیا تھا اور گھر والوں سے اپنے اپنے گھروں میں خوش تھے کوئی اس کا خیال نہیں کرتا تھا بلکہ سیدھے منہ اس سے بات تک نہ کرتے تھے اپنے اپنے گھر میں اپنی بیویوں کے ساتھ خوش تھے کوئی اس کا خیال نہ رکھتا تھا وہ کھانا خود بناتا تھا یا پھر ہوٹل سے کھاتا کپڑے خود صاف کرتا تھا وہ بہت تنگ تھا سارا دن جاب سے واپس آتا تو تھکا ہوا ہوتا اور کبھی کبھی بھوکا ہی سو جاتا تھا مجھے بہت دکھ ہوتا تھا کبھی کبھی میں اس کے لیے کھانا بنا دیتی اور باہر دیوار پر رکھ دیتی اور وہ اٹھا کر لے جاتا۔ جب ٹائم ملتا تو میرے گھر میرے روم میں آجاتا تھا اور کبھی کھانا لینے آجاتا تھا میں جب بھی اس کو کہتی آجاؤ وہ بھاگ کر چلا آتا تھا رات ہوتی دن ہوتا گرمی ہوتی سردی بارش ہوتی آندھی طوفان ہوتا میں جب بھی اسے کہتی کہ ہمارے گھر کی طرف گلی میں

آجاؤ تو وہ چاہے رات کا کوئی بھی پہر ہو وہ بھاگتا آجاتا اب اس سے میرا تعلق بہت مضبوط ہو گیا تھا مگر میں اس کے گھر کی حالت کی وجہ سے بہت پریشان تھی کیونکہ ماں باپ کا پیار تو تھا نہیں بھائی اور بھابھیاں بھی منہ موڑ چکی تھیں وہ اپنے سارے کام خود کرتا تھا کپڑے دھوتا کھانا خود بناتا مجھے بہت افسوس ہوتا مگر میں اس کے ساتھ کیا کر سکتی تھی کیونکہ میں بہت مجبور تھی میں نے بہت دعائیں کی دن رات رو رو کر۔

مگر میری دعائیں بے اثر ثابت ہوئیں وہ مجھ سے اتنی محبت کرتا تھا کہ اگر میں بخار وغیرہ ہو جاتا وہ روتا روتا دعائیں کرتا کہ میں ٹھیک ہو جاؤں اگر کبھی کچھ سبزی بناتے یا کچھ کرتے زخم وغیرہ لگ جاتا تو وہ خود کو زخم لگا لیتا وہ دعائیں کرتا کہ مالک میری مشکلیں آسان کر دے میری پریشانیاں دور کر دے وہ دن رات میری صحت کی دعائیں کرتا مگر میں اس کے لیے کچھ بھی نہ کر سکی میرے گھر والوں نے تو رشتے سے انکار کر دیا تھا اور کورٹ میرج کونے سے میں نے انکار کر دیا اس نے بہت بار کہا بہت زور دیا بہت اصرار کیا کہ دعا ایک ہی صورت ہے کہ ہم کورٹ میرج کر لیں ورنہ آپ کے گھر والے ہم کو کبھی ایک نہیں ہونے دیں گے میں نہیں چاہتا کہ ہم دونوں کبھی جدا ہوں آپ کسی اور کی ہو جائیں اس نے میرے سامنے مجھے ہاتھ جوڑ کر کہا مجھ سے کورٹ میرج کر لو ورنہ ہم بہت دور ہو جائیں گے اور میرے گھر والے تو مجھے کھانا تک نہیں دیتے میں کیا کروں تم سے شادی کر لوں سب ٹھیک ہو جائے گا مگر میں اپنے خاندان کی عزت کے لیے قربانی دے دیں اپنے سچے پیار کی پھر آہستہ آہستہ وفا عباس کی محبت میں کمی سی آنے لگی وہ اب مجھے فون بھی بہت کم کرتے تھے اگر میں پوچھتی کہ بزی تھا رات کو نیند آگئی تھی اکثر راتوں کو اس کا نمبر بزی ہوتا میں پوچھتی تو کہتا دوست کا فون تھا بھائی کا فون تھا کبھی کسی کا تو کبھی کسی کا مجھے بہت افسوس ہوا کہ وفا عباس اس قدر محبت کرنے والا ایک دم بدل جائے گا مجھ سے جھوٹ بولے گا میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا جب میری بات ہوتی میں پاگلوں کی طرح اسے کہتی جیسے بھی ہو تم میرے گھر والوں کو راضی کرو تم نے کہا تھا۔

تم میرے گھر والوں کو راضی کر لو گے مگر میرے گھر والے نے انکار کر دیا اب اس کے پاس اور کوئی رستہ نہیں تھا کیونکہ گھر میں کھانا اس کو نہیں ملتا تھا کوئی اس کا خیال نہیں رکھتا تھا اس نے اپنی ایک کزن سونیا سے بات شروع کر دی سونیا اس کو بچپن سے ہی چاہتی تھی مگر اس نے کبھی اس کو کوئی لفٹ نہیں کروائی تھی مگر جب اس کو یہ بات کا پتہ چل گیا کہ میں اسکی کبھی نہیں ہو سکتی تو اس نے اپنی کزن سونیا سے دوستی کر لی اس سے دن رات باتیں کرتا رہتا سونیا بھی وفا کو بہت چاہتی تھی بہت محبت کرتی تھی اور اس محبت کا یہ اثر ہوا کہ وفا عباس نے سونیا سے شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

مجھے پتا چلا تو مجھے بہت دکھ ہوا کہ وہ مجھے چھوڑ کسی اور سے شادی کرنا چاہتا ہے میرے ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھا کر میرے ساتھ وعدے کر کے ایک پل میں بھول گیا وہ میں نے اس کو بہت کہا مگر اس نے کہا۔

گھر والے آپ کے مانتے نہیں ہیں میں کیا کروں آپ کورٹ میرج نہیں کرتی میرے گھر

میں مجھے روٹی کوئی پکا کر دیتا نہیں میں کیا کروں میں نے کہا جو مرضی ہو تم شادی مجھ سے ہی کرو گے میرے گھر والوں کو مناؤ جیسے مرضی مگر آہستہ آہستہ وہ مجھ سے دور ہو گیا اور اس نے کہا۔

دعا مجھے معاف کرنا میں آپ کے گھر والوں کو آپ کے رشتے کے لیے منا نہیں سکا اور نہ راضی کر سکا ہوں میں اپنی کزن سے سونیا سے شادی کر رہا ہوں مجھے معاف کر دینا۔

یوں وفا عباس میری محبت کسی اور کا ہو گئی اور وہ کتنا ظالم انسان تھا اپنی شادی کے لیے اپنی بیوی کے کپڑے خریدے تھے تو مجھے کہتا تھا کہ مجھے پیسے دو میں نے اپنی دلہن کے لیے کپڑے لینے ہیں مجھے بہت غصہ آیا کہ میں نے اس کو بہت برا بھلا کہا اور وہ چپ ہو گیا میں اس کو جو بھی کہتی تھی وہ کبھی مجھ سے ناراض نہ ہوتا تھا اور نہ ہی آگے سے کوئی جواب دیتا تھا میری محبت کسی اور کی ہو گئی تھی اس نے بری اچھی تیاری کے ساتھ اپنی کزن سونیا سے شادی کر لی وہ دن میرے لیے قیامت کا دن تھا میرے سارے خواب ٹوٹ گئے چکنا چور ہو گئے میرے سارے وعدے قسمیں خاک میں مل گئیں سارے عہد پیماں ختم ہو گئے میری محبت ہار گئی اور میرے خاندان والے اونچی شان و شوکت والے اور دولت کے پجاری لوگ جیت گئے۔ میرے گھر والے سب جیت گئے میں ایک زندہ لاش بن کر رہ گئے کچھ کھاتی نہ پیتی کسی سے بات کرتی بس اپنے کمرے میں قید رہتی تھی میں اب اس کے بغیر جینا نہیں چاہتی تھی بس اپنے مرنے کا انتظار کر رہی تھی کہ کب موت آجائے اور میں اس ظالم دنیا سے چلی جاؤں کچھ بھی اچھا نہیں لگتا تھا کسی پر اعتماد اعتماد نہیں رہا تھا سب رشتے جھوٹے تھے اور بناوٹی لگتے تھے مجھے اس کے ساتھ گزرے ہوئے لمحے یاد آتے تھے میری جان نکل جاتی تھی جب اس کی چیزوں کو دیکھتی تھی مجھے دکھ ہوتا تھا میں نے اس کی تمام چیزیں تمام گفٹ کتابیں پھول جیولری چوڑیاں کپڑے خط سب کچھ واپس کر دیئے اور جب اس سے کہا۔

میری چیزیں واپس کر دو۔ تو اس نے انکار کر دیا اور کہنے لگا۔

دعا تم محبت ختم کر رہی ہو اس نے مجھے کوئی چیز میری واپس نہیں کی وہ اپنی زندگی میں خوش تھا اور میں برباد ہو گئی پر بین اور ماتم کر رہی تھی اچانک میری زندگی نے ایک نیا موڑ لیا میرے گھر والوں کو اب سکون ہو گیا کہ اس کی شادی ہو گئی ہے اب کوئی مسئلہ نہیں ہے میرے اوپر سے کچھ پابندیاں ختم ہو گئی تھی۔

اب میں آہستہ آہستہ شہر شہر میں آنے جانے لگی تھی گھر میں اکثر بور ہوتی رہتی تھی میرے گھر کے ساتھ ایک سکول تھا میں ٹائم پاس کرنے کے لیے وہاں جاب کرنے لگی مجھے جاب کی ضرورت نہیں تھی مگر وقت کے گزارنے کے لیے آہستہ آہستہ وقت گزرتا تھا کہتے ہیں وقت بہت بڑا مرہم ہے میرے زخم بھی آہستہ آہستہ بھرنے لگے تھے میں بھی دنیا کی بھیڑ میں شامل ہو گئی۔

پھر اچانک ایک رات میرے فون پر ایک نیا نمبر آیا کال آئی بہت پیاری آواز تھی بہت سندر آواز تھی میں نے پوچھا تو اس نے کہا۔

آپ کو چاہنے والا۔

میں نے کہا کیا بکواس ہے آپ کون ہیں اور کیوں کال کی ہے۔

سوری۔۔سوری رانگ نمبر ہے مجھے معاف کرنا غلطی سے آپ کا نمبر مل گیا ہے

میں نے کہا او کے۔مگر آپ ہیں کون۔

پھر اس نے بتایا کہ میرا نام شرجیل ہے اور میں فیصل آباد رہتا ہوں اور بنک میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز ہوں یعنی بہت اچھی سرکاری جاب کرتا ہوں غلطی سے آپ کا نمبر ڈال ہو گیا اور مجھے ایک شرارت سوجھی میں نے اس سے کہا۔

سر آپ میرا ایک کام کریں گے تو مہربانی ہو گی اس نے ضرور سوچا ہو گا کہ میں اس سے کیا کہوں گی کہ پیسے یا کچھ بیلنس کروا دیں مگر ایسا کچھ بھی نہیں تھا میں نے اس سے کہا۔

شرجیل میں آپ کو ایک نمبر دیتی ہوں آپ اس پر کال کریں اور کہیں کہ آپ دعا کو کبھی ایس ایم ایس نہ کرنا کیونکہ اب وہ میری عزت ہے میری ہونے والی بیوی ہے میری شریک حیات ہے شرجیل صاحب نے کہا۔

میں ایسا کیوں کروں اس کی وجہ اور آپ کون ہیں میں نے اس کو بتایا۔

میرا نام دعا ہے اور میں اس سے محبت کرتی تھی جس کا نام اور نمبر آپ کو دیا ہے ہار کے لیے اس سے تو اس نے مجھے چھوڑ کر شادی کر لی ہے اپنی کزن سے میں بہت اداس ہوں بہت تڑپ رہی ہوں میں چاہتی ہوں کہ وہ اس تڑپ میں جلے اس کو بھی پتا چلے کہ آپ کو بیوی مل سکتی ہے تو مجھے بھی کوئی مل سکتا ہے۔

پہلے تو شرجیل صاحب نے انکار کر دیا مگر جب میں نے بہت اصرار کیا تو اس نے وفا عباس سے بات کر لی اور جیسے جیسے میں نے اس سے کہہ دیا کہ مگر آگے سے اس نے کہا۔

اچھی بات ہے اگر میرے بعد اس کو بہت محبت اور چاہت کرنے والا انسان مل گیا ہے تو اس نے شرجیل سے کہا۔

پلیز کبھی اس کو میرے حوالے سے کوئی گلہ نہ کرنا یا طنز نہ کرنا۔

میں نے شرجیل صاحب کا شکریہ ادا کیا اور شرجیل صاحب سے بات ہونے لگی شرجیل بہت اچھے اور مخلص انسان تھے وہ شادی شدہ تھے ان کی بیوی بچے فیملی خاندان سب اچھے تھے وہ اکثر مجھ سے ایس ایم ایس سے بات کرتے رہتے تھے مگر کوئی کبھی اخلاص سے گری ہوئی یا غیر اخلاقی بات کبھی ان کے منہ سے نہ نکلی تھی۔

آہستہ آہستہ ان سے میری بات ہونے لگی میں نے ان کو وہ ساری داستان سنائی شرجیل صاحب کو بہت دکھ ہوا میری محبت کے بچھڑنے کا شرجیل نے مجھے ہمت دی حوصلہ دیا سمجھایا بتایا کہ پھر سے زندگی گزارنے کا طریقہ بتایا میرے زندگے کو پھر سے خوبصورت کرنے کی کوشش کی شرجیل صاحب نے دن رات میرا ساتھ دیا ہر قدم پر یہ ہر منزہ پہ میرے ساتھ رہے میرے جذبات کی قدر کی میرے دل میں میرے من میں پھر سے جینے کی امنگیں پیدا ہو گئی مجھے ایسا لگا جیسے میں سارے غم بھول گئی ہوں کیونکہ شرجیل صاجب اتنی خوبصورت باتیں کرتے تھے کہ اچھے انداز سے مجھے سمجھاتے تھے کہ ان کی باتیں میرے دل میں اترتی گئیں شرجیل صاحب میری اجڑی ہوئی زندگی میں ایک پہچان بن کر آئے تھے۔

میں نے اس قدر مانوس تھی کہ میں ہر بات ان سے شئیر کرتی سکول جانے سے پہلے ان کو ایس ایم ایس کرتی واپس آ کر کرتی سارا دن

ساری رات ایس ایم ایس کرتی رہتی مگر وہ بہت مصروف ہونے کے باوجود بھی مجھے ٹائم دیتے وہ گھر اپنے بچوں فیملی کے ساتھ بھی ہوتے تو مجھے ٹائم دیتے آفس میں ہوتے تب بھی ٹائم دیتے تھے اگر شرجیل صاحب میری زندگی میں نہ آتے تو شاید میرا کیا حال ہوتا میں خودکشی کر لیتی اگر شرجیل صاحب نہ ہوتے کیونکہ میں نے ان سے کہا تھا کہ میں اپنی محبت کے بغیر مر جانا چاہتی ہوں تو پھر شرجیل نے مجھے اپنی محبت کے بچھڑنے کا دکھ بتایا تو مجھے احساس ہوا میرا دکھ تو کچھ بھی نہیں ہے دنیا میں کتنے دکھ ہیں شرجیل کی محبت کی داستاں سن کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے اس دنیا میں زندگی کو پھر سے جینے کے لیے سوچا اور شرجیل کو ہر قدم پر ہر منزل پر ساتھ رکھا اس سے پوچھا ان سے شئیر کیا ان کو بتایا ایک ایک بات پھر انہوں نے مجھے ایک سے بڑھ کر ایک مشورہ دیا میری زندگی پھر سے خوشیاں لوٹ آئیں تھی شرجیل صاحب پھر مجھے اپنی فیملی بیوی بچوں کی تصویریں ارسال میں اچھی تھی بہت اچھی اور شرجیل صاحب بھی بہت پیارے انسان تھے وہ جتنے پیاری بایں کرتے تھے جتنی پیاری سوچ رکھتے تھے اس سے کہیں زیادہ پیارے وہ خود تھے مجھے ان کی ہمدردی پر بہت فخر تھا وہ جو بات مجھے کہتے تھے وہ سچ ہو جاتی تھی۔

شرجیل صاحب نے میری زندگی کو بدل دیا تھا میری سوچوں کو بدل دیا تھا شرجیل صاحب میری اجاڑ زندگی بہار کی مانند تھے ان کا اتنا تجربہ تھا کہ وہ جو بات کہتے تھے وہ سچ ہوتی تھی وہ مجھ سے کہتے دعا زندگی کسی ایک انسان پر ختم نہیں ہو جاتی کوئی ایسا انسان ہماری زندگی نہیں ہوتا بلکہ ہمارے ساتھ جڑے بہت سارے رشتے بھی ہیں جو ہماری زندگی ہوتے ہیں میں مرنا چاہتی تھی خود کو ختم کرنا چاہتی تھی مگر شرجیل صاحب نے میری زندگی کا سارا سلسلہ ہی بدل دیا شرجیل صاحب نے میری زندگی کو بدلنے کے لیے انہوں نے کبھی میری کسی بات کا نہ تو کبھی برا مانا اور کبھی کسی بات سے ناراض ہوتے تھے نہ کبھی مجھے یہ کہا کہ میرے پاس ٹائم نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو بہت مصروف انسان تھے ہر وقت رات کے کسی بھی ٹائم دن کے کسی بھی ٹائم میں ایس ایم ایس کرتی تو وہ جواب دیتے میں کال کرتی تو وہ بات کرتے کبھی احساس ہی نہیں ہونے دیا کہ شرجیل صاحب کے ساتھ میرا تعلق ایک اتفاق ہے ایک اجنبی رشتہ ہے ایسا کبھی محسوس نہیں ہوا تھا بلکہ ایسا لگتا تھا کہ جیسے صدیوں سے ہم ایک دوسرے کو جانتے ہیں جیسے ہمارا تعلق بہت پرانا تھا کیونکہ شرجیل صاحب میری زندگی کے جیسے کوئی آئیڈیل انسان ہو وہ حیثیت حاصل کر چکے تھے شرجیل نے مجھے اس قدر توجہ دی کہ میں آہستہ آہستہ اپنی محبت کا غم بھول گئی زندگی کے کاموں میں مصروف ہو گئی۔

میں نے پھر سے شرجیل صاحب کے کہنے پر تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی اب میں پرائیویٹ تعلیم حاصل کر رہی تھی میرے گھر والے دن بدن میری حالت کو بہتر ہوتے ہوئے دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے ایک بار پھر میرے گھر والوں نے میرے رشتے کی بات کرنے لگی اصل میں میرے بھابھیاں چاہتی تھی کہ میں جلد سے جلد اس گھر سے چلی جاؤں تاکہ ان کی نظروں سے دور ہو جاؤں اور وہ اپنی من مانی کرتی رہیں کبھی امی سے لڑتی تو کبھی ابو سے ان کے شوہر یعنی میرے بھائی

اپنی بیویوں کو کسی بھی وقت کچھ بھی نہیں کہتے تھے گھر میں بس ایک ہی بات زیر باعث تھی کہ جلد سے جلد میری شادی کر دی جائے۔

ایک دن ہمارے گھر میں ایک رشتہ آیا بہت اچھا رشتہ تھا لڑکا بہت خوبصورت تھا سرکاری ملازم تھا کوئی اتنی بڑی فیملی نہ تھی میں نے اس لڑکے کی تصویر دیکھی بہت پیارا لگ رہا تھا گھر والوں کو بھی پسند آیا تھا ان کے گھر والے ہمارے گھر آئے تھے مجھے دیکھ گئے ان کو بھی میں پسند آ گئی تھی مگر میرے بھائی نے انکار کر دیا تھا کہ ہم نے وہاں رشتہ نہیں کرنا میں نے ساری باتیں بلکہ ایک ایک بات شرجیل کو بتائی شرجیل صاحب نے میرے لیے دن رات دعائیں کی کہ اللہ تعالیٰ میرے مقدر اچھے کرے میرے مقدر میں خوشیاں ہوں۔

شرجیل صاحب نے کہا کہ اگر تم مائنڈ نہ کرو تو میں آپ کے لیے ایک رشتہ تلاش کروں اگر آپ کے گھر والے مان جائیں تو میں نے کہا سر آپ میرے لیے اچھا ہی سوچیں گے مگر میرے گھر والے پتا نہیں رشتہ دیں گے کہ نہیں اور پھر اتنا دور فیصل آباد میں بہت مشکل ہے کیونکہ میری امی میرا رشتہ کہیں دور نہیں کرنا چاہتی وہ خود سے مجھے دور نہیں کر سکتی اصل میں شرجیل صاحب کافی عرصہ ہو گیا تھا مجھ سے بات کرتے ہوئے میں ان سے ساری باتیں شیئر کرتی تھی شرجیل صاحب اپنے چھوٹے بھائی کے لیے مجھے پسند کر چکے تھے اور چاہتے تھے کہ میں ان کے بھائی کی دلہن بنوں میں نے شرجیل صاحب سے کہا کہ سر میری محبت کی ساری باتیں آپ کو معلوم ہیں میرا ماضی میرا پیار میری چاہت آپ کے بھائی کو معلوم ہو گا تو وہ کیا کبھی مجھے قبول کرے گا۔

او۔۔دعا پگلی میں جانتا ہوں کوئی اور نہیں اور جب مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے کیونکہ میں جانتا ہوں آپ کی محبت پاک و پاکیزہ تھی صاف شفاف آئینے کی طرح تھی اس میں آپ کا کیا قصور تھا آپ نے تو محبت کی کوئی جرم یا گناہ تو نہیں کیا۔

شرجیل صاحب نے مجھ سے وعدہ لیا کہ آپ کے گھر ایک بار میں ضرور اپنے بھائی کا پرپوزل بھیجوں گا چاہئے آپ کے گھر والے قبول کریں یا نہ کریں شرجیل صاحب میرے رشتہ مانگنے کی تیاری کرنے لگے۔۔۔ابھی جاری ہے۔

نوٹ اس کے بعد جو کچھ بھی ہوا اگلی قسط میں ضرور پڑھئے گا کہانی ابھی جاری ہے۔

غزل

تجھ سے مل کر تو یہ لگتا ہے کہ اے اجنبی دوست
تو میری پہلی محبت تھی میری آخری دوست
لوگ ہر بات کا افسانہ بنا دیتے ہیں
یہ تو دنیا ہے میری جان کئی دشمن کئی دوست
تیری قامت سے بھی لپٹی ہے امر بیل کوئی
میری چاہت کو بھی دنیا کی نظر کھا گئی دوست
تیرے لہجے کی تھکن میں تیرا دل شامل ہے
ایسا لگتا ہے جدائی کی گھڑی آ گئی دوست
بارش سنگ کا موسم ہے میرے شہر میں تو
تو یہ شیشے سا بدن لے کے کہاں آ گئی دوست
یاد آئی تو پھر ٹوٹ کے یاد آئی ہے
کوئی گزری ہوئی منزل کوئی بھولی ہوئی دوست
اب بھی آئے ہو تو احسان ہے تمہارا لیکن
وہ قیامت جو گزرنی تھی گزر گئی دوست
میں اسے عہد شکن کیسے سمجھ لوں جس نے
آخری خط میں یہ لکھا تھا فقط "آپ کی دوست"

ایم اصغر ساگر۔ تھانہ احمد یار

زبیدہ بیوٹی ٹپس

--انتخاب۔ کشور کرن پتوکی۔۔۔

دہی اور شہد کا ماسک

ایک چائے کا چمچ دہی اور ایک چمچ شہد لے کر انہیں اچھی طرح مکس کریں پندرہ منٹ چہرے پر لگائیں اس ماسک کو قدرتی طور پر سوکھنے دیں تا کہ جلد کے اندر تک صفائی ہو جائے

خشک دودھ اور سیب کا ماسک

سیب کو طرح دھو کر کاٹ لیں اسے کوٹ کر اچھی طرح مکس کر لیں مسلے ہوئے سیب میں خشک دودھ کی مقدار جو کہ چہرے پر لگانے کے لیے کافی ہو شامل کریں دونوں کو اچھی طرح ملا کر ایک جان کریں پندرہ منٹ چہرے پر لگائیں پھر چہرہ دھو لیں تینوں ماسک نارمل جلد کے لیے مفید ہیں۔

چکنی جلد

ایک چمچ شہد میں ایک انڈے کی سفیدہ شامل کر کے اسے پھینٹ لیں دونوں آپس میں مکس ہو جائیں تو نرم و ملائم ماسک برش کے ذریعے ماسک کو چہرے اور گردن پر لگائیں پھر پندرہ منٹ تک ماسک لگا رہنے دیں پھر نیم گرم پانی سے دھو لیں چہرے صاف ہو جائے تو تولیہ لے کر آہستہ آہستہ دبا کر صاف کریں چہرہ قدرتی ہوا سے سوکھنے دیں

خمیر اور دودھ کا ماسک

ایک چمچ خمیر ایک چائے کا چمچ چینی اور نصف پیالی دودھ ملا کر انہیں آپس میں ملائیں اس کے بعد تھوڑی دیر کے لیے رکھ دیں پھر اس آمیزے کو نرم برش کی مدد سے چہرے پر لگائیں خشک ہونے پر ٹھنڈے پانی سے دھو لیں۔

بیسن اور کھیرے کا ماسک

ایک ماسک میں بیسن اور کھیرے کو ملا کر مکس کر لیں تھوڑا سا بیسن ہاتھ میں صابن کی طرح سے چہرے پر ہلکے ہاتھوں سے ملیں اس کے بعد چہرہ اچھی طرح دھو لیں ایک کھیرا دھو لیں اسے کدوکش کر کے اس کا پانی نکالیں بیسن سے چہرے دھونے کے بعد روئی کی مدد سے کھیرے کا رس چہرے پر لگائیں اس کے بعد دھو لیں۔

گھریلو ماسک

غسل کرنے کے بعد ماسک کا استعمال کیا جاتا ہے ویسے تو ماسک دو طرح کے ہوتے ہیں۔
کیمیکل ماسک۔
پیل آف ماسک۔
کیمیکل ماسک خشک ہونے پر پانی کی مدد سے اتارا جاتا ہے جبکہ پیل آف ماسک سوکھنے پر چہرے پر سے اوپر کی طرف کھینچ کر اتارا جاتا ہے

سبزیوں کے ماسک

سبزیوں میں آلو۔ کدو۔ کھیرا۔ ٹماٹر۔ گاجر کے ماسک بنائے جاتے ہیں۔

۱۔ آلو اور کدو چکنی جلد کے لیے گاجر اور ٹماٹر خشک جلد کے لیے اور کھیرا نارمل جلد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

۲۔ کیلا شہد اور لیموں ہر قسم کی جلد کے لیے موزوں ہیں۔ کیل مہاسوں کے لیے ملتانی مٹی دو کھانے کے چمچ گلیسرین ایک چمچ عرق گلاب اور پانی یا پیسٹ کا پیسٹ بہت مفید ہے۔

۳۔ خشک جلد کے لیے ایک عدد انڈے کی زردی میں چٹکی بھر پھٹکری ملا کر چہرے پر بیس منٹ تک لگا رہنے دیں یہ رنگت نکھارنے میں مدد کرتا ہے۔

۴۔ چہرے کی جھریاں دور کرنے کے لیے دس تولہ شہد میں ایک لیموں کا رس ملا کر اس ماسک کو چہرے پر پندرہ منٹ تک لگا رہنے دیں پھر اس کے بعد چہرے کو دھولیں۔

شہد کا ماسک

۱۔ خالص شہد لے کر اسے چہرے پر لگائیں اس کو آدھا گھنٹہ چہرے پر لگا رہنے دیں پھر ماسک ٹشو پیپر سے اتار لیں۔

۲۔ ایک چمچ شہد کو زیتون کے تیل میں ملا کر اس آمیزے کو چہرے پر لگائیں پھر چہرہ صاف کر لیں۔

۳۔ چینی لیموں کا رس ایک کپ عرق گلاب یا پانی میں تمام اشیاء کو پکائیں جب ایک تار بن جائے تو ضرورت کے وقت استعمال کریں یہ ویکس کے لیے مفید ہے۔

۴۔ بیسن کو پانی میں گھول کر اس کا ماسک چہرے پر لگائیں جب خشک ہو جائے تو اسے ہاتھ سے کھرچ کر اتار لیں

غزل

تیری لاجواب چاہت کو ہم بھلائیں کیسے
تم کو بھول کر خود کو چین دلائیں کیسے
نجانے کون سی کشش تیرے پاس لے جاتی ہے
تیرے پاس آکر تجھ میں سمائیں کیسے
ہم نے دل سے چاہا ہے تجھ کو مگر صبا
تیری چاہت کے قابل خود کو بنائیں کیسے
کیوں پوچھتے ہو ہم سے آنسوؤں کی شدت
ہم ان میں تیرا عکس دیکھائیں کیسے
میں تو تم سے بہت محبت کرتا ہوں صبا
مگر تمہیں یہ احساس دلائیں کیسے

.........اظہر سیف دکھی سکھکی منڈی

اشعار

وہ کہتا تھا تجھ سے بچھڑ کر ویران ہو جاؤں گا
آج پورے گاؤں میں سب سے اداس گھر اسی کا ہے

۲ نہیں ہے حوصلہ مجھ میں تمہیں کھونے کا سن لو
یہ دنیا تم کو کھو دے گی اگر تم ولی کھو گئے مجھ سے

۳ خواب میں سے اچانک ہی چونک اٹھا میں
کسی نے شرارت سے کہہ دیا سنو باہر ولی آیا

۴ کبھی جو تھک جاؤ تم دنیا کی رنگین محفل سے
مجھے آواز دیدینا کیوں کہ میں اکیلا آج بھی ہوں

۵ دوستی کرنے کے دعوے مجھے ہرگز نہیں آتے
اک جان باقی ہے دل چاہے تو مانگ لینا

ایم ولی عوان گولڑوی

شعری پیغام اپنے پیاروں کے نام

کے۔ کے نام

انہیں خبر نہ ہوئی اور ہم مرتے چلے گئے
وہ تب آئے جب تم اس جہان سے چلے گئے
بیبسی کی انتہا تو دیکھو
انہیں یہ جان کر خوشی ہوئی کہ ہم
ان کی زندگی سے چلے گئے

عابدہ رانی گوجرانوالہ

زیڈ پروین کے نام

نہ کر پاؤں یاد تو اٹھ جاتا ہوں اپنی سانسوں سے
سمجھ نہیں آتا زندگی سانسوں سے ہے یا تیری یادوں سے

سیدہ امامہ علی راولپنڈی

زوبیہ کے نام

ہم سے بھی پوچھ لیا کرو کبھی حال دل
ہم بھی یہ کہہ سکیں دعا ہے آپ کی زوبیہ

۔ایم عاصم بوٹا شاکر، چوک میتلہ

محمد فیاض کے نام

نظر چرانے کا انداز تو دیکھو
اب اس نے نیلی عینک میں چھپا لیں ہیں آنکھیں

---بشیر احمد بھٹی۔ بہاولپور

اپنی جان کے نام

ہم زمانے کے آگے ختم تیری ہر رہ میں بجھ جائیں گے
آزمانا نہ ہم کو بھی تیری خوشیوں پہ بک جائیں گے

.........ریاض احمد لاہور

ایس عروج کے نام

نیلی نیلی آنکھوں والی تیری
صورت بھولی بھالی تیرے
چہرے پہ ٹپکتا ہے تیری دید کو ہے
بیقرار اچھا بھی ہم کو مل لے صنم
تیرے انتظار میں مر نہ جائیں ہم
کر لے میرے پیار کا اعتبار
تیرے بن اب رہا نہ جائے میرے یار

---خلیل احمد ملک شیدانی شریف

فرحت ناز کے نام

قربت تیری کی پیاس ہے ویسے تو ٹھیک ہوں
صرف درد دل کے پاس ہے ویسے تو ٹھیک ہوں

---خلیل احمد ملک۔ شیدانی شریف

ریاض جان کے نام

رہنا ہے مجھے ہر پل اب تیرے پہلو میں
سب رشتے زمانے کے میں توڑ کے آئی ہوں

-------ریاض جان لاہور

عبدالرشید کے نام

صاف علان بغاوت ہے میرا اس کے خلاف
وہ نظام زر بندوں میں جو خدا پیدا کرے

محمد آفتاب شاد۔ کوٹ ملک دوکوٹہ

سیف الرحمن زخمی کے نام

نجانے کہاں چلے جاتے ہیں کچھ لوگ
نگاہیں ترس جاتیں ہیں جن کے دیدار کو

-------منیر رضا ساہیوال

عامر حیات کے نام

تمنا سے نہیں تنہائی سے ڈرتے ہیں
پیار سے نہیں رسوائی سے ڈرتے ہیں

-------نور قاسم، بیلہ ملتان

کسی اپنے کے نام

کیسے جئیں گے تم بن یہ خیال تو کیا ہوتا
جو درد سہا میں نے وہ تم نے بھی سہا ہوتا
بس چل دیئے دامن چھوڑا کے بیگانوں کی طرح
تم سے کم ہنس کے اک دفعہ

الوداع تو کہہ دیا ہوتا

-----عثمان غنی۔قبولہ شریف

دوستوں۔کے نام

کہوں کی حال دل اپنا کہ کیا صدمے گزرتے ہیں
کبھی فرصت میں سن لینا بڑی ہے اپنی داستان

-----ریما محمود۔میر پور خاص

محمد فیاض غوری۔کے نام

الفت محبت کو بھلا دیا فیاض غیروں کی محبت میں
ہم تجھے نہیں بھولے رشتہ داروں میں رہ کر بھی

-----بشیر احمد بھٹی۔بہاولپور

امداد علی ندیم عباس کے نام

بہت عجیب ہوتے ہیں یہ دلوں کے رشتے ندیم
جسے بھولنا چاہو وہ بہت یاد آتے ہیں

-----ندیم عباس قریشی۔بھریا روڑ

کسی اجنبی کے نام

آنکھوں کا رنگ رات کا بدل گیا
وہ شخص ایک شام میں کتنا بدل گیا
شاید وفا کے کھیل سے اکتا گیا تھا وہ
جو منزل کے پاس آ کے رستہ بدل گیا

-----عثمان غنی قبولہ شریف

کسی اجنبی کے نام

اداسی میرے چہرے کا لباس ہے
بس صرف ہنسی میرے بس کی بات ہے
کسی کو چھین لینا میری فطرت نہیں
وہ جو مل جائے تو اور بات ہے

-----عثمان غنی۔قبولہ شریف

سحر۔کے نام

میری غربت نے اڑایا ہے میرے فن کا مذاق
تیری دولت نے تیرے عیب چھپا رکھے ہیں

-----وقاص مان

یاسمین جان۔کے نام

مرجائیں جو صدا دیں کسی اور کو ہم
ہونٹ جل جائیں جو پلائیں کسی اور کو ہم
نگاہ بے نور ہو جائے اور پھٹ جائے سینہ
یاسمین جو سینے سے لگائیں کسی اور کو ہم

-----مزمل ساگر گوجرانوالہ

سحر کے نام

کتنی دل کش ہو تم کتنا دلجو ہوں میں
کیا ستم ہے کہ ہم لوگ مرجائیں

-----پرنس عبدالرحمن نین رانجھا

عاصم بوٹا شاکر کے نام

وفا کا ہوں عادی وفا میں کروں گا
محبت کا حق بھی ادا میں کروں گا
ستم چاہے جتنے کرو تم اے عاصم
ہاں پھر بھی تجھ کو دعا میں کروں گا

-----ایم ناصر جوئیہ

سدرہ سیف۔کے نام

تجھے یاد کرتے ہیں ہم شام ہو جانے کے بعد
لوٹ جاتے ہیں گھر کام ہو جانے کے بعد
ڈھانپ لیتے ہیں خود کو عشق کی پوشاک میں
لوگ سارے شہر میں بدنام ہو جانے کے بعد

-----سیف الرحمن زخمی

عالیہ ارم۔کے نام

آج پھر اس بیوفا کو یاد کیا اور رو پڑے
زخم جدائی کا سہا اور رو پڑے
وہ بیوفا نہیں مجبور تھا کاوش
بس دل کو دلاسہ دیا اور رو پڑے

-----ملک این اے کاوش

بیوفا زیڈ۔کے نام

وہ کبھی ملے تو اسے کہنا تیری جدائی نے یہ حال کر دیا ہے
جاوید خود نہیں روتا اسے دیکھ کر لوگ روتے ہیں
اسے کہنا کے ابھی تک موجود ہیں تیرے قدموں کے نشان
ہم نے تیرے سوا کسی کو اس راہ سے گزرنے نہیں دیا

-----عاصف جاوید زاہد۔ساہیوال

راشد لطیف کے نام

کسی کی معصوم ہنسی کے پیچھے درد کو محسوس تو کر اے دوست
سنا ہے اکثر لوگ ہنس ہنس کے خود کو سزا دیتے ہیں

-----شاہد حسین ڈھکو

ا۔۔۔یاروں کے نام شعر

★جینا چاہتے ہو تو دوسروں کے لئے جیو۔

☆.....انتخاب: محمد عمران بٹ۔جہلم

اک سوچ

ایک بس ڈرائیور کی سیٹ کے پیچھے لکھا تھا۔ "اگر رب نے چاہا تو منزل تک پہنچا دوں گا، اگر آنکھ لگ گئی تو رب سے ہی ملا دوں گا"۔

☆.....بشیر سانول۔لساں نواب

اقوالِ زریں

★ماں کے بغیر گھر قبرستان ہے۔
★بے نمازی سے خنزیر بھی پناہ مانگتا ہے۔
★سادگی ایمان کی علامت ہے۔
★عورت حیا کا مجموعہ ہے، خدا کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔

☆.....امان اللہ خان۔اڈہ شریف آباد

اقوالِ زریں

★بخل اور ایمان ایک ساتھ زندہ نہیں رہ سکتے۔(حضور اکرمؐ)
★زبان کو شکوہ سے روکو، خوشی کی زندگی عطا ہوگی۔(حضرت ابوبکرؓ)
★جانور اپنے مالک کو پہچانتا ہے لیکن انسان اپنے رب کو نہیں پہچانتا۔(حضرت عثمان غنیؓ)
★شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ والدین کی نافرمانی ہے۔(حضرت علیؓ)
★انسان کے لئے بہتر ہے کہ وہ گناہ کرے مگر خدا کے دیس میں نہیں۔(حضرت امام جعفرؒ)
★دنیا کی عزت مال ہے اور آخرت کی عزت اعمال ہیں۔(حضرت عمر فاروقؓ)
★گری ہوئی چیز کا اطلاع کئے بغیر قبضے میں کر لینا لوٹنے کی مانند ہے۔(امام غزالیؒ)
★دوست ہزار بھی کم ہیں مگر دشمن ایک بھی زیادہ ہے۔(نصیر الدین طوسیؒ)
★اتنا کھاؤ جتنا ہضم کر سکو اور اتنا پڑھو جتنا جذب کر سکو۔(بوعلی سینا)
★آزادی کا ایک لمحہ غلامی کے ہزار سال سے بہتر ہے۔(ٹیپو سلطان)

☆.....عدنان خان۔سادھوکی

پھلبہری

فرعون کی ایک بیٹی تھی جس کو پھلبہری کا مرض تھا۔ فرعون نے اس کا بڑے اطباء سے علاج کروایا لیکن وہ ٹھیک نہ ہوئی۔ آخر فرعون نے کاہنوں سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ اس کو شفا دریا سے ملے گی۔ چنانچہ ایک دن فرعون اس کی بیوی آسیہ اور بیٹی دریا کے کنارے بیٹھے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا صندوق بہتا ہوا آیا۔ جب صندوق فرعون کے سامنے لایا گیا اور کھولا گیا تو موسیٰ علیہ السلام نظر آئے جو اپنے انگوٹھے کو چوس رہے تھے۔ فرعون کی بیوی آسیہ کو موسیٰ علیہ السلام بڑے پیارے لگے اور اس نے آپ کو اٹھا لیا اور فرعون کی بیٹی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو اسے بھی یہ نورانی بچہ بڑا پیارا لگا اور اس نے آپ کے دہن مبارک کی تھوک لے کر اپنے بدن پر مل دی۔ اس تھوک مبارک کے اثر سے فرعون کی بیٹی کا مرض جاتا رہا۔

☆.....رانا محمد شاہد۔بورے والا

فضائی معلومات

1959ء سے لے کر 2010ء تک پاکستان کی تاریخ کے المناک فضائی حادثات۔ 18/مئی 1959ء میں اسلام آباد کے انٹرنیشنل ائیرپورٹ پر پی آئی اے کا طیارہ اے پی پی A.J.C لینڈنگ کرتے ہوئے تباہ ہوا۔ 14/اگست 1959ء کو پی آئی اے کا طیارہ A.J.E کراچی انٹرنیشنل ائیرپورٹ پر انجنوں کی خرابی کی وجہ سے حادثہ کا شکار ہوا، 3 سوار میں دو جاں بحق ہوئے۔ 1970ء میں اسلام آباد پی آئی اے کے زیر استعمال فوکر طیارے کو حادثہ پیش آیا جس میں تیس مسافر جاں بحق ہوئے۔ 1972ء میں اسلام آباد میں دوسرا حادثہ ہوا جس میں 36 افراد جاں بحق ہوئے۔ 1986ء میں پشاور میں گر کر تباہ ہونے والا فوکر طیارہ جس میں 13 افراد ہلاک ہوئے۔ 17/اگست 1988ء کو بہاولپور کے قریب پاکستان کی تاریخ کا حادثہ ہوا جس میں خصوصی طور پر تباہ کردہ ہرکولیس سی ون تھرٹی 30 طیارہ P.A.K-1 فضا میں بلند ہونے کے

تین منٹ بعد قلابازیاں کھاتا ہوا زمین پر گر گیا، اس وقت کے صدر جنرل محمد ضیاء الحق، امریکی سفیر آرنلڈ رابن رافیل اور پاک افواج کے اعلیٰ افسران جان بحق ہوئے۔ 1989ء میں اسلام آباد سے گلگت کے لئے جانے والی پی آئی اے کی پرواز پراسرار طور پر پہاڑی سلسلے میں گر کر تباہ ہو گئی، مسافروں کا تا حال پتہ نہ چل سکا۔ پاکستان کا تاریخی حادثہ بیرونی ملک 20/مئی 1965ء کو پیش آیا، حادثے کا شکار ہونے والی پی آئی اے کی فلائٹ نمبر 705 بوئنگ 720 براستہ قاہرہ لندن کے افتتاحی روٹ پر تھی، یہ جہاز قاہرہ ائرپورٹ پر لینڈنگ کے دوران پیش آیا، اس حادثے میں چوبیس افراد جاں بحق ہوئے جس میں چوبیس صحافی شامل تھے۔ جہاز کی کمان پائلٹ اے کے خان کے ہاتھ میں تھی، تمام ہلاک شدگان کی تدفین قاہرہ کے مقامی قبرستان میں ہوئی۔ 6/ اگست 1970ء فوکر طیارہ F-27 جیسے ہی اسلام آباد ائرپورٹ سے بلند ہوا تو طوفان کے گھیرے میں آ گیا اور راولپنڈی سے گیارہ میل دور روات کے مقام پر گر کر تباہ ہو گیا، اس حادثے میں تمام تیس افراد جاں بحق ہو گئے۔ 8/ دسمبر 1972ء کو فوکر طیارہ F-27 فلائٹ 631 اسلام آباد سے پرواز کے بعد راولپنڈی کے قریب گر کر تباہ ہو گیا، جہاز میں چھبیس مسافر جاں بحق ہوئے۔ 26/ نومبر 1979ء کو پی آء اے کا بوئنگ طیارہ 707 فلائٹ نمبر 740 جدہ ائرپورٹ سے حاجیوں کو لے کر واپس وطن آ رہا تھا کہ طائف کے قریب اس کے کیبن میں آگ لگ گئی، جہاز جل کر تباہ ہو گیا، 145 مسافر اور عملہ کے گیارہ افراد جاں بحق ہوئے۔ 25/ اگست 1989ء کو پی آئی اے فوکر طیارہ P.K-404 گلگت کے قریب برف پوش پہاڑوں میں لاپتہ ہو گیا۔ اکیس سال گزرنے کے باوجود نہیں مل سکا۔ جہاز کی تلاش میں تیرہ امدادی مشن بھیجے گئے جو ناکام رہے۔ 23/ اکتوبر 1986ء پی آئی اے کا فوکر طیارہ F-27 پشاور کے قریب گر کر تباہ ہو گیا، 54 افراد میں سے تین افراد جاں بحق ہوئے۔ 28/ ستمبر 1992ء کو پی آئی اے کا طیارہ A-300 فلائٹ نمبر 268 نیپال کے دارالحکومت کھٹمنڈو ائرپورٹ سے صرف چند منٹ کی دوری پر بادلوں کے ڈھکے ہوئے پہاڑوں سے ٹکرا کر تباہ ہو گیا۔ عملہ ک بارہ افراد سمیت ایک سو چھپن مسافر ہلاک ہوئے۔ حادثے کی وجہ مقرر کردہ بلندی سے سولہ سو سے نیچی پرواز تھی، پاکستان کی تاریخ کا بیرون ملک مسافر بردار ہوائی جہاز کس سب سے بڑا حادثہ تھا۔ 20/ فروری 2003ء میں پاکستان ائرفورس کے وی آئی پی فوکر طیارہ حادثے کا شکار ہوا، پاکستان ائرفورس کے سربراہ ائر مارشل مصحف علی میر اور اُن کی اہلیہ سمیت سترہ افراد لقمہ اجل بنے۔ یہ پرواز چکلالہ ائرپورٹ سے اڑنے کے پینتیس منٹ بعد کوہاٹ کے قریب گر کر تباہ ہو گیا۔ 19/ فروری 2003ء کو چارٹرڈ طیارے فراہم کرنے والی پاکستان کی نجی کمپنی ''ستار ائر'' کا جہاز ڈورنائر کراچی کے انٹرنیشنل ائرپورٹ دوران لینڈنگ حادثے کا شکار ہوا۔ 10/ جولائی 2006ء کو پی آئی اے کا فوکر طیارہ F-27 فلائٹ نمبر 688 فضا میں بلند ہونے کے دس منٹ بعد ملتان کے قریب گندم کے کھیتوں میں گر کر تباہ ہو گیا، لاہور جانے والی اس فلائٹ میں عملے کے چودہ ارکان، اکتالیس مسافر ہلاک ہوئے۔ حادثے کی وجہ فنی خرابی بتائی جاتی ہے۔

☆......عارف شاہ۔جہلم

زبانِ حیوانات

ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ حضرت سلیمان کے دربار میں حاضر ہے اور حضرت سلیمان سے بار بار کہتا ہے کہ مجھے جانوروں کی بولیاں سکھائیں جب اس کا اصرار حد سے بڑھ گیا تو حضرت سلیمان نے اسے کتے اور مرغ کی بولی سکھا دی۔ اتفاق سے یہ دونوں جانور اس کے گھر میں موجود تھے۔ وہ گھر آ کر کان لگا کر ان کی باتیں سننے لگا۔ مرغ کتے سے کہہ رہا تھا۔ مبارک ہو کل خواجہ صاحب کا گھوڑا مر جائے گا اور

تمہارے مزے ہو جائیں گے۔ جونہی اس نے یہ بات سنی گھوڑے کو بیچ دیا اس پر کتا اداس ہو گیا۔ مرغ نے کہا۔ اے کتے اداس نہ ہو پرسوں اس کا اونٹ مرے گا اور ترسوں اس کا غلام مرے گا۔ غلام کے مرنے پر بہت بڑی دعوت ہو گی اور تمہیں بے شمار ہڈیاں ملیں گی۔ خواجہ صاحب فوراً اونٹ اور غلام بیچ ڈالے۔ دو چار دن بعد جب کتے نے پھر بھوک کا رونا رویا تو مرغ نے کہا کہ کل خواجہ صاحب کی اپنی وفات ہو گی، دعوتوں کا سلسلہ چالیس دن تک جاری رہے گا اور تمہارے سارے گلے شکوے ختم ہو جائیں گے۔ یہ سنتے ہی خواجہ صاحب کے ہوش اڑ گئے وہ بھاگتا ہوا حضرت سلیمان کی خدمت میں پہنچا اور دعائے زندگی کا طالب ہوا۔ آپ نے فرمایا موت برحق ہے اور ہر شخص نے ایک دن مرنا ہے اگر تم ہمیشہ زندہ رہنا چاہتے ہو تو سنو اگر تم ایمان اس دنیا سے لے گئے تو ہمیشہ زندہ رہو گے ورنہ مر جاؤ گے۔

☆......ایم اشفاق بٹ۔لالہ موسیٰ

سچی باتیں

★ اگر دکھوں کا دریا عبور کرنا چاہتے ہو تو پھر آنسوؤں کو جذب کرنے کا طریقہ سیکھو۔

★ دنیا کو جیتنا چاہتے ہو تو پھر آواز میں نرمی پیدا کرو۔

★ کسی کو پانے کی تمنا مت کرو بلکہ اس قابل ہو جاؤ کہ لوگ آپ کو پانے کی تمنا کریں۔

★ محبت کی آزمائش محبت کی توہین ہے۔

★ روٹھنے والے کو اتنا بھی نہیں روٹھنا چاہئے کہ منانے والا خود ہی روٹھ جائے۔

★ پھول اچھے لگتے ہیں جن میں خوشبو ہو۔

★ محبت اچھی لگتی ہے جس میں ملن ہو۔

★ انسان اچھے لگتے ہیں جن میں انسانیت ہو۔

★ دوست اچھے لگتے ہیں جن میں وفا ہو۔

★ موت اچھی لگتی ہے جس میں نام خدا ہو۔

☆......جمیل فدا خیر پوری۔خیر پور میرس

انمول موتی

★ غم ملے تو صبر کرو، خوشی کی دولت عطا ہو گی۔

★ بے شک دل کا سکون اللہ تعالیٰ کے ذکر میں پوشیدہ ہے۔

★ کسی کی حالت اور اس کے پھٹے پرانے کپڑوں کی وجہ سے اسے حقیر مت سمجھو، کیوں کہ اس کا اور تمہارا رب ایک ہی ہے۔

★ ہر کسی سے عاجزی سے ملو کیونکہ برتن کتنا چھوٹا کیوں نہ ہو صراحی اسے جھک کر بھرا کرتی ہے۔

★ ہمیشہ صندل کی طرح رہو جو کلہاڑے کے کاٹنے پر بھی اس کا منہ خوشبو سے معطر کر دیتا ہے۔

☆......راجہ فیصل مجید۔کراچی

ہنسئے تو ذرا!

★ ایک بچے نے کمرہ امتحان میں سو سو کر دیا۔ ٹیچر: یہ کیا کیا؟ بچہ: آپ نے ہی تو کہا تھا اِدھر اُدھر نہ دیکھو جو آتا ہے کر دو۔

★ ایک صاحب اپنے بچوں کے ساتھ چڑیا گھر اور گائیڈ سے کہا۔ ہمیں زرافہ دکھایئے، عجیب جانور ہوتا ہے۔ گائیڈ نے بچوں کی گنتی کر کے پوچھا۔ کیا یہ بیس بچے آپ کے ہیں۔ جی ہاں۔ اس نے جواب دیا۔ خوب تو پھر میں زرافہ کو لے کر آتا ہوں وہ آپ دیکھنا پسند کرے گا۔

☆......اعجاز ساحل۔کوٹ رادھا کشن

بہترین اصول اپناؤ

نماز: اس طرح پڑھو جیسے اللہ کا دیدار کر رہے ہو۔

دُعا: اس طرح مانگو جیسے اللہ سے بھیک مانگ رہے ہو۔

دولت: ایسے رکھو جیسے ایک ایک پیسے میں پسینے کی بو آ رہی ہو۔

روضہ: ایسے رکھو جیسے زندگی کے گناہ ایک ہی سوزے میں ختم ہو رہے ہیں۔

قول حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم: لوگ پیار کے لئے ہوتے ہیں اور چیزیں استعمال کے لئے۔ بات تب بگڑتی ہے جب چیزوں سے پیار اور لوگوں کو استعمال کیا جائے۔

☆......نثار احمد حسرت۔نور جمال شمالی

غزل

دیا خود سے بجھا دینا
ہوا کا اور کیا دینا
ستارے پوچھنے والو
فلک کو آسرا دینا
کبھی اس طور سے ہنسنا
کہ دنیا کو رولا دینا
کبھی اس رنگ سے رونا
کہ خود ہی مسکرا دینا
میں تیری دسترس چاہوں
مجھے ایسی دعا دینا
میں تیرا برملا مجرم
مجھے کھل کر سزا دینا
میں تیری منفرد ساتھی
مجھے ہٹ کر جزا دینا
مجھے اچھا لگا محسن
اسے پا کر گنوا دینا

---رابعہ ارشد بہاولدین

غزل

مجھ سے یہ لوگ کہتے ہیں کہاں دل چھوڑ آئے ہو
بہت چپ چاپ رہتے ہو نہ بنتے ہو نہ سنورتے ہو
نہ کوئی بات کرتے ہو بھری محفل میں اکثر
ہمیشہ کھوئے رہتے ہو اداسی آنکھوں میں لے کر
ہر چہرے کو تکتے ہو کوئی جب یاد آتا ہے ٹھنڈی آہ بھرتے ہو
تو کھل کر کیوں نہیں کہتے کسی کو یاد کرتے ہو
کہ ہم بھی پیار کرتے ہیں کہ تم بھی پیار کرتے ہو

شہلا دیپالپور

نیا سال

اب کے سال کچھ ایسا کرنا
اب کے عید کچھ ایسے کرنا
اپنے پچھلے بارہ ماہ کے
دکھ سکھ کا اندازہ کرنا
اپنی یادیں تازہ کرنا
سادہ سا ایک کاغذ لے کر
بھولے بسرے پل تم لکھنا
اپنے سارے کل تم لکھنا
سارے دوست اکٹھے کرنا
ساری محبتیں حاضر کرنا
ساری شامیں پاس بلا کر
اک ایک کو یاد کمال میں رکھنا
پھر تم محتاط قیاس لگانا
اگر خوشیاں بڑھ جائیں تو
پھر تم کو میری طرف آنے والا سال مبارک ہو
اگر تیرے غم بڑھ جائیں تو
پھر میری خوشیاں لے لینا
مجھ کو اپنے غم دے دینا
اب کے سال کچھ ایسا کرنا
اب کے عید کچھ ایسے کرنا

---سونو گوندل

غزل

سب کچھ لٹا دیا فقط اس پہ بھروسہ کر کے
جانے کیوں بہت روئے ہم ایسا کر کے
یہ میری بے بسی پہ مسکرانے والے
کیا ملا اس کو میرے دل میں اضافہ کر کے
کیا کبھی اس نے بھی مجھ سے محبت کی تھی
پوچھ ذرا خود کو آئینے میں کھڑا کر کے
کاش وہ میرے درد میں ہمدرد ہوتا بنا
اس نے تو چھوڑ دیا مجھ کو تماشہ کر کے

---نیہا مظفر گڑھ

غزل

جان سے پیارے بھی عداوت پہ اتر آئے ہیں
اور جان کے دشمن بھی محبت پہ اتر آئے ہیں
میں تو سادہ ہوں مگر لوگ نہ جانے کیونکر
ساتھ میرے ہی بغاوت پہ اتر آئے ہیں
بعد مرنے کے سکوں مجھ کو کہاں آیا ہے
لوگ لاشوں کی تجارت پہ اتر آئے ہیں
میں نے دیکھے ہیں حسین چاند میرے آنگن میں
میری وحشت پہ اذیت پہ اتر آئے ہیں
تیرا واجد بھی تو جنت کا مکیں ٹھہرا ہے
سب فرشتے میری تربت پہ اتر آئے ہیں

---واجد چوہان

غزل

آج روٹھا ہوا دوست بہت یاد آیا
اچھا گزرا ہوا وقت بہت یاد آیا
میری آنکھوں کے اک اشک پہ رونے والا
آج جب آنکھ روئی تو بہت یاد آیا
جو میرے درد کو سینے میں چھپا لیتا تھا
آج جب درد ہوا مجھ کو تو بہت یاد آیا
جو میری آنکھوں میں کاجل کی طرح رہتا تھا
آج کاجل جو لگایا تو بہت یاد آیا

---تنزیل الرحمن کشمیر

غزل

پتھر تھا مگر برف کی گالوں کی طرح تھا
ایک شخص اندھیرے میں اجالوں کی طرح تھا
خوابوں کی طرح تھا نہ خیالوں کی طرح تھا
وہ علم ریاضی کے سوالوں کی طرح تھا
الجھا کچھ ایسے کہ حل نہ ہو پایا
سلجھا کچھ ایسے کہ مثالوں کی طرح تھا
مل تیا مگر شطرنج کی الجھی چالوں کی طرح تھا
پتھر کا تھا مگر برف کی گالوں کی طرح تھا
اک شخص اندھیرے میں اجالوں کی طرح تھا

---محمد احمد ڈولہ آبادی سبحان شاہ

غزل

کاش میں کچھ لمحے روک پاتا اسے ایک پل کے لیے
جب ہونٹ تھے ہونٹوں پہ اور سانس میں سانسیں اٹکی تھی
آج بہت خوش ہے تو مجھے تنہا چھوڑ کر مگر پچھتائے گی
اس گھڑی کو جب اپنے ہاتھ سے میری کلائی جھٹکی تھی
تیری ایک ہی ادا تو مجھے تیرا دیوانہ کر گئی
پگڈنڈی پہ چلتے چلتے جب تیری پلٹ کر مٹکی تھی
تو کسی سے بات کر لے تجھے کوئی چھوئے مجھے نہیں گوارہ
پھر کیوں تیرے رخساروں پہ تیری زلف کی لٹ لٹکی تھی
تو جب بھی مسکرا کر ملتی تھی کسی اجنبی سے
خدا کی قسم رات کو کئی بار میری آنکھ پھڑکتی تھی
ہول تو چیز ہے کیا اس کے آگے وہ چاند اور تو تارا
تیرا کیا جوڑ تو آکسنگھ دا بوٹا وہ صنوبر جیسی لڑکی تھی

---بشارت علی پھول باجوہ

غزل

دل کی بات کہی نہیں جاتی چپ رہنا ٹھانا ہے
گردن ڈالے پاس ہوں بیٹھا دل بھی تو بہلانا ہے
اگر ہوتا نزلہ بیٹھے بیٹھے ان کو اب تک لگ جاتا
حیرت ہے انہیں کیوں نہیں لگتا میرا روگ تو پرانا ہے
دل کی بات کہی نہیں جاتی چپکے رہنا ٹھانا ہے
یہ حسن ادا کیا کم تھے جو انگڑائیاں بھی لیتے ہیں وہ
حال اگر ایسا ہی رہا تو جان سے جان کو جانا ہے
دل کی بات کہیں نہیں جاتی چپکے رہنا ہی ٹھانا ہے
طاہر اب تو دیر نہ کر بتا دے دل کا حال اسے
گیا وقت پھر ہاتھ نہ آئے بعد میں پھر پچھتانا ہے
دل کی بات کہی نہیں جاتی چپکے رہنا ٹھانا ہے
گردن ڈالے پاس ہوں بیٹھا دل بھی تو بہلانا ہے

---ملک طاہر حسین۔صدیق پورہ

غزل

مانتے ہیں وہ بھولا بھالا نادان جو تھا
محبت کی راہوں میں انجان جو تھا
اسی بنا پر اس کی ہر بات مان لیتے تھے
کیونکہ وہ شخص دل کی نگری کا سلطان جو تھا
علم تو مجھے ہی تھا انجان عشق کا
پھر بھی کر بیٹھا آخر انسان جو تھا
اس کی یادوں سے اس لیے نبھا رہا ہوں
کیونکہ وہ میری مرضوں کا لقمان

جو یہی سوچ کر اس کی بے وفائی کا تذکرہ ہیں کرتا فیصل
کیونکہ وہ شخص میرا دین ایمان جو تھا

----فیصل شیرازی وہاڑی

غزل

سہارے ڈھونڈنے نکلا سہارے کھو گئے میرے
لب ساحل جو پہنچا تو کنارے کھو گئے میرے
نبھانے کو بڑے آئے چلے بھی جو ساتھ
مجھے تھی آرزو جنکی وہ پیارے کھو گئے میرے
گیا تھا آسماں پر بھی مقدر ڈھونڈنے لیکن
چھپا کر چاند منہ رویا ستارے کھو گئے میرے
چمن اب خوبصورت بھی میرے کس کام آئے گا
تھی چاہت جنکی آنکھوں کو وہ نظارے کھو گئے میرے
کہیں سے ڈھونڈ کرلاؤ میری گزری جوانی کو
جواں جذبے جوانی میں ہی سارے کھو گئے میرے
غموں نے چھین کر قاسم میرا بچپن مٹا ڈالا
انھی تھے کھیلنے کے دن اور غبارے کھو گئے سارے

----محمد قاسم خان ٹوبہ ٹیک سنگھ

غزل

غم جاناں میں انسان روتے رہے
اور غم دوراں میں سوتے رہے
ایک ظرف محبت کا دعویٰ کرتے ہیں
اور کہیں نفرت کے بیج بوتے رہے
بہت ٹھکرایا کو دغرض زمانے نے
اور ہم مانے کے ہاتھوں رسوا ہوتے رہے
ہر کسی نے محبت کے عوض غم دیا
خدارا تیرے بھروسے سے ہم سب کھوتے رہے
آج پھر وہ ٹوٹ کر یاد آگیا
اور ہم رات بھر اس کے نوحے پڑھتے رہے

-----اقصیٰ نگین۔شادیوال

قطعہ

تمہیں گلہ ہے ہم سے کے ہم تمہیں یاد نہیں کرتے
ہم وہ سانسیں ہی نہیں لیتے جس میں شامل تمہاری یاد نہیں

زندگی کی سب سے بڑی ہار کسی کی آنکھوں میں آنسو کی وجہ سے اور زندگی کی سب سے بڑی جیت کسی کی آنکھوں میں آنسو کی وجہ آپ کے لیے

صبا کنول مظفر گڑھ

غزل

تیری لاجواب چاہت کو ہم کیسے بھلائیں
تم کو بھول کر خود کو چین دلائیں کیسے
نجانے کون سی کشش تیرے پاس ہے
لے آتی تیرے پاس آ کر تجھ میں سمائیں کیسے
ہم نے دل سے چاہا ہے تجھے
عاصمہ اظہر
تیری چاہت کے قابل خود کو کیسے بنائیں
کیوں پوچھتے ہو ہم سے آنسوؤں کی شدت
ہم ان میں تیرا عکس دکھائیں کیسے
ہم تم سے بہت محبت کرتے ہیں
مگر تمہیں یہ احساس دلائیں کیسے

---اظہر سیف تبسم سکھیکی منڈی

غزل

گلی گلی کے موڑ پہ رہتا تھا ایک شخص
میری محبتوں سے شناسا تھا ایک شخص
آنکھوں کو اس کے بعد بجھائی نہیں دیا
آئینے بانٹتا ہوا گزرا تھا ایک شخص
کل پھر نظر بچا کے گزرنا پڑا ہمیں
کل پھر ہماری راہ میں بیٹھا تھا ایک شخص
ایک رنج و غم کی بھیڑ مقابل کھڑی تھی اور
ہنگامہ حیات میں تنہا تھا ایک شخص
مجھ کو بھی اپنی جان سے پیارا تھا ایک شخص
ترک تعلقات سے نادم نہ تھا مگر
رخصت ہوا تو ٹوٹ کے رویا تھا ایک شخص

عارف وہ خواب تھا کہ حقیقت خبر نہیں
بس اتنا یاد ہے کہیں دیکھا تھا ایک شخص

----عارف شہزاد

غزل

بسایا تھا دل میں چاہت کی بات تھی
وہ بے وفا نکلا اس کی فطرت کی بات تھی
وعدہ کے اس پہ آج بھی جی رہی ہوں
ہمیں تھا انتظار عادت کی بات تھی
چاہا ہم نے پایا کسی اور نے اسے
وہ نہ ملا ہمیں قسمت کی بات تھی
ہماری داستاں سن کر سارا جہاں رویا
صرف وہ بے وفا نہ رویا ہمت کی بات تھی

-----صبا۔کنول مظفر گڑھ

غزل

تجھے بھولنے میں ہم گر بااختیار ہوتے
تو نا اس قدر درد سے ہم کنار ہوتے
تجھے پانے کے واسطے سب کچھ بھلا دیا
سزا تو دیتے گر تیرے گنہگار ہوتے
عشق کا لطف تو آتا گر ہم
تیرے بجائے عشق خدا میں گرفتار ہوتے
ایک بار ہی تم آتے تو سہی
ہاتھوں میں پھول لیے گر ہم مزار ہوتے
میرے ہاتھ زخمی ہوئے عجیب بات ہے
تعجب نا ہوتا گر وہ گل خاردار ہوتے

-----اقصیٰ نگین شادیوال

غزل

ساتھ روتی تھی میرے ساتھ ہنسا کرتی تھی
وہ ایک لڑکی جو میرے دل میں بسا کرتی تھی
میری چاہت کی طلبگار تھی وہ اس قدر
کہ وہ مصلے پہ نمازوں میں مجھے پڑھا کرتی تھی
اک لمحے کا بچھڑنا بھی گوارہ نہ تھا اسے
روتے روتے وہ مجھ سے یہی کہا کرتی تھی
روگ دل جو لگا بیٹھی تھی انجانے میں
میری آغوش میں مرنے کی دعا کرتی تھی
بات قسمت کی تھی کہ دور ہوئے ہم
ورنہ وہ تو مجھے زندگی کہا کرتی تھی

-------وقاص انجم جڑانوالہ

غزل

نیندیں خراب کی جس کے لیے اسے کیا پتا
ساری زندگی جس کے نام کی اسے کیا پتا
میں تو بے بس ہوں مرجاؤں گا اس کے لیے
پر وعدے کیے جس کے ساتھ اسے کیا پتا
نگاہیں تو ترستی ہیں جس کے لیے اسے کیا پتا
دل دھڑکتا ہے جس کے لیے اسے کیا پتا
معلوم نہیں مجھ کو وہ کس بات پر خفا ہو گئی
خدا سے تنہائی میں معافیاں مانگتا ہوں اسے کیا پتا
اب میں پرنس کیا دل کو دلاسا دیتا
زندگی ختم ہوگئی میری اسے کیا پتا

-----پرنس عبدالرحمٰن گجر

غزل

ہمارا بس نہیں چلتا
تمہیں بانہوں میں بھر لیتے
تمہارے لب چوم بھی لیتے
تمہیں آنکھوں میں رکھ لیتے
کبھی نہ روٹھنے دیتے
کبھی نہ ٹوٹنے دیتے
تمہیں ہم قید کر لیتے
بس اپنے دل کی دنیا میں
کسی تمہیں بھی حال میں ہم
پھر تمہیں آزاد کر دیتے
تجھیں دنیا بھلا دیتے
ہمارے بس میں ہوتا تو
مگر ہے بے بسی ایسی
ہمارا دل مچلتا ہے
تمہیں ہی یاد کرتا ہے

تمہارا کرب مچلتا ہے
مگر ہم کیا کریں جاناں
ہمارا بس نہیں چلتا
۔۔خضر حیات۔شاہد محمود روڈہ تھل

غزل

اک ان کہی سی داستان
تھا میرا بھی کوئی مہرباں
اب در بدر ہے میری زندگی
نہ رہا کوئی میری دل کی جان
اب کوئی سننے والا نہیں
میں کس کو سناؤں اپنی داستاں
تھا میرا بھی کوئی مہرباں
اس عشق کے دشت سفر میں
میں ہوں تنہا بحر بیکراں
وہ جو ساتھ تھا وہ بچھڑ گیا
اب وہ گیا دل یہ پشیماں
جانے کیا ہے اب مری جان جاں
اب کس کو دے گا رومی صدا
اب کون بنے گا میرا رازداں
۔۔۔عبدالجبار رومی چوہنگ لاہور

غزل

اداس شاموں میں وہ لوٹ کر آنا بھول جاتا ہے
کر کے خفا مجھ کر منانا بھول جاتا ہے
اتنی عادتوں نے اس کی مجھے بدنام کر ڈالا
وہ لکھ کر میرا نام دیواروں پر مٹانا بھول جاتا ہے
مت پوچھ محبت میں لاپرواہی اس کی شہزاد
دے کر زخم وہ مرہم لگانا بھول جاتا ہے

کتنا دل کش ہوتا ہے اس کی یاد کا منظر نوید
وہ جب بھی یاد آتا ہے زمانہ بھول جاتا ہے
۔۔۔۔۔نوید خان ڈاہا عارفوالا

غزل

ہماری ہی اپنی دیوار ٹھہری محبت
ورنہ کاروبار ٹھہری
مقدر کے سکندر تھے بہت ہم
محبت ہی ہمیں کیوں ہار ٹھہری
تیری ہی خاطر تڑپے ہے میرا دل
محبت چیز کیسی یار ٹھہری
پلٹ کے اب تو آجاؤ یار واپس
کہ فرقت تیری پر یار ٹھہری
ہماری زندگی ہوئی خزاں گر
تیری تو زندگی گلزار ٹھہری
کبھی رکھنا نہ قدم عشق کی راہ میں
راہ الفت تو ہے پر خار ٹھہری
کہ کانٹوں کا یہ تو اب ہار ٹھہری
۔۔۔محمد افتخار تبسم وان بچھڑاں

غزل

دیپک جگنو چاند ستارے ایک سے ہیں
یعنی سارے عشق کے مارے ایک سے ہیں
ہجر کی شب میں دیکھ تو آکے میرے چاند
میرے آنسو اور یہ تارے ایک سے ہیں
میری کشتی کیسے ڈوبی کیا معلوم
ساری لہریں سارے دھارے ایک سے ہیں

کچھ اپنے اور کچھ بیگانے اور میں خود
میری جان کے دشمن سارے ایک سے ہیں
اب لوٹ آؤ کس سے فریاد کروں
قاتل منصب حاکم سارے ایک سے ہیں
۔۔۔خلیل احمد ملک شیدانی شریف

غزل

من آنگن میں شہر بسا ہے
شہر میں ایک دریا بہتا ہے
جس میں چاند ستارے اور پن
کبھی نہ ٹوٹنے والے بندھن
ہیں نہ بھولنے والی یادیں
ٹوٹی پھوٹی کچھ یادیں
روشندان اور جھلمل راتیں
لفظ ادھورے پوری باتیں
لہروں پہ منڈتے جذبے بہتے جائیں
کوئی کہانی کہتے جائیں
ہرے ہرے پیڑوں پر شاخیں
سایوں کی زنجیر بنائیں
پون سندیسے لیے ہوئے
نئے موسم کے خوشحال پرندے
پلکوں پر پھیلے رنگوں سے
آنکھوں میں تصویر بنائیں
دریا میں افلاک بنائیں
اندر کے سب بھید کنارے کھلتے جائیں
من آنگن میں شہر بسا ہے
شہر میں ایک دریا بہتا ہے
دریا کی لہروں میں رستے رشتوں

یں نے جس ہاتھ کو پکڑ کر بچپن سے کفالت کی تھی
(مس فوزیہ کنول، کنگن پور)

غزل

غم حیات کا جھگڑا منا رہا ہے کوئی
چلے آؤ کہ دنیا سے جا رہا ہے کوئی
دل ہے کہہ دو رک جائے دو گھڑی
سنا ہے آنے کا وعدہ نبھا رہا ہے کوئی
وہ اس ناز سے بیٹھے ہیں لاش کے پاس
جیسے روٹھے ہوئے کو منا رہا ہے کوئی
پلٹ کر نہ آ جائے سانس نبضوں میں
اتنے حسین ہاتھوں سے میت سجا رہا ہے کوئی
(فرمان، ساقی)

غزل

اتنا ٹوٹا ہوں کہ چھونے سے بکھر جاؤں گا
اب اگر اور آزماؤ گے تو مر جاؤں گا
اک عارضی مسافر ہوں میں تیری کشتی میں
تو جہاں مجھ سے کہے گا میں اتر جاؤں گا
ہم نے نہ رکھی کسی سے تمہارے بعد محبت کی آس
ہاتھ پکڑ و گے تو سایہ بن کے ساتھ رہوں گا
اک شخص ہی بہت ہے جو سب کچھ سیکھا گیا
جب ہاتھ چھوڑ دیا تو ہمیشہ کے لئے بچھڑ جاؤں گا

غزلیں

(چوہدری الطاف دکھی، بھمبر آزاد کشمیر)

غزل

ملتے ہیں یوں ہی ہنس کر رولا جاتے ہیں لوگ
ملتے ہیں یوں ہی مل کر جدا ہو جاتے ہیں لوگ
پل دو پل کی محبت کو عمر بھر کا ساتھ نہ سمجھنا
محبت بھی کرتے ہیں اور خفا بھی ہو جاتے ہیں لوگ
نصیب میں پیار نہ تھا جو مجھے ملا ہی نہیں
کر کے اظہار محبت بے پرواہ ہو جاتے ہیں لوگ
اب کس سے شکوہ کریں اپنی قسمت کا؟
کر کے وفا کے وعدے بے وفا ہو جاتے ہیں لوگ
(وسیم عباس، ہارون آباد)

غزل

یہ ہی وفا کا صلہ ہے تو کوئی بات نہیں
یہ درد اس نے دیا ہے تو کوئی بات نہیں
اتنا بہت ہے کہ وہ دیکھتا ہے ساحل سے
ہم ڈوب رہے ہیں تو کوئی بات نہیں
کسی کی مجال جو مجھ کو کہے بے وفا
اگر یہ اس نے کہا ہے تو کوئی بات نہیں
یہ میرے بس میں کہاں کہ اسے بھول جاؤں
وہ مجھ کو بھول چکا ہے تو کوئی بات نہیں
ہم تو دنیا کو پانے کے لئے ہر ظلم و ستم سہتے رہے
وسیم یہ دنیا ہی روٹھ گئی تو کوئی بات نہیں
(وسیم عباس، ہارون آباد)

غزل

خود وقت مرے ساتھ چلا وہ بھی تھک گیا
میں تیری جستجو میں بہت دور تک گیا
کچھ اور اکبر چاند ماتھے پہ جھک گئے
کچھ اور تیرگی کا مقدر چمک گیا
کل جس کے قرب سے تھی گریزاں میری حیات
آج اس کے نام پر بھی میرا دل دھڑک گیا
میں سوچتا ہوں شہر کے پتھر سمٹ کر
وہ کون تھا جو راہ کو پھولوں سے ڈھک گیا
دشمن تھی اس کی آنکھ جو میرے وجود کی
میں حرف بن کے اس کی زباں پر اٹک گیا
(انتظار حسین ساقی، تاندلیانوالہ)

غزل

تیرے لوٹ آنے کا انتظار کرتی ہوں
دیکھ میں تم سے کتنا پیار کرتی ہوں
میں بناتی ہوں کاغذ پہ تیری تصویریں
پھر ان سے باتیں ہزار کرتی ہوں
تیرے دکھ بھی خلوص نیت سے
اپنے دکھوں میں شمار کرتی ہوں
سچ سمجھتی ہوں جھوٹ بھی تیرا
یوں میں تیرا اعتبار کرتی ہوں
آج بھی سوچتی ہوں تو میری آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
اے جان جگر میں تم سے اتنا پیار

کرتی ہوں

(مس صبا، کلر سیداں)

غزل

شام کے سرمائی اندھیروں میں
یوں تیری یاد ساتھ چلتی ہے
جیسے پربت کے سبز پیڑوں پر
برف کے بعد دھوپ پڑتی ہے
جیسے صحرا کی ریت اڑ اڑ کر
اجنبی کا طواف کرتی ہے
روز مرتا ہوں پھر بھی جیتا ہوں
کتنی معصوم آرزؤں کو
کس طرح لوگ توڑ جاتے ہیں
جیسے دم توڑتے مسافر کو
قافلے والے چھوڑ جاتے ہیں
شام کے سرمائی اندھیروں میں
یوں تیری یاد ساتھ چلتی ہے

(رئیس ارشد، خان بیلہ)

غزل

کچھ ایسا ہو یہ شام ڈھلے
کوئی ہاتھ میں تھامے ہاتھ میرا
کوئی لے کے مجھ کو ساتھ چلے
کوئی بیٹھے میرے پہلو میں
میرے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ دھرے
اور پونچھ کے آنسو آنکھوں سے
وہ دھیرے سے یہ بات کہے
یوں تنہا سفر اب کٹتا نہیں
چلو ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں
چلو ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں

(رئیس ساجد کاوش، خان بیلہ)

غزل

وہ روٹھ جاتا ہے اکثر شکوہ کیے بغیر
ہم بھی تو سہہ جاتے ہیں شکایت کیے بغیر
ہم سوچتے رہیں محبت بے لوث ہوتی ہے
یہ یوں ہی ہو جاتی ہے عنایت کیے بغیر
تو کتنا نادان ہے اتنا تو سوچ لے
جنت کب ملتی ہے عبادت کیے بغیر
قصور ان کا نہیں قصور تو ہمارا ہے
ہم نے محبت بھی کی تو ان کی اجازت کیے بغیر

(آمنہ ... راولپنڈی)

غزل

یاد ماضی میں جو آنکھوں کو سزا دی جائے
اس سے بہتر ہے کہ ہر بات بھلا دی جائے
جس سے تھوڑی بھی امید زیادہ ہو کبھی
ایسی ہر شمع سر شام جلا دی جائے
میں نے اپنوں کے رویوں سے یہ محسوس کیا
دل کے آنگن میں بھی دیوار اٹھا دی جائے
میں نے یاروں کے بچھڑنے سے یہ سیکھا
K's
اپنے دشمن کو بھی جینے کی دعا دی جائے

(راجہ وسیم، آزاد کشمیر)

غزل

ہم تم سے پیار کرتے ہیں
سر عام اظہار کرتے ہیں
اک دوجے کے ہو کے رہیں گے
آؤ یہ اقرار کرتے ہیں
یہ دنیا والے ظالم ہیں پھولوں کو خار کرتے ہیں
سب کو منزل کہاں ملتی ہے عشق تو ہزار کرتے ہیں
ہاں عشق نبھانا مشکل ہے
لوگ جاں نثار کرتے ہیں
چاہیں گے بس تجھ کو واجد
وعدہ ہر بار کرتے ہیں

(شہزادو سلطان کیف، الکویت)

غزل

مجھ سے جدا ہوا تو کہیں کا نہیں رہا
وہ بے وفا ہوا تو کہیں کا نہیں رہا
اپنی حدود ذات میں رہتا تو ٹھیک تھا
بندہ خدا ہوا تو کہیں کا نہیں رہا
پردے میں تھا تو سارے جہاں کو تلاش تھی
جب سامنا ہوا تو کہیں کا نہیں رہا
میں نے ہی اس کے عیب چھپائے تھے اب تک
مجھ سے خفا ہوا تو کہیں کا نہیں رہا
اس کا وجود میرے علاوہ تو کچھ نہ تھا
یہ فیصلہ ہوا تو کہیں کا نہیں رہا
دل سنگ تھا تو سارے زمانے کو خوف تھا
دل آئینہ ہوا تو کہیں کا نہیں رہا
شاد یہ دل جو ٹوٹنے والا کبھی نہ تھا
اک حادثہ ہوا تو کہیں کا نہیں رہا

(محمد آفتاب شاد، کوٹ ملک دوکوٹہ)

پسندیدہ اشعار

اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں کچھ
اس طرح کر لو شامل ارمان
کہ تم جب بھی دعا مانگو میں تمہیں یاد آؤں
........ارمان سنگم

یاالٰہی نگاہ ناز پر لائسنس کیوں نہیں
یہ بھی تو قتل کرتی ہے تلوار کی طرح
........محمد آفتاب

میں نے ہیرے کی طرح اس کو تراشا تھا بہت
جب وہ ذات کا پتھر تھا تو پتھر تھا سو پتھر ہی نکلا
........عثمان غنی

طوفان ہے تو کیا غم مجھے آواز تو دیتے
کہاں بھول گئے آپ میرے کچے گھڑے ہو
........پرنس عبدالرحمٰن

ضرب پہلے سے بھی بھاری ہے خدا خیر کرے
بام پر جب آئے تو چہرے پہ ہلکا سا نقاب تھا
........نسیم قصور

مدت گزر گئی ہے وہ منظر دیکھے ہوئے ہادی
اک چاند نکلا تھا بھی شام سے پہلے
........ممریز بشیر گوندل

تو نے سمجھا ہی نہیں رشتوں کے تقدس کو کبھی
یہ فقط تیرا کھیل تھا میں اسے تیری عادت سمجھا
ہر بار تم نے دیا ہے میری وفا کو اک نیا فریب
میں ہی بڑا پاگل تھا جو تیرے پیار کو عبادت سمجھا
........خلیل احمد ملک

اک نفرت ہی ہے جسے دنیا لمحوں میں جان لیتی ہے ہادی
ورنہ محبت جتلانے میں زمانے بیت جاتے ہیں
........ممریز بشیر گوندل

زندگی وہی تھی جو تیری محفل میں گزار آئے ہیں
اب تو فقط جینے کی رسم ادا کرتے ہیں
........سیف الرحمٰن زخمی

ایسے رہا کرو کہ کریں لوگ آرزو
ایسا چلن چلو کہ زمانہ مثال دے
........ندیم اقبال قریشی

وہ آئینے کو حیرت میں ڈال دیتا ہے
خدا کسی کو یہ کمال دیتا ہے
........وقاص مان

اسے کہنا تیری بیوفائی نے میرا یہ حال کر دیا ہے، ناز

میں نہیں روتا لوگ مجھے دیکھ کر روتے ہیں
........عثمان غنی

جن کی یاد نے دل کو خوشی مل جاتی ہے، ناز
افسوس کے وہ لوگ ہمیں ذرا سا بھی یاد نہیں کرتے
........عثمان غنی

میں نے تو جان دینے سے بھی انکار نہ کیا تھا شازی
وہ صرف پیار نہ دے سکا چھوڑ کر چلا گیا
........شازیہ بتول

خبر سن کر میرے مرنے کی وہ بولے رقیبوں سے
خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں
........محمد اسحاق

تحقیق ہو تو روح عالم تڑپ اٹھے، الیس
اتنا تیرے بغیر پریشان رہتا ہوں میں
........رائے اطہر مسعود آکاش

یہ ہم ہی جانتے ہیں جدائی کے موڑ پر
اس دل کا جو بھی حال تجھے دیکھ کر ہوا
........رائے اطہر مسعود آکاش

دکھ درد جب زندگی میں ملتا ہے تو
زخم ہرے ہو جاتے ہیں اور میں
ان زخموں سے پیار کرتا ہوں
سردار اقبال.........

دل کی وادی سے کہہ دو کہ جشن
چراغاں نہ کریں ساگر
یہ میری جان کا شہر ہے گرمی سے
پگھل جائے گا
مزمل ساگر.........

زندگی ایک قصہ ہے مگر عاشق
دربدر نہیں ہوتی ہم جیسے فقیروں کو
دوستی سکھا دے تم کو بادشاہی
محسن علی.........

اس پھول نے ہی ہم کو زخمی کر دیا
جس کو ہم پانی کی جگہ اپنا خون
پلاتے رہے
رانا نذر عباس.........

وقت رخصت جو نشانی کی طلب کی
تو وہ بولے
اک داغ جدائی کافی ہے اگر تمہیں
یاد رہے تو
سیف الرحمٰن زخمی.........

احباب کو رہی میرے عیبوں کی جستجو
میں پر خلوص ان کے ہنر تولتا رہا
ایم عمیر ظہیر سنی.........

کل آئینے نے دکھ کی بات کی مجھ سے
فراز تو بھی ہے گزر گئے زمانوں میں
عثمان دکھی.........

جدائیوں کے زخم درد زندگی نے بھر دیئے
اسے بھی نیند آ گئی مجھے بھی صبر آ گیا
محمد خادم جنگ.........

اگر ہوتا میرے ہاتھ میں سورج کا نظام
تیرے راستے میں کبھی دھوپ نہ آنے دیتا
ایم افضل.........

پرانے پن کی وسیع و عریض دنیا میں
یہ ایک خوشی ہی بہت ہے درد اپنا ہے
محمد خادم جنگ.........

شاید ابھی پہنچی نہیں ہے عرش پر دعا
اک اور جام پلا کے دعا بھی سفر میں ہے
عامر سہیل جگر.........

شکوہ نہیں کسی سے صدائے دل دردمند ہے
اے زندگی تیرا ہی پیار تیری یاد میں ہوں میں
محمد ارسلان احمد.........

چاندنی چاند سے ہوتی ہے ستاروں سے نہیں
محبت ایک سے ہوتی ہے ہزاروں سے نہیں
فرمان علی حجرہ.........

بے وفا یار سے تو اچھی ہے شراب
برباد تو کر دیتی ہے مگر ساتھ نہیں چھوڑتی
محمد عامر رحمٰن.........

سینے میں درد آنکھوں میں طوفان سا کیوں ہے
اس شہر میں ہر شخص پریشان سا کیوں ہے
محمد اسحاق انجم.........

ساری دنیا بھلا بیٹھا ہوں
آپ کی یاد اس قدر آتی ہے
سیف اللہ.........

کتاب عشق ہے اس مسئلے کا حل ڈھونڈو
کیا جائز ہے اپنے یار سے اتنا دور رہنا
محمد وقاص احمد حیدری.........

اب بھی پوچھتے ہو مقام اپنا
کہہ جو دیا زندگی تم ہو
ڈاکٹر زاہد جاوید.........

بڑے شوق سے اترے تھے ہم سمندر عشق میں دوست
اک لہر نے ایسا ڈبویا کہ اب تک کنارہ نہیں ملا
رانا بابر علی ناز.........

تم سے بچھڑ کے تم کو ہی ملنا ہے اک دن
تم جس کی انتہا ہو وہی ابتداء ہوں میں
محمد سلیم کوٹھ کلاں.........

میرے درد سے آخر تیرا رشتہ کیا ہے
دل جب بھی دکھتا ہے مجھے تم یاد آتے ہو
فوجی شاہد احمد.........

ملتا ہوں روز اس سے اسی شہر میں

پر جانتا ہوں وہ بہت زیبا بھی خواب ہے
محمد اسحاق انجم.........

اس نے بھلا دیا تمہیں دل سے انجم
لاکھوں جتن کیے مگر تم اسے نہ بھلا سکے
محمد اسحاق انجم.........

نہ تیرے آنے کی خوشی نہ تیرے جانے کا غم
وہ وقت اور تھا جب تیرے دیوانے تھے ہم
کاشف وصی.........

جب سانس لیتے ہو تو زخموں کو ہوا لگتی ہے
جب روٹھ جاتی ہو تو پوری دنیا خفا لگتی ہے
بلال اعظم جھنگ رانجھا.........

خس لکھنا تھا خون سے لکھ دیا سیاہی سے
مرنا تھا موت سے مر گیا جدائی سے
اسامہ پرویز تنہا.........

اس کا ساتھ ہو تو سارے موسم اچھے لگتے ہیں
ورنہ بے مزہ ہیں پھول خوشبو اور بارشیں
جنید اقبال، اٹک.........

خنجر پہ کوئی چھینٹ نہ دامن پہ کوئی داغ
تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو
محسن علی، ساہیوال.........

عجیب اندھیرا ہے اے عشق تیری محفل میں
ہم نے دل بھی جلایا مگر روشنی نہ ہوئی
شاہد اقبال خٹک.........

کیا ملا اس بے وفا کو مجھے چھوڑ کر
خود بھی تنہا پھرتا ہے مجھے تنہا چھوڑ
شاہد اقبال خٹک.........

دامن چھڑا کے آپ نے جانا ہی تھا اگر
نظریں ملا کے پیار سے دیکھا تھا کس لیے
ذوالفقار پردیسی.........

کسی اجنبی کی خاطر دے دی تو نے جان ہمراز
یہ نہ سوچا کہ اس کے طلبگار اور بھی ہیں
سید ہمراز.........

جرم تسنیم کر کے ہی بچا ہوں رقیبوں سے
سزا مجھ کو ہی ملی تھی کہ منصف یار تھا میرا
رائے اطہر مسعود آکاش.........

تیرے کوچے میں جو آیا ہے غلاموں کی طرح
اپنی بستی کا سردار بھی تو ہو سکتا ہے
رائے اطہر مسعود آکاش.........

شوق سے توڑو دل میرا مجھے کیا
تم ہی اس میں رہتے ہو اپنا ہی گھر برباد کرو گے
تنویر الحسن

ہم نے کب مانگا تھا تم سے اپنی وفاؤں کا صلہ
بس درد دیتے رہا کرو درد بڑھتا رہے گا
ایم افضل کھرل.........

وہ پرندہ جیسے اپنی پرواز سے فرصت نہ رہی
آج تنہا ہوا تو میری ہی دیوار پہ آ بیٹھا
وقاص انجم عرف وکی.........

کسی کا ساتھ مل جائے تو میری تقدیر بن جائے
میں بن جاؤں مصور کوئی میری تصویر بن جائے
محمد آفتاب شاد.........

تصویر میں نے مانگی تھی شوخی تو دیکھئے
اک پھول اس نے بھیج دیا ہے گلاب کا
فنکار شیر زمان.........

اک قتل عباسی پہ تو فتح نہ پائے گا
یہاں لاکھوں عباسی پھرتے ہیں قتل ہونے کے لیے
شہباز حسین عباسی.........

روز مرہ کا کھیل ہے اس کے لیے آکاش
اک دو باتوں سے دو چار کو اپنا کرنا
محمد رضوان آر آکاش.........

ساری دنیا کے ہیں وہ میرے سوا
میں نے دل کو روگ لگایا ہے جس کے لیے
اسحاق انجم.........

دکھ درد ہمارے

قارئین کرام میری زندگی دکھوں میں ہی بیتی جارہی ہے میں کیسے جی رہی ہوں یہ میں ہی جانتی ہوں میری عمر بائیس سال ہے لیکن دونوں ٹانگوں سے معذور ہوں نہ چل سکتی ہوں اور نہ ہی کوئی کام کرسکتی ہوں بس سارادن چارپائی ہوئی اپنی قسمت کو روتی رہتی ہوں ڈاکٹروں نے اس کا بہت مہنگا علاج بتایا ہے جو ہمارے بس سے باہر ہے اور پھر ہمارا کوئی کمانے والا بھی نہیں ہے امی ہی ہیں جو سارادن کام کرتی رہتی ہیں۔ اپنے حالات کو دیکھتے ہوئے جی چاہتا ہے کہ اپنی زندگی کا خاتمہ کرلوں لیکن نجانے کیوں ایسا نہیں کرپاتی ہوں۔ مجھے آپ بہن بھائیوں کی مدد کی ضرورت ہے میں بھی چاہتی ہوں کہ میں بھی چلو کام کروں اپنی ماں کا ہاتھ بٹاؤں لیکن شاید میری یہ سوچ کبھی بھی پوری نہ ہو مجھے کسی نے مشورہ دیا ہے کہ میں آپ لوگوں سے مدد کی اپیل کروں سو آگئی ہوں برائے مہربانی میری مدد کریں تاکہ میں اپنا علاج کراسکوں اور گھر کے سلسلہ کو چلاسکوں امید ہے کہ آپ میری ضرور مدد کریں گے۔ خدا آپ کو اس نیک کام کا اجر دیں گے ہم گھر والے آپ کو دعائیں دیتے رہیں گے۔ میں ہر وقت روتی رہتی ہوں کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ میں کیا کروں کہاں جاؤں کوئی بھی نازک وقت میں ساتھ نہیں دیتا ہے۔ میں پہلے ٹھیک تھی لیکن یکدم اسو بیماری کا مجھ پر حملہ ہوا اور میں دونوں ٹانگوں سے معذور ہوگئی ہوں۔ میں کسی بھی قسم کا جھوٹ نہیں بول رہی ہوں آپ لوگ میری انکوائری کرسکتے ہیں

صدف۔ جہلم---------

قارئین کرام۔ میں اپنا مسئلہ لے کر آپ لوگوں کے سامنے آیا ہوں امید ہے کہ آپ لوگ میرے پیغام کو پڑھنے کے بعد میری کچھ مدد کریں گے۔ میں ایف اے پاس ہوں۔ اور شادی شدہ ہوں۔ میرے اپنے بچے بھی ہیں لیکن میرے پاس ایسی نوکری نہیں ہے جس سے میں اپنے بچوں کا پیٹ پال سکوں آپ لوگوں خاص کر

• بیرون ممالک والوں سے گزارش ہے کہ مجھے بیرون ملک بلالیں تاکہ میں اپنے بچوں کا بہتر طریقے سے پیٹ پال سکوں۔ کسی بھی ملک میں جاب دلادیں یہ آپ لوگوں کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہوگا۔ میں بہت ہی مجبور ہوکر یہ پیغام دے رہا ہوں امید ہے کہ میری مدد کریں گے اور مجھے کوئی بھی بھائی باہر بلالے میں اس کی ایک ایک پائی ادا کروں گا یہ میرا آپ لوگوں سے وعدہ ہے۔ امید ہے کہ میرے بھائی ضرور میرے اشتہار پر غور فرمائیں گے اگر کوئی صاحب حیثیت انسان مجھے یہاں ہی کسی اچھی نوکری پر لگوادیں تو میں اس کا احسان بھی زندگی پر یاد رکھوں گا میری اور میرے بیوی بچوں کی دعائیں آپ کے لیے ہی ہوں مجھے آپ کے میسج کا انتظار رہے گا میں شدت سے منتظر رہوں گا۔ مجھے امید ہے کہ میرے بھائی میرا یہ مسئلہ ضرور حل کردیں گے کیونکہ جواب عرض کے قارئین کے دل بہت بڑے ہوتے ہیں ان کے دلوں میں درد ہوتا ہے یہ بات میں اچھی طرح سے جانتا ہوں۔----

سہیل احمد۔ شاہدرہ لاہور

رشتے ناطے

میں شادی کا خواہش مند ہوں میری عمر پچیس سال ہے تعلیم ایف اے ہے اور پرائیویٹ جاب کرتا ہوں خدا کا شکر ہے کہ گھر کا سلسلہ اچھے انداز میں چل رہا ہے مجھے ایک ایسی شریک حیات کی تلاش ہے جو زندگی کے ہر موڑ پر میرے ساتھ قدم سے قدم ملاکر چل سکے۔ میں اس کی ہر خواہش کو پورا کروں گا۔ اس کو تمام خوشیاں دونگا۔ یہ میرا وعدہ ہے رابطہ کریں

عبدالجبار۔ ساہیوال۔

میں شادی کی خواہش مند ہوں میری عمر پینتیس سال ہے تعلیم میٹرک ہے ایک بار۔ شادی ہوئی تھی جو ناکام ہوگئی۔ میں اب ایسے انسان سے شادی کرنا چاہتی ہوں جو دل کا سچا ہو جو پیار کرنا جانتا ہوں جس کے دل میں دھوکہ فریب نہ ہو۔ خدا نے مجھے شکل وصورت بھی اچھی دی ہوئی ہے لیکن شاید قسمت اچھی نہیں ہے۔ جس وجہ سے میرا گھر نہ بس سکا۔ میرا شریک سفر پڑھالکھا سرکاری ملازم ہو خوبصورت ہو کلین شیو ہو پتلون شرٹ پہنتا ہو اور نسار ہو۔ جلد رابطہ قائم کریں

مس شمع۔ کراچی-----

میں شادی کا خواہش مند ہوں میری عمر تیس سال ہے تعلیم بی اے ہے اور ایک مل میں جاب کرتا ہوں خدا کا شکر ہے کہ گھر کا نظام اچھے انداز میں چل رہا ہے مجھے ایک ایسی شریک حیات کی تلاش ہے جو خوبصورت ہو پڑھی لکھی ہو۔ پیار ومحبت کرنے والی ہو۔ اور زندگی کے ہر موڑ پر میرے ساتھ قدم سے قدم ملاکر چل سکے۔ میں اس کی ہر خواہش کو پورا کروں گا۔ رابطہ کریں۔ شکریہ

عمران اکمل۔ فیصل آباد-----

مجھے اپنی بیٹی کے لیے ایک اچھے خاندان سے رشتہ کی تلاش ہے جو سرکاری ملازم ہو جس کا شہر میں اپنا گھر ہو میری بیٹی کی عمر بائیس سال ہے سفید رنگ ہے تعلیم مڈل تک ہے لیکن پانچ وقت کی نماز پڑھتی ہے دنیا سے زیادہ دین سے اسے زیادہ لگاؤ ہے لڑکے کی عمر تیس سال سے زیادہ نہ ہو خواہش مند لوگ رابطہ قائم کریں۔-------

مسز فرقان۔ راولپنڈی-----

میری عمر چالیس سال ہے اور میں گھریلو حالات سے تنگ آکر دوسری شادی کرنا چاہتا ہوں مجھے ایک ایسی شریک حیات کی تلاش ہے جو بیوہ ہو مطلقہ ہو یا پھر بانجھ ہو جو حد سے زیادہ دکھی ہو۔ میں اس کی زندگی پیار ومحبت سے بھردوں گا اس کی تمام خواہشوں کو پورا کروں گا اس کو وہ عزت وہ مقام دوں گا جو ایک بیوی کو دیا جاتا ہے لیکن خدارا وہ بدتمیز اور زبان دراز نہ ہو لڑنے جھگڑنے والی نہ کیونکہ اسی وجہ سے میں شادی کرنا چاہتا ہوں خدا نے ہر چیز سے نوازہ ہوا ہے کسی بھی چیز کی میرے پاس کمی نہیں ہے مجھے صرف سچے پیار کی تلاش ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جتنی بھی زندگی ہے وہ سکون سے بسر کرسکوں۔ خواہشمند عورتیں رابطہ قائم کریں۔ کنواری لڑکیاں رابطہ نہ کریں۔ کیونکہ میں خود کنوارہ نہیں ہوں۔ جیسا ہوں ویسے ہی شریک حیات کی تلاش ہے عمر چالیس سال تک بھی قبول ہے۔

کاشف اقبال۔ لاہور-----

ماں سے پیار کا اظہار

✱...... میرے دوست میں آپ سے، بہن بھائیوں سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ اپنی ماں کا خیال رکھو یہی آپ کی جنت ہے دنیا اور آخرت میں کامیابی ہے۔ (امداد علی عرف ندیم عباس تنہا، میر پور خاص)

✱...... ماما میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں پر آپ کی اور میری اکثر لڑائی رہتی ہے پلیز ماما آپ میری بات سمجھا کریں کچھ اپنی منوائیں کچھ میری مانیں (سباء ملک اعوان، دیپالپور)

✱...... ماں میری جان ہے وہ نہ ہوتی تو شاید میں زندہ نہ ہوتی (نورین، ساہیوال)

✱...... میں اپنی ماں سے بہت زیادہ پیار کرتی ہوں (انعم نذیر، وہاڑی)

✱...... مجھے اپنی ماں سے بہت پیار ہے ماں اللہ کی طرف سے انمول تحفہ ہے، دوستو والدین کا احترام کرو اور ان کی عزت کرو۔ (قمر اداس ایم، 75/12 L)

✱...... میری امی جان، میرے ابو جان، میری بہنیں میرا سب کچھ ہیں اللہ تعالیٰ میری پوری فیملی کو تاحیات خوش وخرم رکھے اور محبت دے سب کو (عبدالستار نیازی، مکران بلوچستان)

✱...... ماں کیلئے دعا یارب میری ماں کو تاقیامت زندہ رکھنا میں رہوں یا نہ رہوں میری ماں کا خیال رکھنا میری خوشیاں بھی لے لے۔ (یونس عبدالرحمٰن، نین رانجھا)

✱...... اے ماں تیری دعاؤں کی بدولت میں پاک آرمی میں خوش ہوں میری ماں کی دعائیں میرے ساتھ ہر پل رہتی ہیں، میں ہر آزمائش سے گزر جاتا ہوں۔ ماں تجھے سلام (محمد اسماعیل آزاد، کھوکھرہ)

✱...... میں ماں سے بہت پیار کرتا ہوں، میری ماں میری کامیابی کی دعا کیا کرا اے اللہ میری ماں کو ہر تکلیف سے دور رکھا۔ (ندیم عباس ڈھکو، ساہیوال)

✱...... ماں جیسی ہستی دنیا میں کہاں نہیں ملے گا بدل چاہے ڈھونڈے سارا جہاں (عبدالغفار تبسم، لاہور)

✱...... میری ماں دنیا میں سب سے اچھی ماں ہے ماں ایک ایسا رشتہ ہے جیسے گلاب کا بہار ہے۔ (نامعلوم)

✱...... اگر بن جائے سارا پانی سیاہی اور درخت قلمیں تو پھر بھی میں اپنی ماں کی تعریف مکمل نہ کرسکوں اللہ میرے والدین کو سلامت رکھنا آمین (مسٹر ایم ارشد وفا، گوجرانوالہ)

✱...... ماں کو ہمیشہ خوش رکھنے کی کوشش کیا کرو کیونکہ اگر ماں ناراض ہو تو دنیا کی تمام خوشیاں ہمارے کسی کام کی بھی نہیں میری زندگی کا سرمایہ میری ماں ہے۔ (عثمان غنی انجم، قبولہ شریف)

✱...... میری امی بہت ہی اچھی ہیں وہ میری ہر بات مانتی ہیں اللہ تعالیٰ میری امی کا سایہ ہم پر ہمیشہ قائم رکھے آمین (عمران عباس پرنس، خانیوال)

✱...... میری امی جان میری زندگی کے لیے اک خوشبو کی مانند ہے اور میرے پھول ہونے کی حیثیت خوشبو کے بغیر ادھوری ہے خدا سے دعا ہے اللہ تعالیٰ میری امی جان کو تندرستی دے آمین (ایم خالد محمود سانول، مروٹ)

✱...... ماں تجھے سلام، مجھے اپنی ماں سے بے حد پیار ہے میری ماں دنیا کی تمام ماؤں سے بہتر ہے۔ (عبدالستار نیازی، بلوچستان مکران)

✱...... حقیقت میں ماں سے پیار بہت بڑا رتبہ ہے ماں کی عزت کرنے سے آخرت بھی بہتر اور اللہ تعالیٰ کے ہاں درجات اور دنیا میں بھی عزت ہے۔ (عالم شیر، چنیوٹ)

✱...... میری ماں سب سے پیار کرتی ہے۔ میری ماں میرے لیے دنیا کی سب سے مقدس ہستی ہے۔ اپنی ماں کے لیے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ان کی زندگی دراز کرے اور وہ کبھی بھی دکھی نہ ہوں، آمین (عمران محمود، ہارون آباد)

✱...... ماں سے پیار کا اظہار میں لفظوں میں نہیں کرسکتا کیونکہ میرے پاس الفاظ ہی نہیں ہیں میں ماں سے بہت پیار کرتا ہوں، (مطلوب حسین پردیسی، لاہور)

✱...... میری ماں دنیا کی عظیم ماؤں میں سے ایک ہے ماں کی قدر اس لیے ضروری ہے کہ ماں وہ عظیم ہستی ہے جو کہ ہر وقت اپنی بیٹی اور بیٹے کے لیے دعا کرتی ہے۔ (کاشف گھونہ، بنوں)

✱...... ماں ایک ایسا رشتہ ہوتا ہے جس کے ساتھ انسان دنیا کا جو بھی غم شیئر کرتا ہے وہ غم ہمیشہ کیلئے ختم ہوجاتا ہے۔ (عامر امتیاز نازی، کلر سیداں)

✱...... میری ماں میرے لیے ایک ایسا سائبان تھی جو مجھے ہر بلا سے محفوظ رکھتا تھا، وہ سدا بہار چھتری تھی جو مجھے غموں کی دھوپ اور بارش سے بچاتی تھی، میرے لیے صبر کی وہ انتہا تھی جس نے مجھے ہر لغزش سے بچنے کا عادی بنایا وہ ایسا شیریں پھل تھا جس کے ذائقہ کا اندازہ بچھڑنے کے بعد ہوا ہے۔ (خلیل احمد ملک، شیدانی شریف)

✱...... میری ماں بھی سب عظیم ماؤں میں سے عظیم ہے میری ماں کی دعائیں ہر وقت میرے ساتھ ہیں ماں آج پردیس میں تمہاری یاد آرہی ہے۔ (احمد نجمی، کالاباغ)

✱...... ماں تیری عظمت کو سلام ماں جیسا انمول موتی دنیا میں نہیں ماں مجھے ہمیشہ دعاؤں میں یاد رکھنا (توصیف انور، لاہور)

✱...... ماں سے پیار کا اظہار لفظوں میں بیان کرنا مشکل ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری ماں کو ہمیشہ میرے سر پر سلامت رکھے۔ (اریب انور، لاہور)

✱...... ماں جیسی عظیم ہستی کا نعم البدل دنیا میں نہیں جس کے سر پر ماں سلامت ہے اسے دنیا میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ (فہد انور، لاہور)

✱...... ماں میرے لیے ہر وقت دعا کیا کر کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہر میدان میں کامیاب کرے۔ ماں تو ہے تو سب کچھ ہے تیرے سوا یہ دنیا سونی ہے۔ (انیب انور، لاہور)

✱...... میری ماں ایک انمول ہیرا ہے اس سے بڑھ کر میرے لیے اور کچھ بھی نہیں میری ماں مجھ سے بہت پیار کرتی ہے۔ (توقیر انور، لاہور)

✱...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں اللہ ہمیشہ ان کو سلامت رکھے، اور ہر کسی پر ان کا سایہ ہمیشہ رہے۔ آمین (نوید اختر سحر، کبیر والا)

✱...... ماں کا پیار ہمیشہ ہی انمول رہا ہے ماں کے بغیر گھر قبرستان ہے میری ماں ہی میری جنت ہے آج میں جو کچھ بھی ہوں ماں کی دعاؤں کا وسیلہ ہوں۔ (احمد نجمی کالاباغ، میانوالی)

✱...... میں اپنی ماں سے اپنی جان سے زیادہ پیار کرتا ہوں۔ آئی مس یو ممی تم سلامت رہو تا قیامت تک۔ (اشرف زخمی دل، پچکی)

✱...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں جو الفاظوں میں نہیں بیان کرسکتا میرے لیے ماں عظیم ترین ہستی ہے اور میں اس کے قدموں کی خاک ہوں۔ (انجم جاوید اداس، خانیوال)

✱...... میری رحمت، میری شفقت، میری جنت میری دنیا اور میرا وہ جو میں حاصل نہیں کر پا رہا ماں کے ہوتے ہوئے سب حاصل کیا دنیا کی ساری ماؤں کو سراج کی طرف سے سلام۔ (سراج خان، ضلع کرک)

✱...... امی جان مجھے تمہارے بغیر نیند نہیں آتی میں بہت تھک گیا ہوں اب تو اپنی گود میں پھر سے جگہ دے دو میری بہتی آنکھوں کو محبت کے پھول اپنی چاہت، ممتا کی چھاؤں دے دو پلیز ماں (مجید احمد جائی ملتان)

✱...... میری ماں ہی میری جنت ہے ماں کے بغیر گھر سونا سونا سا ہے آج میری کامیابیوں کے پیچھے میری ماں کی دعاؤں کا اثر ہے اے ماں تجھے سلام، (ایم احمد نجمی، کالاباغ)

مشہور و معروف رائٹر اور شاعر پرنس بابر ساہیوال کی ذاتی شاعری

نیا سال مبارک ہو
میری طرف سے پیارے قارئین
جواب عرض سمیت سب اہل وطن کو
نئے سال 2016 کی آمد کی دلی
مبارک بادیں قبول ہوں----
دعائے بابر ہے شاہ انبیاء ﷺ سے
خدا محفوظ رکھے سب کو ہر بلا سے
نہ کوئی رنج کا لمحہ کسی کے پاس آئے
خدا کرے کہ نیا سال سب کو راس
آئے
آؤ سب مل کر گزرے سال کی
کدورتوں کو مٹا کر نفرتوں کو بھلا کر
ناراضگیوں کو جھٹلا کر نئے سال کو اس
کی تمام تر رعنائیوں مسافتوں
تھکاوٹوں محبتوں چاہتوں نفرتوں
کدورتوں اور ناراضگیوں کے ساتھ
خوش آمدید کہیں کہ آنے والا سال
2016 ہمارے لیے مبارک ہو
پرنس بابر علی خان رند بلوچ۔ چک نمبر
L 9/99 بھولے دی جھوک
ساہیوال۔ 0345.6324499

نیا سال مبارک
اے خدا نیا سال نئی خوشیاں لائے
فاختہ امن و پیار کے گیت گائے
سن بیس سولہ خوشیاں لائے

ہر پھول مہکے ہر کلی مسکرائے
نیا سال میرا وطن ترقی کرے
کھیت کھلیان ہوں ہرے بھرے
اے خدا میری کر دعا قبول
مرجھائے نہ نئے سال کوئی پھول
نئے سال کا منظر ہو قابل دید
سال بھر رہے مسرتوں کی عید
صنعت کا پہیہ چلے ہر حال
پیدا نہ ہو کسی چیز کا کال
الوداع ہوا الوداع سن بیس پندرہ
بابر سب کو قبول ہو خوشیوں کا پیام

نئے سال کی دعا
یاالہیٰ نئے سال پہ قبول میری یہ دعا
کردے
اپنے وطن میں ہر سمت امن و محبت کا
اجالا کردے
رنجشیں نفرتیں تعصبات ہوں ختم
اپنے کرم سے اس ملک میں وہ فضا
کردے
باہم محبت سے رہیں خوشیاں بانٹیں
یارب العزت ایسی صفات نئے
سال میں عطا کردے
دکھ درد میں ایک دوجے کا ساتھ ہو
وہ جذبہ سلیقہ قرینہ محبت عطا
کردے

اترے نہ کوئی بلا اس کے آنگن میں
گلستان گلستان اس وطن کو سدا کردے
دشمن واغیار کرلیں تقلید ہماری
ہمارے اتنے اونچے اخلاق اے خدا
کردے
نئے دنوں میں توفیق دے عبادت کی
گزرے ہوئے دنوں کی معاف کر
ہر خطا کردے
پرنس بابر کی بس یہی دعا قبول فرما
پوری دنیا کے مسلمانوں کو یکجا کردے

آجاؤ تجھے پیار کا میں گیت سناؤں
سنسان سی پیار کی دنیا میں لیجاؤں
چھا جائے تیرے مکھڑے پر یہ زلفوں کا بادل
اڑتا رہے چنچل یہ ہواؤں میں آنچل
ہے میرے تخیل میں جو وہ محل بناؤں
آجا تجھے پیار کا میں گیت سناؤں
ہے جیسے کوئی جھیل تیرے یہ نیناں ہائے
جنت کے نظارے ہیں یہ میں کیسے گزاروں
آجاؤ تجھے پیار کا میں گیت سناؤں
نغموں میں میری دیکھ تصویر ہے تیری
جسے کوئی نہ کھو جائے تو جاگیر ہے میری
حسرت کی شمع تو ہے تجھے کیسے بجھاؤں
آجاؤ تجھے پیار کا میں گیت سناؤں
پرنس بابر علی بلوچ۔ ساہیوال

آئینہ روبرو

اسلام علیکم۔ تمام پڑھنے لکھنے والوں کو سلام۔ جی تو میں سب سے پہلے مخاطب ہوں خود کو اعلیٰ اور ٹاپ چیز سمجھنے والے مسٹر منیجر ناصر اقبال خٹک سے جی محترم نے میری ایک فقرہ تعریف کو نجانے کیا سمجھ لیا اور فخر سے بادل بن بیٹھے اور خود کو پرستان کا شہزادہ سمجھ لیا کہ امامہ نے اس کے قلم کی تعریف کیا کردی تو وہ بہت اعلیٰ اور ٹوپ چیز بن گیا ہے تو مسٹر اپنے کانوں کی دھول صاف کر کے اور آنکھیں عرق گلاب سے شفاف کر کے پڑھو کہ تم امامہ کی جوتی کی سے بھی کم تر ہو میری نظروں میں آئندہ کوئی خوش گمانی اپنے گندے دماغ میں لانے کی کوشش مت کرنا کیونکہ کپڑے کتنے ہی مہنگے ہوں تن پر پہننے کے لیے ہوتے ہیں فضاء میں اڑنے کے لیے نہیں سو اوقات مت بھولنا اپنی اور اگر تنی بھی عزت ہضم نہ ہو تو دو بوتل لیمو کھول کر پی لینا افاقہ ہوگا شکریہ

سیدہ امامہ علی راولپنڈی

اسلام علیکم۔ انکل جی آپ کیسے ہیں امید کرتا ہوں آپ خیریت سے ہوں گے اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی ٹیم کو سدا اسلامت رکھے اور لمبی عمر دے آمین۔ میرا نام نشیب احمد اعوان ہے اور میں وادی لیپہ آزاد کشمیر کا رہنے والا ہوں مجھے کہانیاں لکھنے کا بہت شوق ہے اس لیے کچھ کہانیاں لکھی بھی ہیں ایک کہانی دو دفعہ بھیج چکا ہوں لیکن کچھ پتہ نہیں وہ کہاں گئی نہ تو شائع ہوئی اور نہ ہی واپس آئی ہیں اس کہانی کا نام تنہائی ہے جو ایک سچی کہانی ہے اگر یہ سٹوری آپ کے پاس پہنچ چکی ہے تو اسے جلد از جلد اگلے شمارے میں جگہ دے کر شکریہ کا موقع دیں اس لیے یہ خط لکھ رہا ہوں اگر یہ آپ تک پہنچ گیا تو پلیز ضرور بتایئے گا میں نے یہ خط بڑی امید کے ساتھ لکھا ہے پلیز مایوس نہ کرنا جواب عرض بہت اچھا رسالہ ہے میں اسے باقاعدگی سے پڑھتا ہوں سب رائٹر بہت اچھا لکھ رہے ہیں اکتوبر کے شمارے میں عابد شاہ اور نازش پرنس کی تحریر بہت اچھی تھی آپی کشور کرن بہت اچھا لکھتی ہیں اس لیے ان سے گزارش ہے کہ وہ ہر ماہ کچھ نہ کچھ لکھتی رہیں نومبر کا شمارہ مجھے آج ملا ہے آئینہ روبرو میں آپی کشور کرن نے جواب عرض رائٹر گروپ بنانے کی تجویز دی ہے آپی کی یہ تجویز بہت اچھی ہے اس لیے میں جواب عرض رائٹر گروپ میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔

نشیب احمد اعوان لیپہ آزاد کشمیر

اسلام علیکم۔ بھائی ریاض اب رسالے کی طرف توجہ دیں سب کو باری باری جگہ ملے گی پلیز پلیز لوٹ آئیں۔ گلشن ناز۔۔ آمنہ۔۔ راولپنڈی۔ حاجرہ غفور لیہ۔ انعم نذیر چاند۔ عاشق حسین ساجد۔ دوست محمد وٹو اور بھی کچھ لوگ ہیں آپ سب کو ہم رائٹر دعوت دیتے ہیں پھر سے لوٹ آؤ پلیز اور رفعت

خان پشاور آپ بھی جلدی جواب عرض میں آئیں۔سب دوستوں کی تحریریں لاجواب ہیں خاص محبت سے نوازنے والے دوستوں میں سے معاویہ عنبر ڈوٹو۔ارمان سنگم، آصف جاوید۔عامر وکیل جٹ۔نزاکت علی۔یاسر دکی۔رمضان پریمی۔آپی کشور کرن۔ناصر اقبال خٹک عابدہ رانی۔ایم عاصم بوٹا۔ریاض احمد۔دانش انقلابی۔سیف الرحمن زخمی۔ندا علی عباس۔ندیم عباس میواتی۔مصباح کریم۔سلیمان بشیر۔اور منظور اکبر تبسم۔شامل ہیں جن دوستوں کے نام نہیں لکھ پایا سوری لیٹر لمبا ہو گیا ہے آئندہ سب دوستوں کے نام ہوں گے اور علی عباس بھائی پلیز آپ لکھنا شروع کریں انشاء اللہ حوصلہ افزائی ہو گی اور رائٹر گروپ کی لیڈر آپی کشور کرن میں نے ریاض بھائی کو مایا ناز رائٹر نبیلہ نازش کی سٹوری ایک سال سے ارسال کروائی ہے مگر ریاض بھائی نے ابھی تک شائع ہیں کی اگر ہم نئے رائٹر پرانے جواب عرض کے لیے لے کر آتے ہیں تو جواب رض کو چاہئے کہ ہمارے ان دوستوں کو جگہ ملنی چاہئے کیا خیال ہے سب سے بڑی بات تو نومبر کے شمارے کی کمپوزنگ بے حد پسند آئی ریاض بھائی پلیز پلیز لیٹر پورا شائع کرنا آئندہ چھوٹا لکھا کروں گا اور جواب عرض بھی لازمی دینا اور آخر پر ساہیوال کے پورے سٹاف کو سلام۔

ندیم عباس ڈھکو ساہیوال

اسلام علیکم۔انکل جی آپ کیسے ہیں امید کرتے ہیں کے خیریت سے ہوں گے اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے پورے سٹاف کو سدا خوش رکھے اور سلامت رکھے اور لمبی عمر دے اور ہر دکھ پریشانی سے بچائے آمین۔جنوری کا شمارہ ایک خوبصورت اور دلکش ٹائٹل کے ساتھ بیس دسمبر کو ملا انکل جی آپ نے تو کمال ہی کر دیا جو جنوری کا شمارہ اتنی جلدی نکال دیا شمارہ بہت زبردست اور اچھا تھا اسلامی صفحہ پڑھ کر ایمان تازہ کیا اور پڑھ کر بہت مزہ آیا انکل جی ماشاء اللہ جواب عرض آپ کی محنت اور لگن سے بہت ہی نکھر گیا ہے جنوری کا شمارہ ہر لحاظ سے ہر طرح سے سپرہٹ تھا اے ون تھا سب سٹوریز بہت زبردست تھیں کس کس کی تعریف کروں۔شاہد رفیق سہو کی سٹوری کیتا اے قدراں نال پیار اور ابو ہریرہ بلوچ کی سٹوری خوشی دو پل کی رونا عمر بھر کا بہت بہت اچھی لگی اتنی اچھی لگی کہ میں بیان نہیں کر سکتا ان جیسے رائٹر ہوں تو جواب عرض ترقیوں کی منازل توڑے گا مجھے ان دونوں کی سٹوریز بہت پسند آئی ہیں رینا محمود کی پل بھر کی خوش۔ارباب کی تم صرف میرے ہو۔سیف زخمی کی غم زندگی۔احمد حسن عرضی کی یقین نہیں آتا۔ایم عمر دراز کی دسمبر بیت رہا ہے۔مسرت شاہین کی کچھ اس طرح سے بچھڑے اور سیدہ امامہ کی دکھی زندگی ان سب کی سٹوریز بھی کسی سے کم نہیں تھیں انہوں نے بھی اچھا لکھا تھا ان سب کی سٹوریز بھی بہت اچھی تھیں میں ان سب کو بہت بہت مبارکباد دیتا ہوں اس کے علاوہ غزلیں بھی عمدہ تھیں لیکن اپنی غزل نہ پا کر چہرہ مرجھا سا گیا انکل جی کچھ تو میرا بھی خیال کریں میں نے بھی آپ کو کچھ بھیجا ہے ان کو بھی جگہ دیں پلیز میری دعا ہے کہ نیا سال جواب عرض کے لیے اچھا ثابت ہو اور ترقی کی منازل طے کرے جواب عرض کے پورے سٹاف کو سلام اور جواب عرض کے لیے سب قارئین اور رائٹر کو نیا سال بہت بہت مبارک ہو۔

خضر حیات۔رانا شاہد محمود۔اسد عباس۔حسیب وقاص۔محمد سیف اللہ۔روڑہ تھل

اسلام علیکم۔ریاض احمد بھائی اینڈ آل سٹاف جواب عرض کیسے ہیں آپ سب امید ہے کہ خیریت سے ہوں اور قارمین کا حال وحوال تو آئینہ روبرو میں پتا چل ہی جاتا ہے یہ ایک بہترین ذریعہ ہے جس سے ہم اپنے دوستوں سے پیغام بھجوا سکتے ہیں کہانیوں پر تبصرہ کر سکتے ہیں اکتوبر کا شمارہ تمیں تاریخ کو خریدا حسب عادت سب سے پہلے آئینہ روبرو کا مطالعہ کیا۔خورشید زوہیب بھائی مجھے کشمیر کے واقعات سے دلچسپی ہے آپ اپنی سٹوری سرحد کے اس پار جلد شائع کروائیں اس بار پرنس مظفر شاہ سمیت سب کے لیٹر پرفیکٹ تھے کہانیوں میں سب سے پہلے سچا عشق پڑھی یہ کہانی آج کے پر دور کے حساب سے بہت اچھی ہے حقیقت میں کہانی وہی بہترین ہوتی ہے جس میں کوئی سبق ہو اس اسٹوری کی تعریف کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں بہر حال سٹوری جاندار ہے دوسرے نمبر پر بہترین کہانی ایک محبت ایک مذاق تھی میں نے ایس ایم ایس کر کے شاہد رفیق سہو ر پلائی کرنے کا شکریہ۔۔اس کے بعد بچھڑ جانا ضروری تھا بھی اچھی لگی باقی کہانیاں ابھی زیر مطالعہ ہیں جناب ریاض بھائی میں تقریبا آٹھ مہینوں سے وقفے وقفے سے آپ کو لیٹر کوپن کہانیاں اور غزلیں بھیج رہا ہوں مگر آپ سوائے لیٹرز کے کچھ بھی شائع نہیں کر رہے اور نہ ہی کسی خطوط کا جواب دیا ہے جناب میں نے سنا ہے کہ آپ نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں پلیز کچھ خیال کریں ہم اتنی محنت سے تحریر کر کے آپ کو بھیجتے ہیں پلیز پلیز ریاض بھائی اس لیٹر کا جواب ضرور دے کر میری یعنی اپنے چھوٹے بھائی کی کنفیوزن دور کریں مجھے یقین ہے کہ آپ سو فیصد لیٹر کا جواب دیں گے دعا گو۔

محمد حسن شاہین روہڑی سکھر

محمد حسن صاحب ہم نے آپ سب کو کئی بار کہا ہے کہ ہم آپ سب کی تحریریں باری آنے پر لگا دیا کریں گے آپ کی تحریریں ہمیں مل رہی ہیں آپ کا بہت شکریہ جواب عرض کو دل جان سے چاہتے ہیں اور پسند کرتے ہیں ہم نے آپ کی کہانی کمپوزنگ والے کر دے دی ہے انشاء اللہ اگلے ماہ اللہ نے چاہا تو ضرور آجائے گی پریشان مت ہوں شکریہ۔

ادارہ جواب عرض لاہور

اسلام علیکم۔تمام سٹاف ممبران اور قارئین کو عقیدت بھرا اسلام نیا سال سب کے لیے مبارک ثابت ہو ماہ جنوری کے ٹائٹل کی حسینہ کہیں اور ہی آنکھیں دو چار کیے بیٹھی تھی آئینہ روبرو میں بہن مقدس رانی کا تبصرہ پسند آیا سیدہ امامہ علی کی تجاویز بہت اہم تھیں میرا پیار امر کر دو ایک ایسی تحریر تھی جو ہماری سرد مہری کی عکاسی تھی کاش ہم دوسرو کے احساسات کو سمجھیں کتنے لوگ ہیں جو ہمیں ٹوٹ کر چاہتے ہیں پر ہم ان کے جذبات کی قدر نہیں کرتے کچھ اس طرح بکھرے والدین کی عزت کا خاک میں ملانے والوں کے لیے ایک درس عبرت تحریر تھی۔حسین سانپ۔محبت کے نام پر ہوس پوری کرنے والوں کی نقاب کشائی کر رہی تھی پل بھر کی خوشیاں ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔معصوم سویرا مغربی تہذیب کی دلدادہ اور ہوس کے شکاری لوگوں کے منہ پر طمانچہ تھی نجانے کتنے ناجائز بچے اپنے ماں کے باپ کے ناجائز پاپوں

کے گناہوں کی سزا بھگت رہے ہیں۔ بع نصیب شہزادی ایسی کہانی ہے جو مدتوں یاد رہے گی کاش میں اس شہزادی سے مل سکتا۔ تم صرف میرے ہوام رباب صاحبہ مجھے محبت کی یہ سٹوری پسند نہیں آئی والدین سے بغاوت کر کے ان کا دل دکھانا یہ کونسا محبت کا اصول ہے دکھی زندگی محبت کرنے والے دوسروں کو دکھ نہیں دیتے بلکہ دکھ بانٹتے ہیں کسی سے بدلہ نہیں لیتے بلکہ محبوب کی جفاؤں کو معاف کرتے ہیں۔ ایک تھا راجہ ایک تھی رانی پوری کہانی پڑھنے کے بعد ہی تبصرہ کیا جا سکتا ہے باقی رسالہ زیر مطالعہ ہے تمام سٹاف کو سلام

سجاد حسین جعفری سردار پور نون بھلول

اسلام علیکم۔ امید واثق ہے اللہ کے کرم سے جواب عرض کی پوری ٹیم خیریت سے ہوگی کافی عرصہ بعد آپ لوگوں کے درمیان حاضری کا شرف حاصل ہوا ہے اس امید کے ساتھ کے آپ ناچیز کی غلطیوں کو درگزر کر کے اپنی محفل میں جگہ دیں گے ایک ناول پیش خدمت ہے امید ہے کہ قریبی اشاعت میں ضرور جگہ پائے گا۔ ساتھ میں اپنی شعری مجموعے سے چند کلام جناب کی خدمت میں بھیج رہا ہوں امید ہے ضرور داد پائیں گے میری دلی خواہش ہے کہ کبھی میرا مجموعہ آئے مارکیٹ تو اس سے پہلے آپ کی بزم میں میری شاعری شائع ہو آخر میں پوری ٹیم کے لیے دعا گو۔

محمد فیاض شدو خیل کندیاں۔ میانوالی

اسلام علیکم محترم ریاض بھائی اور ساتھ ہی پورے سٹاف کو خلوص بھرا اسلام قبول ہو اپنے اندر کئی غم اور کئی دکھ درد چھپا کر ہمارا پیارا دوست جواب عرض سولہ نومبر کو میرے گیٹ پر پہنچا جسے دیکھ کر اور پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کسی شاعر یا رائٹر کی تحریر پر تنقید کرنا اس کی محنت اور لگن سے زیادتی ہے ادارے کو پورا حق ہے کہ وہ خود تنقید کیا کرے تا کہ کسی کو کسی پر اعتراض نہ رہے سب بہت بہت اچھا لکھ رہے ہیں ہر تحریر اپنی مثال آپ ہے خدا سب کے شعور کو سلامت رکھے۔ آپی کشور کرن کا لیٹر پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ انہوں نے جواب عرض رائٹر گروپ بنانے کا مشورہ دیا ہے جو مجھے بہت پسند آیا ہے اس طرح جواب عرج سے محبت اور لگن اور بڑھے گی اور آپس میں اتفاق اور سلوک ہو گا بلکہ میں یہ پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ جواب عرض کوئی عام رسالہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کو عام سمجھا جائے یہ پاکستان کا بہتر پورانا اور انٹرنیشنل ڈائجسٹ ہے جس کو کروڑوں لوگ بڑی محبت سے پڑھتے ہیں تو اپنی عزت کے ساتھ ساتھ جواب عرض کے معیار اور وقار کا پورا خیال رکھیں یہ آپس میں لڑائی جھگڑے اور ایک ۔۔ سرے پہ گلے شکوے کرنا پلیز چھوڑ دیں اپنی شاعری اور کہانیوں کی شکل میں لوگوں کو کوئی اچھا سبق دیں تا کہ آپ کے نام اور وقار کے ساتھ ساتھ جواب عرض کے معیار اور وقار میں اور بھی زیادہ اضافہ ہو آج یہاں ایک بات کا لکھنا ضروری سمجھوں گا کہ آج سے پندرہ سولہ سال پہلے میرا نام حسنین پردیسی تھا پھر کسی مجبوری کی وجہ سے یہ نام بدل دیا گیا تھا سن دو ہزار میں میری اور عمر شہزاد جانی کی اکٹھی کہانی نصیب اپنا اپنا جواب عرض میں شائع ہوئی تھی پھر ایک سال بعد میری اور عمر شہزاد جانی کی کہانی دو ہزار ایک میں قاتل حسینہ جواب عرض میں شائع ہوئی جو ایک آزاد خیال لڑکی کی کہانی تھی۔ پھر پندرہ سال بعد مارچ دو ہزار پندرہ میں ریاض بھائی کی نوازش سے میری کہانی کہاں ہیں اپنے شائع ہوئی میری شہرت میری عزت اور میرے نام کی بنیاد ہے جواب عرض

میں جواب عرض کو چھوڑ نہیں سکتا ہوں نہ بھول سکتا ہوں میری دعائیں اور میرا ساتھ ہر وقت جواب عرض کے ساتھ انشاء اللہ افسوس کہ ان پندرہ سالوں میں ایم شفیع کوکب جیسا رائٹر جواب عرض کو نہ ملا اللہ تعالیٰ شہزادہ عالمگیر صاحب اور کوکب صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔ بھائی ریاض احمد سے گزارش ہے کہ جواب عرض سے ہمارا رشتہ اور ساتھ قائم رکھیں پلیز شکریہ اس جواب عرض نے بہت نام اور عزت دی ہے مجھے۔

حسنین شاکر ڈھڈیاں شریف

حسنین صاحب آپ فکر نہ کریں ہم آپ سب کو ساتھ لے کر چل رہے ہیں اور چلتے ہی رہیں گے اور ہم کوشش کرتے ہیں آپ کی کہانی اگلے ماہ ضرور شائع ہو۔

ادارہ جواب عرض لاہور

اسلام علیکم ریاض صاحب ماہ نومبر کا بہت ہی حسین اور دل کش شمارہ ملا جسے دیکھ کر بہت خوشی ہوئی میں نے سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا جو میرے دل کو بہت پیارا لگا معاویہ عنبر آپ نے تو بہت ہی اچھی کہانی لکھی ہے میری طرف سے مبارکباد قبول ہو۔ ارم شہزادی کی کہانی ہرجائی سجن اپنی مثال آپ تھی میری نیک دعائیں آپ کے ساتھ ہیں خدا آپ کی حفاظت کرے آمین۔ ایم یعقوب کی مجبور محبت بہت اچھی کہانی تھی بھائی آپ اب تو خوش ہو نہ میری تو یہ دعا ہے خدا آپ کو ہر پل خوش رکھے آمین۔ اقراء مبین کی محبت نہ مل سکی۔ غزل میں یوسف دردی نارووال۔ احسان سحر۔ سیدہ امامہ۔ عابدہ رانی۔ محمد بلال عباسی۔ عبدالجبار رومی صاحب میں آپ کے لیے ہر پل دعائیں کرتا ہوں خدا کرے آپ کو ہر خوشی ملے جس کی آپ کو تمنا ہو۔ رمضان پریمی صاحب یاد کرنے کا بہت شکریہ میری ہر دعا آپ کے ساتھ ہے خوش رہیں خوش رکھیں آمین آخر میں ریاض صاحب میں آپ سے بہت پیار کرتا ہوں آپ بھی میری محبت کا اقرار کرلو پلیز میری طرف سے جواب عرض کے پورے سٹاف کو دل کی گہرائیوں سے سلام قبول ہو۔

سیف الرحمن زخمی۔ سیالکوٹ

اسلام علیکم محترم ریاض احمد بھائی امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے جواب عرض کی پوری ٹیم اور اس سے جڑے تمام ممبران کو محبتوں بھرا اسلام قبول ہو جواب عرض کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے یہ میرا جگری دوست ہے اور یہ مجھے کسی اپنے کا دیا ہوا تحفہ ہے جو ہر وقت میرے ساتھ ہی ہوتا ہے ویسے تو جواب عرض کے ساتھ جڑے مجھے چھ سال ہو گئے ہیں لیکن اس میں شامل ہونے کی جسارت پہلی بار کر رہا ہوں اس امید کے ساتھ کہ جواب عرض کے گروپ میں ایک چھوٹا سا نام میرا بھی ہو اور امید کے ساتھ جواب عرض میں میرا خط شامل کر کے ریاض بھائی مجھے بندہ ناچیز کو شکریہ کا موقع دیں گے۔ جواب عرض میں بہت اچھے رائٹرز ہیں جو بے جان کاغذ اور قلم کا سہارا لے کر حرفوں کو ملا کر اور لفظوں کو ملا کر لائنیں اور لائنوں کو ملا کر ایسی درخشاں تحریر تشکیل کرتے ہیں جو پڑھنے والوں کو اپنی طرف خود ہی کھینچ لیتی ہے اور جن رائٹروں پر اپنا عکس طاری کرتی ہیں ان میں انتظار حسین ساقی۔ آپی کشور کرن پتوکی۔ ثناء اجالا۔ عافیہ گوندل۔ راشد لطیف۔ شاہد رفیق سہو۔ ماہ نور کنول۔ ایم وکیل عامر جٹ۔ پرنس تابش۔ ان لوگوں کے

جی نے رکھا ہے علاوہ اور بھی بہت اچھے رائٹر ز ہیں ان گروپ میں جن کا نام پچھلے دنوں آپی کشور کرن جی نے رکھا ہے جواب عرض گروپ آپی کشور کرن جی کی ایک اور عادت بھی اچھی ہے جو شاید کچھ لوگوں کو ہی پتا ہو وہ یہ ہے کہ یہ ہر جونیئر رائٹرز کی بہت حوصلہ افزائی کرتی ہیں ایک سنیئر رائٹر کی حیثیت سے یہ بہت اچھا کام ہے یا اللہ پاک ہماری آپی کو لمبی عمر دے اور دعا کہ کہ جواب عرض کی پوری ٹیم اور ساتھ جڑے ہوئے تمام ممبران رائٹرز اور قاری سب کو خدا خوش رکھے آمین ۔غم آپ کی زندگی سے دور یوں گریں ۔جیسے پانی پنسال کر گرتا ہے۔سب کی زنگیاں خوشیوں سے یوں جگمگا اٹھیں ۔جیسے پھول کھلتے ہیں بہاروں میں چاند چمکتا ہے ستاروں میں آمین والسلام۔

زاہیم ساگر چکسواری میر پور

اسلام علیکم ۔ادارہ جواب عرض کے تمام سٹاف ۔ریڈرز اینڈ رائٹرز اور رائٹر گروپ کے چاہنے والوں کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے سلام اور نیا سال مبارک ۔اللہ تعالیٰ سب کو لمبی عمر دے اور خوشیاں دے آمین میرے رائٹر گروپ کے شیرو انشاء اللہ ہماری محنت اور لگن سے ہی جواب عرض ترقی کی طرف آرہا ہے اور دعا ہے کہ یہ ہمیشہ کامیابیوں کی منزلیں عبور کرتا رہے آمین ۔اور میں ندا علی عباس اب بہت شکریہ آپ نے سب سے پہلے انٹری دی ادارہ جواب عرض سے ریکویسٹ کرتی ہوں وہ کسی بھی رائٹر کی سٹوری چھ ماہ سے زیادہ لیٹ نہ کریں کیوں کہ اتنا ویٹ بھی بہت ہے اور لکھنے والے کے دل میں یہ ہی ہوتا ہے کہ ہم نے تحریر بھیج دی ہے ہر ماہ اس کا بے چینی سے انتظار کرتا ہے اور امید کی پہاڑیاں بنا تا رہتا ہے مگر بہت زیادہ انتظار رائٹر حضرات کے دلوں پر ایک نا امیدی کا خنجر گھونپ دیتا ہے پلیز رائٹر حضرات کی سٹوریز کا خیال کیا کریں اور ان کی کہانیاں چھ ماہ کے اندر اندر شائع کر دیا کریں اور ہر کسی کو موقع دیں کہ وہ اپنے دل کی آواز دنیا میں پھیلائے ہو سکتا ہے کسی کی کسی بات پر ہی دنیا میں کوئی سبق سیکھ لے اور اس کی نیکی خدا کو بہت زیادہ پسند آئے اور رائٹرز حضرات سے کہنا چاہوں گی وہ اپنی کہانی کے ساتھ ڈیٹ اینڈ سن ضرور لکھا کریں تا کہ ادارہ والوں کو پتا ہو یہ کہانی کب سے ہمارے پاس پڑی ہے تا کہ اس کی جلدی باری آئے اور اب بات ہو جائے میرے رائٹر گروپ کی تو انشاء اللہ کامیاب ہو گیا ہے بھائی قاسم میرا گروپ منزل عام تک پہنچ گیا ہے۔میں اپنے رائٹروں کی فیورٹ ضرور کروں گی کہ وہ سامنے آئیں ادارہ والوں سے گزارش ہے کہ جن جن رائٹروں کا نام لکھا جائے ان کی تحریروں کو جگہ ضرور دیں محمد حسن شیخ کی کہانی لگائیں ۔اور بھائی وقاص انجم کی سٹوری کو بھی جلدی جگہ دیں بھائی ندیم عباس ڈھکو بھائی آپ کا بہت شکریہ آپ جواب عرض کے لیے اچھی سوچ رکھتے ہیں ۔سیدہ امامہ علی بہت بہت بہت شکریہ آپ نے میرا ساتھ دیا اللہ آپ کو صحت وتندرستی عطا فرمائے آمین ۔آیمہ ناز بہت شکریہ آپ نے اتنا پیار دیا۔ بھائی ندیم عباس میوانی آپ کو مبارک ہو آپ کی کہانی کی بہت اچھا لکھا تھا اور سر ۔بھائی یاسر وکی کی کہانی بھی لگا ئیں ان کی کہانی کو بہت عرصہ ہو گیا ہے۔بہت اچھے رائٹر ہیں اور شاز یہ گل بہت مبارک ہو اچھی سٹوری لکھنے پر۔ادارے کو خود رائٹرز حضرات کی کہانیوں پر تبصرہ کرنا چاہیے ایسے ہر کوئی کسی کی تعریف اور کوئی کسی پر تنقید کر رہا ہے ایسا نہیں ہونا چاہئے۔۔ جو رائٹر میرے رائٹر گروپ میں شامل ہونا چاہتا ہے وہ اپنے ہاتھ کی پختگی دکھائے اور ان کی کہانیاں ان کی رائٹر گروپ میں شامل ہونے کے لیے ایک پروف اور سند ہیں اپنی کہانیوں میں جان پیدا کریں ۔۔سر ایک بار پھر درخواست ہے رائٹر گروپ کے کسی بھی رائٹر کی کہانی چھ ماہ سے زیادہ انتظار نہیں کر سکتی کیوں کہ یہ بہت لمبا انتظار ہے اور باقی سب کو میری طرف سے دعا سلام ۔پرانے رائٹر کہاں چلے گئے ہیں باقی تمام یاد کرنے والوں کو سلام اور سب سے ریکویسٹ ہے کہ میری پیاری امی جان کی صحت وتندرستی کے لیے دعا کریں کہ وہ ہمیشہ سلامت رہیں ان کی بیماری مجھے بہت دکھ دیتی ہے ۔اتنا علاج کروانے کے باد جود بھی میری امی جان کی صحت گرتی جارہی ہے پلیز میری ماں باپ کے لیے دعا کیجئے گا شکریہ۔

کشور کرن پتوکی

میڈم کشور کرن ہم نے کچھ رائٹروں کی کہانیاں تو شائع کر دی ہیں جو کہ آپ کی درخواست تھی مگر کچھ کی اگلے ماہ آجائیں گی آپ اپنے گروپ کی کامیابی کے لیے بہت اچھا کام کر رہی ہیں اور ایک بہت بڑا بوجھ اپنے سر پر لے چکی ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو بھی کامیاب کرے آمین اور نے وہ بات کی ہے جو ایک لیڈر کرتا ہے آپ ایک رائٹر ہیں اور آپ نے اپنے رائٹروں کی حوصلہ افزائی کی ہے ہم ہمیشہ سے سب کی تحریریں باری آنے پر لگاتے ہیں مگر اب چھ ماہ سے زیادہ کسی کو بھی ویٹ نہیں کرنا پڑے گا شکریہ میڈم۔

منیجر جواب عرض ریاض احمد لاہور

اسلام علیکم ۔پیارے بھیا ریاض احمد جی اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ آپ کو ہمیشہ سلامت رکھے آمین اور جواب عرض کی ترقی کی راہوں پر پران چڑھتا رہے آمین ۔جنوری کا شمارہ ایک نئے روپ میں ملا واہ بھئی کمال کر دیا ٹائٹل بنانے میں یقین کریں جب بھی جواب عرض اٹھاتا ہوں تو نگاہیں اس حسینہ پر ہی ٹک جاتی ہیں خوبصورت جواب جذبوں کے ساتھ حسین کس کو دیکھ رہی تھی شاید جواب عرض کے چاہنے والوں کو ماشاء اللہ کسی کی نظر نہ لگے ۔اسلامی صفحہ میں سورۃ یٰسین کے فضائل خودکشی حرام کے بارے میں پڑھ کر ایمان میں کچھ اضافہ ہوا اس کے بعد پیاری آپی کشور کرن کی ماں کے بارے میں محبت بھری باتیں پسند آئیں اللہ تعالیٰ اس دنیا میں ہر کسی کی ماں کو لمبی عمر دے آمین ۔تحریروں میں خاص طور پر اپنوں نے لوٹا تو قیر اسلم تنہا کی کہانی نے تو آنسو بہا دیئے بہت اچھا اسلم بھائی آپ کی دکھی تحریر ابھی بھی دل پہ نقش ہے اس میں موجود شاعری بہت پسند آئی دعا ہے کہ اللہ آپ کے دکھ ختم کرے آمین ۔ایک تھا راجہ ایک تھی رانی ثناء اجالا بہن جی آپ کی کہانی بھی لاجواب تھی دکھی زندگی سیدہ امامہ علی ۔ڈرائنگ ردم ۔معاویہ عنبر۔ حسین سانپ شازیہ گل ۔بدنصیب شہزادی ایم یونس ناز ۔کچھ اس طرح سے بچھڑے مسرت شاہین ۔پل بھر کی خوشی رینا محمود ۔غم زندگی ۔روگ محبت ۔یہ سب کہانیاں اچھی تھیں سب کو مبارکباد قبول ہو باقی سے ہے بے تاب میری ذاتی کہانی تھی جس کی پہلی قسط تو آپ نے پڑھی ہو گی اس کا آخری حصہ اگلے شمارے میں آئے گا اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیئے گا کیونکہ میری ستمبر کے شمارے میں شائع ہونے والی کہانی دل اپنا اور پریت پرائی کو بہت لوگوں نے پسند کیا میں ان سب کا شکریہ ادا کر چکا ہوں امید ہے یہ کہانی بھی آپ کو پسند آئے گی آئینہ روبرو میں بہن ماہ نور کنول کا تبصرہ بہت جاندار تھا بہن جی

آپ نے رائٹرز حضرات کو بہت اچھی نصیحت کی ہے اور تمام قارئین کو مقدس رانی کا تبصرہ بھی دلفریب تھا آپ کی تمام باتیں ٹھیک تھیں بس عمل کی ضرورت ہے آئندہ شمارے میں سب بھائی اور بہنوں سے ملاقات ہوگی سب کو سلام۔

-----------محمد قاسم بلوچ ٹوبہ ٹیک سنگھ

اسلام علیکم۔ ریاض بھیا اداب۔ اس بار جواب عرض آٹھ کو ملا سب سے پہلے اپنے پسندیدہ سلسلے آئینہ روبرو میں اپنے تمام بہن بھائیوں کے خطوط پڑھے اس کے بعد کہانیوں میں ہمیشہ کی طرح اس بار بھی انتخاب بہت اچھے تھے سلیمان بشیر۔ خاموش محبت ویلڈن بھیا۔ ادھوری زندگی احمد حسن عرضی قبولہ شریف۔ اپنی محبتوں کے نام معاویہ عنبر وٹو۔ بھوک شہزاد کنول۔ شاند میرا ہمسفر تھا کبھی انتظار حسین ساقی۔ انتظار محبت سے انتظار موت تک ملک ندیم عباس ڈھکو ہرجائی سجن ارم شہزادی۔ حقیقی جج محمد فیاض شدو خیل۔ کاش رانا عامر حسین۔ کسے دوش دوں محمد یونس ناز۔ لالچی لڑکی میر احمد میر بلٹی۔ معصومیت کا قتل سمیع خان۔ میرا ادھورا پیار زاہد اقبال پتوکی۔ مجبور محبت ایم یعقوب۔ موبائل کی محبت ساجد ڈھنگ شاہ مہلت ایس امتیاز احمد۔ محبت یا لالچ محمد حسین۔ محبت نہ مل سکی اقراء مبین۔ سزا محمد مسعود۔ تیرا آنچل تیرا گھر اظہر محمود اسلم۔ محبت کا فریب محمد بوٹا راہی۔ انوکھا پیار عارف شہزاد۔ روح کی کہانی محمد سلیم اختر۔ احساس محبت منظور اکبر تبسم۔ اینڈ دھوکہ رمشا بوبے بو۔ آپ کی کہانی اچھی ہے مگر ایک گزرش ہے کہ محبت سے زیادہ سے زیادہ ماں کی عزت کو مقدم رکھیں والدین کے لیے کبھی برا نہیں سوچتے اور آج کے دور میں محبت دنیا کا سب سے بڑا جھوٹ فریب اور دھوکہ ہے حقیقت وہی ہے جو فیصلہ آپ کے والدین کرتے ہیں اسی میں دونوں جہاں کی خوشیاں ہیں اور راحت ہے باقی آپ کی مرضی۔ جواب عرض کے ابھرتے ہوئے شاعروں میں محمد احسن عرضی معذرت کے ساتھ آپ کو کسی کی شاعری کو اپنا نام نہیں دینا چاہئے آپ نے جس نظم کا انتخاب کیا ہے وہ وصی شاہ کی کتاب آنکھیں بھیگ جاتی ہیں سے انتخاب تھا اگر اس نظم کو آپ انہیں کے نام سے چھوڑتے تو اچھا تھا اپنی شاعری سے مراد اپنی ذاتی شاعری ہی ہونی چاہئے اگر میری بات بری لگے تو معذرت چاہتی ہوں خط بہت لمبا ہو گیا ہے اس لیے اجازت دیں خدا حافظ۔

-----------شازیہ گل مانسہرہ

اسلام علیکم جواب عرض کی پوری ٹیم کو عقیدت بھرا اسلام بڑے افسوس کے ساتھ مجھے یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ اس بار مجھے نومبر کا جواب عرض نہیں ملا لیکن اتفاق سے مئی کا مل گیا تو یوں لگا کہ دنیا جہان کی دولت مجھے مل گئی ہے کیونکہ ایک جواب عرض ہی تو ہے جو میری تنہائی کا سہارا ہے میرا پیارا دوست ہے سب سے پہلے آئینہ روبرو میں قدم رکھا تو بہت سارے بہن بھائیوں سے ملاقات ہوگئی آپی سویرا فلک کا لیٹر زبردست تھا آج کل کے دور میں موبائل ہی سارے فساد کی جڑ ہے آپ نے مناہل کو بہت اچھا سبق دیا ہے میری تو کبھی اس نے سنی ہی نہیں بھائی حسنین شاکر اینڈ باجی شازیہ گل اور بھی باقی سب لیٹر اچھے تھے پھر اسلامی صفحہ پڑھا اور ماں کی یاد میں ویری گڈ لیکن سٹوریز کی طرف جانے سے پہلے ایک شکوہ بھائی مقصود احمد بلوچ سے بھائی جان آپ کی تھوڑی سی تلافی کی وجہ سے مجھے تین کے بجائے پندرہ ڈائجسٹ

خریدنے پڑے ہیں میں نے سوچا آپ جس میں نظر نہیں آئیں گے وہی چلے گا لیکن افسوس کہ آپ ایک میں بھی نظر نہیں آئے تو مجھے غصہ آگیا اب میں آپ سے ناراض ہوں گہری ناراضگی ہے کبھی نہیں بولتی میں اب آپ سے او کے۔ اور ایمان جی ابھی میں کچھ مصروف ہوں آپ کے لیٹر مجھے ملتے رہتے ہیں جب بھی فارغ ہوئی تفصیل سے لیٹر لکھوں گی اور اربیہ جی آپ مجھے لیٹر نہیں لکا کر دیا پھر اس میں کوئی اچھی بات لکھا کرو کزن پڑھ لیتا ہے بہت جلدی نمبر آن کر دوں گی تو رابطہ کرنا اور بھائی کاشان مغل جی آپ کا کام ہو گیا ہے بھائی قاسم مغل سے میری بات ہو گئی تھی لیکن ایک بات کہوں آپ مغل لوگ نا بڑے ہی سر پھرے ہو قسم سے اور عائشہ جی آپ نے مجھے اندھیرے میں رکھ کر اچھا نہیں کیا دو ماہ میری آپ سے بات نہیں ہوئی تو اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ میں آپ کو بھول گئی ہوں آپ تو میری جان ہو اور میڈم جی مجھے انگلش نہیں آتی اور ریاضی میں ماہر ہوں اب چلتے ہیں سٹوریوں کی طرف تو عاشی بھائی فقیر بخش آج کل یہ رواج عام ہو چکا ہے خدا سب کو عزت دے آمین۔ پاگل محبت بہت ہی سپر ہٹ سٹوری تھی مبارکباد قبول ہو۔ ماں کی بددعا ویری گڈ۔ تم بھول گئے۔ میرا ہجر کب جائے گا۔ بھائی سلیم ختر کی بھی بہت سپر ہٹ سٹوری تھی۔ پیار عبادت ہے بھائی ندیم عباس ڈھکو۔ ویری نائس میں کیا کروں بھائی یونس ناز ویری گڈ۔ یہ کیا عشق تھا۔ بھائی مقصود احمد بلو۔ آپ کے دوست پر بڑا غصہ آیا۔ کبھی کبھی پیار میں آپی شگفتہ ناز کو دیکھ کر دل کو تھوڑا سا سکون ملا میں فحاشہ کیسے بنی بھائی عاصم بوٹا بھائی ہر لڑکی ایک جیسی نہیں ہوتی پانچ انگلیاں برابر نہیں ہوتی اور لاسٹ پہ آپ نے بہت خوبصورت الفاظ تحریر یے کاش کوئی سمجھ سکے کہ عزت کیا چیز ہوتی ہے اور انتقام کی آگ بھائی پرنس مظفر شاہ زبردست تحریر تھی اور بھائی حماد ظفر ہادی نے شمارے کو چار چاند لگا دیے اور اذیت ناک لمحے نے جواب عرض کو ٹاپ کیا ویری نائس مبارکباد قبول کریں باقی بھی سب سٹوریاں اچھی تھی آخر میں آپی شازیہ گل آپی سویرا فلک آپی شگفتہ ناز۔ آپی کشور کرن۔ اور افسانہ کنول آپی آپ باقی سب کو میرا اسلام اور افسانہ کنول کھوئی رتہ آپی آپ سے مجھے کچھ کہنا ہے کبھی بھی طریقے سے میرے ساتھ بات کریں اجازت دیں آپ کی دعاؤں کی محتاج۔

-----------مقدس رانی آزاد کشمیر۔

ہیلو ہائے۔ اسلام علیکم۔ جناب ریاض بھائی اور آل فیملی ممبرز رب تعالیٰ سے ہمیشہ دعا ہے کہ آپ سب ہمیشہ ہنستے مسکراتے رہیں آمین میں بلکہ ہم بات کریں گے اکتوبر اور نومبر کے شمارے کی اکتوبر کے شمارے میں میری نظر میں سب سے ٹاپ سٹوری جو تھی وہ تھی معاویہ عنبر وٹو کی پتا نہیں اب آپ لڑکی ہے یا لڑکا بٹ آپ سے گزارش ہے کہ پلیز ایسی ہی کہانیاں ہم کو پڑھنے کے لیے دیا کریں نومبر کے شمارے میں بھی سب کہانیاں اچھی ہیں اب نام لکھنا شروع کیا تو لیٹر لمبا ہو جائے گا ہم نے کتنی بار آپ کو خط لکھا پتا نہیں آپ شائع کیوں نہیں کرتے ہم سے کوئی ناراضگی ہے کیا اس دفعہ ندا علی عباس کی غزل چھپی تھی اور اکتوبر میں کہانی دونوں اچھی تھی ندا تمہارا خط ہر بار چھپ جاتا ہے پھر ہمارا کیوں نہیں چھپتا ہے خالوں جان اور شاہ زین بھائی سے پکی رپوٹ ملی ہے ہمیں آنے کی تیاری کرو اس بار تمہیں لینے بڑے پاپا کو بھیجنے والی ہوں میں بھی اف سویرا فلک خان آپ وہی رائٹر ہو نا جو دوسرے ڈائجسٹ میں بھی لکھتی ہیں اور

ہاں یہ آپ نے کیا لکھا ہے ندا کے بارے میں سویٹ اینڈ کیوٹ اف سویرا فلک کیوٹ تو مانتے ہیں یہ سویٹ والی بات کچھ ہضم نہیں ہوئی میٹھا پن کچھ چاہئے ہو تو دکھائی ہے ورنہ پھاڑ کھانے کو دوڑتی ہے غور کرنا اس باپ پہ ذرا ریاض بھائی اس بار ردی کی ٹوکری ردی کی ٹوکری سے بچانا ہم پہ رحم کر کے خط ضرور شائع کرنا۔

۔عائشہ عباس۔ محمل شارق۔ امن۔ ایہا خان۔ قندیل ارتاش۔ زارون عباس اسلام آباد۔

اسلام علیکم۔ ادارہ جواب عرض اور پیارے قارئین کیسے ہیں آپ سب کو میرا دعاؤں بھرا اسلام قبول ہو اور امید ہے امید ہے سب خیریت سے ہوں گے سب سے پہلے میں ان قارئین کا بہت مشکور ہوں جنہوں نے میری سٹوری کو پسند کیا سویرا فلک خان بہت بہت شکریہ آپ نے میری حوصلہ افزائی کی کی اور کہانی کو پسند کیا آپ کا لیٹر بھی بہت اچھا تھا اس کے بعد سجاد اور میرے پیارے سویٹ بھائی پرنس مظفر شاہ پشاور یاسر کی بھائی شازیہ گل مانسہرہ۔ ارسلان آرزو۔ حسنین شاکران تمام لوگون کا اور جن کے رہے گے ہیں دل کی اتھا گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں سب لوگوں صدا خوش رہو اس کے بعد آپی کشور کرن جی کیسی ہیں آپ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گی آپ کو دیکھ کر ہم میں بھی لکھنے کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے آپی کشور کرن جی آپ کا یہ بھائی یاسر ملک مسکان آپ کے جواب عرض رائٹر گروپ میں شامل ہوتا ہے میں کوئی رائٹر تو نہیں ہوں پھر بھی ایک امید ہے آپی جی آپ اپنے گروپ ویلکم کہیں گی اور شکریہ کا موقع دیں گی میری دعا ہے کہ آپی کشور جی آپ ہمیشہ خوش رہیں اور اسی طرح لکھتی رہیں اب آتے ہیں کہانیوں کی طرف۔ محبت مل نہ سکی اقراء مبین۔ ادھوری زندگی۔ احمد حسن عرضی اپنی محبتوں کے نام معاویہ عنبر۔ ارم شہزادی۔ دھوکہ رمشا بے بو بہت پیاری اور دکھی کہانیاں تھیں ویلڈن بہت بہت مبارک ہو چاند میرا ہمسفر تھا انتظار حسین ساقی صاحب۔ محبت فریب۔ محمد بوٹا رہی۔ روح کی کہانی محمد سلیم اختر۔ کسے دوش دوں محمد یونس ناز اور میرے پیارے میر احمد میر بگٹی لالچی لڑکی۔ ایس امتیاز احمد کراچی مہلت۔ بہت نائس سٹوریاں تھیں اب سب کو بہت بہت مبارک ہو اور میرے پیارے حماد ظفر ہادی پلیز کوئی سٹوری لکھیں نا بالکل ہی غائب ہو گئے ہو آپ کو میرا دعاؤں بھرا اسلام اب آتے ہیں غزلوں کی طرف غزلوں میں آپی کشور کرن کی شاعری۔۔ محمد احسن عرضی کی۔۔ راشدہ، پرنس بابر علی، ذکی چاند کی شاعری بہت اچھی تھی بہت بہت مبارک ہو میری دعا ہے سب ہنستے مسکراتے رہیں میرے پیارے سویٹ انکل جی آپ سب کو یاسر ملک یاسر ملک مسکان کا محبتوں بھرا اسلام اپنا خیال رکھیے گا

یاسر ملک مسکان ڈنکل جنڈ

اسلام علیکم سب کو میرا اسلام اچھا ہے سلامی صفحہ دل کو لگا تمام رائٹر اچھا لکھ رہے ہیں ہمارا ہمدم ہمارا اپنا جواب عرض دن دگنی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے کہانیاں تمام مستحق داد ہیں جن میں انوکھا پیار عارف شہزاد۔ کسے دوش دوں یونس ناز۔ ہر جائی سجن ارم شہزادی دھوکہ رمشا بے بو کافی دل کو لگی جو باقی ہیں شاید ہمراز نے پڑھی نہ ہو آپی کشور کرن جی آپ بہت اچھا لکھتی ہیں کرن جی میری ڈھیری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔۔ جے ایم تم فراڈی ہو میرے ساتھ ظلم کیا ہے یاد رکھو کہ تم معافی کے قابل نہیں ہو نفرت ہے مجھے تم سے جیسے مرضی دھوکہ بازوں سے آمنہ جی تم کیسی ہو تم آ جاؤ نہ جواب عرض میں تم بن ادھورا ہے ریاض بھائی ہمارا بھی احسان کیا کریں یہی ایک ہی جواب عرض جو کہ ہمارا اپنا ہے سوچو کہ ہماری امیدوں کو نہ توڑ دو ورنہ ہم بکھر جائیں گے ٹوٹ جائیں گے ریزہ ریزہ ہو جائیں گے ریاض بھائی آپ کے لیے ایک پرسنل سچ ہے جو کہ اکثر قارئین غزلیں نظمیں چوری کر کے آپ کو پوسٹ کرتے ہیں جو کہ آپ بغیر توجہ دیئے ان کو شائع کر دیتے ہیں یہ غلط ہے یہ ہمارے جواب عرض سے دور رکھیں اور آپ کو لگے کہ یہ کہانی جھوٹی ہے تو آپ اس کو ٹوکری کی نظر کر دیں اور قارئین خدارا نہ کروایسا کیا ملتا ہے آپ کو ایسا کر کے جو دل میں ہے وہ لکھو ان کو جواب عرض کی زینت بناؤ میری دعا ہے کہ جواب عرض دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین۔

سید ہمراز مظفر آباد آزاد کشمیر

اسلام علیکم۔ محترم ریاض بھائی سلام محبت پیش کرتا ہوں اور جواب عرض کے پورے سٹاف قارئین کو بھی سلام محبت پیش کرتا ہوں ماہنامہ نومبر میرے ہاتھ میں ہے سب سے پہلے میں باجی کشور کرن جی جو کہ سینئر رائٹر ہیں کو ویلکم کہتا ہوں کہ وہ دوبارہ جواب عرض میں واپس آئیں ہیں باجی کشور کرن کچھ لوگ اتنا تنگ کرتے ہیں کہ دل کرتا ہے اپنا سر پھاڑ لیں لیکن وہ لوگ جواب عرض کے دشمن ہیں جو ہمیں تنگ و پریشان کر کے لکھنا چھوڑ وانا چاہتے ہیں ان لوگوں کی بھول ہے میرے ساتھ اکثر ایسے وقعات ہوتے رہتے ہیں باقی زوبیہ کنول صاحبہ مجھے آپ کی امی کا سن کر بہت دکھ ہوا اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے میں بھی اپنی والدہ صاحبہ سے محروم ہوں میری والدہ صاحب ستائیس جولائی کو فوت ہو گئی تھیں واقع ماں کے بغیر گھر قبرستان ہوتا ہے میں جب ڈیوٹی سے واپس آتا ہوں تو میرا دل کرتا ہے میں اونچی آواز میں رو دوں کیوں کہ ہماری دعائیں ہمارے پاس نہیں ہیں میرے بہت پیارے دوست پرنس گوجر صاحب نے کہا تھا کہ میں خط میں لکھ کر بھیج دوں گا مگر انہوں نے شاید نہیں بتایا اس کے بعد کچھ قارئین لڑکیاں لڑکے فون پر عجیب سوال کرتے ہیں خدارا جب آپ کو پتہ ہوتا ہے کہ رائٹر کو کال کی پھر آپ کیوں یہ کہتے ہیں کہ آپ کون ہو پلیز اپنا بھی ہمارا بھی وقت برباد نہ کرو کال ضرور کریں مگر اخلاق کے دائرے میں رہ کر ریاض بھائی پلیز دیکھ کر صرف اتنا بتا دیں کہ آپ کے پاس میری کتنی سٹوریاں پڑی ہیں ان کے نام کیا ہے بے شک شائع کرنا اگر نہیں آپ کے پاس تو میں دوبارہ لکھ کر بھیج دوں آخر میں تمام قارئین اور رائٹر کو محبت بھرا اسلام آپ کی دعاؤں کا طلبگار۔

ذوالفقار علی سانول سکتہ کتوال منڈی

اسلام علیکم۔ خاموش محبت پڑھ کر بہت لوگوں نے میری حوصلہ افزئی کی میں ان کا شکر گزار ہوں میں کوئی لکھاری تو نہیں ہوں مگر بننا چاہتا ہوں میری اب تک دو کہانیاں جواب عرض کی زینت بن چکی ہیں اور تیسری کہانی بھی انشاء اللہ جلد ہی آپ کو پڑھنے کو ملے گی میری تیسری کہانی یارانہ ہے جو جواب عرض کے آفس میں کہیں پڑی ہوگی میری کوشش یہی ہوتی ہے کہ آئندہ بھی رہے گی کہ میرے قلم کی سیاہی سے پھسلتے ہوئے الفاظ ذراہٹ کر ہوں اور آپ کو ایک الگ چیز پڑھنے کو ملے پچھلے مہینے میں میں خط لکھنا چاہ

رہا تھا مگر یونیورسٹی میں مڈٹرم کی وجہ سے وقت نہ مل سکا تھوڑی سی فرصت ملی تو کاغذ قلم لے کر بیٹھ گیا اور جواب عرض کی محفل میں حاضر ہونے کی تیاری کرنے لگا بس بار میرے ایک ساتھ دو لیٹر لکھنے کا مقصد تھا کہ نومبر کے مہینے میں زوبیہ کنول سے دو لیٹر شائع ہوئے تھے اور میں چاہتا ہوں مستقل طور پر جواب عرض کا رائٹر بننا چاہتا ہوں امید کرتا ہوں کہ میری اگلی کہانی جلد ہی جواب عرض کے پنوں پر اپنی دلکشی بکھیرتی ہوئی نظر آئے گی اب اجازت چاہتا ہوں اللہ حافظ۔

سلمان بشیر بہاولنگر۔

اسلام علیکم۔ انکل ریاض احمد امید کرتی ہوں کہ آپ خیریت سے ہوں گے انکل جی میں آپ کی بزم میں پہلی بار جسارت کر رہی ہوں جواب عرض جتنا مقبول ہے اس لحاظ سے لاکھوں کی تعداد میں خطوط موصول ہوتے ہیں مگر اس امید پر خط بھیج رہی ہوں کیا پتہ میرا خط بھی آپ کی نظر عنائت سے گزر جائے انکل میں جواب عرض بہت شوق سے پڑھی ہوں پلیز انکل میرا یہ خط ضرور شائع کرنا میں پہلی بار لکھ رہی ہوں ساتھ میں ایک غزل بھی بھیج رہی ہوں اس کو بھی شائع کرنا پلیز امید ہے آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے اللہ تعالیٰ جواب عرض کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے آمین۔

الیف منڈی بہاؤالدین

اسلام علیکم ریاض بھیا اور جواب عرض کے پورے سٹاف کو میرا اخلوص بھرا اسلام قبول ہو ریاض بھائی اس بار نومبر کا جواب عرض مجھے بہت لیٹ ملا ہے ریاض بھائی نومبر کے شمارے میں سب کی سٹوریاں اچھی تھیں پھر بھی ان میں سے چند سٹوریاں بہت اچھی تھیں جن کے نام لینا بہت ضروری ہیں سب سے پہلے سلیم اختر کی سٹوری روح کی کہانی۔ محمد بوٹا راہی کی سٹوری محبت کا فریب۔ محمد مسعود کی سٹوری۔ سزا۔ سمیع خان کی سٹوری معصومیت کا قتل۔ اقراء مبین کی سٹوری۔ محبت مل نہ سکی۔ محمد حسن کی سٹوری محبت یا لالچ۔ ان کے علاوہ شاعری میں آپی کشور کرن جی کی شاعری سب سے اچھی ہے ریاض بھائی میں نے ایک کہانی جس کا نام ہے معصومیت کا قتل یہ کہانی جس لڑکے کی ہے احمد اس کا نام ہے اس سے رابطہ کرنا چاہتا ہوں یا اس کہانی کا جو رائٹر ہے سمیع خان اس بھائی سے بی رابطہ ہو جائے تو بھی ٹھیک ہے صرف ایک بار رابطہ ہو جائے تو میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں اس کے علاوہ ریاض بھائی نومبر کے جواب عرض میں چند اشعار لکھ کر ارسال کر رہا ہوں آپ پلیز پلیز ریاض بھی ان کو ضرور شائع کرنا میری دعا ہے کہ جواب عرض دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے

ذیشان نلہڈ اٹک

اسلام علیکم ادارہ جواب عرض ماہ نومبر کا حقیقی جج نمبر اس وقت میرے ہاتھ میں ہے اور پورا پڑھ چکا ہوں اور پڑھنے کے بعد پورا انصاف کے ساتھ اپنے آپ کو تبصرے کے لیے حاضر کیا ہے امید ہے کہ آپ سب میرے تبصرے سے خوش ہوں گے سب سے پہلے پرنس بابر علی نے اسلامی صفحہ والدین کی خدمت تحریر کر کے شمارے کو اچھا آغاز فراہم کیا ہے۔ سلمان بشیر کی خاموش محبت۔ معاویہ عنبر کی اپنی محبتوں کے نام۔ انتظار حسین ساقی کی چاند میرا اہم سفر تھا کبھی۔ ندیم عباس ڈھکو کی انتظار محبت سے انتظار

موت تک۔ ارم شہزادی کی ہرجائی بجن۔ میر احمد میر بگٹی کی لالچی لڑکی۔ سمیع خان کی معصومیت کا قتل۔ ایس امتیاز احمد کی مہلت۔ محمد حسین کی محبت یا لالچ۔ اقراء مبین کی محبت نہ مل سکی۔ محمد مسعود کی سزا۔ محمد بوٹا راہی کی محبت کا فریب۔ اور ناراض دوست منظور اکبر تبسم کی احساس محبت اچھی کہانیاں تھیں ادھوری محبت بھوک دھوکہ۔ کاش۔ میرا ادھورا پیار۔ موبائل کی محبت۔۔ تیرا آنچل تیرا گھر۔ روح کی کہانی اور۔ کسے دوش دوں۔ کے بارے میں قارئین خود فیصلہ کریں میں کچھ نہیں لکھوں گا تاہم میرے دوست عارف شہزاد کی سٹوری انوکھا پیار نے شمارے کو اور رنگین کر دیا ویری گڈ شہزاد جی اور اس ماہ کی ٹاپ سٹوری تھی حقیقی جج محمد فیاض کے حصے میں آئی ویلڈن فیاض آپ کو خوبصورت سٹوری تحریر کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں حق نواز بھائی رابطہ رکھنے کا شکریہ۔ اقصد علی فراز کہاں چلے گئے ہو ملک عرفان راولپنڈی آپ کا نمبر بند ہے رابطہ رکھو پلیز شیر زمان پشاوری اور جنید جانی جواب عرض میں لکھا کرو صرف آپ دو میرے شہر کے ہیں جو جواب عرض پڑھتے ہو باقی تمام سٹاف اور پڑھنے والوں کو پرنس کا سلام۔

پرنس مظفر شاہ پشاور

اسلام علیکم ایڈیٹر صاحب۔۔ جواب عرض اس وقت میرے ہاتھ میں ہے اور حکیم جاوید نسیم چوہدری کی تحریر اچھی اور نصیحت آموز کہانی تھی ذیشان ریاض صاحب جناب کہاں گم ہو جلدی سے جواب عرض کا حصہ بنو آپ کی تحریر اور باتیں بہت اچھی ہوتی ہے باقی دوستوں میں افضل آزاد۔ ملک ندیم عباس ڈھکو۔ ریاض چوہان۔ مجید احمد جائی۔ فرح خانیوال۔ شازیہ مانسہرہ۔ گل صاحب۔ نگہت اکرم۔ ذیشان ریاض۔ اے آر راحیلہ منظر۔ فاطمہ۔ رانا حبیب لاہور۔ شاہد ناز۔ سونیا رحمت۔ کو بہت بہت سلام اور جو میری تحریروں کو پسند کرتے ہیں ان کو بھی دل کی اتھا گہرائیوں سے سلام اور بہت ساری دعائیں جواب عرض کے قارئین کے لیے دعا ہے ہمیشہ خوش رہیں اور خوشیاں بانٹیں یقیناً یہ زندگی بہت کم ہے سوا اپنے آپ کو اعلیٰ اخلاقی شخصیت بناؤ اور ہر دل عزیز ہو جاؤ یہی زندگی ہے کچھ لوگ خط لکھتے ہیں مگر ایڈریس میں بہت تبدیلی کرتے ہیں بس آپ علی رضا نثار کالونی فیصل آباد لکھ دیا کریں خط اگلے دن مل جاتا ہے باقی رائٹر حضرات سے گزارش ہے کہ جواب عرض میں ایک کہانی عقاب شائع ہوئی تھی اس کی سات قسط کسی کے پاس ہو تو ارسال کر دیں اپنا خرچہ لے لے تو بہت مہربانی ہو گی قسط نمبر سات جواب عرض کے لیے بہت سی دعائیں۔

ملک علی رضا فیصل آباد

اسلام علیکم تمام ٹیم کو دل کی گہرائیوں سے سلام پیش کرتی ہوں ماہ نومبر کا شمارہ اس وقت میرے ہاتھوں میں ہے اور تمام کہانیاں اچھی تھیں لیکن یسے ہی میں نے معصومیت کا قتل سمیع خان کی لکھی ہوئی کہانی پڑھی تو میرے دل نے مجھے قلم اٹھانے پر مجبور کر دیا میں نے یہ خاص طور پر بھائی احمد کو نصیحت دینے کے لیے خط لکھا ہے میں بھائی احمد سے یہی کہنا چاہوں گی کہ بھائی کسی کے جانے سے کوئی مر نہیں جاتا صرف جینے کا انداز بدل جاتا ہے لیکن ہمیں اپنی زندگی برباد کرنے والوں کے لیے مرنا ہوتا ہے ان بے وفا لوگوں کے لیے ہمیں اپنی زندگی برباد کرنے کے بجائے ان سے نصیحت لینی چاہئے کہ آئندہ ہم ایسی کوئی

شرمندہ ہوں اور رہی
غلطی نہیں کریں گے میں بھی ایک لڑکی ہوں مگر الماس جیسی نہیں لڑکیوں کی وجہ سے
بات آپ کے ڈاکٹر بننے کی تو وہ خواب آ کا ٹوٹا نہیں ہے بس آپ اس سے پیچھے ہٹ گئے ہیں اور اگر آپ
دوبارہ کوشش کریں تو ڈاکٹر تو کیا بہت کچھ بن سکتے ہیں کیونکہ ایسا کوئی کام نہیں جو ہم کر نہیں سکتے اور مجھے
یقین ہے کہ میرا بھائی ڈاکٹر بن سکتا ہے اب آپ یہ مت سوچیں کہ آپ کا خواب ٹوٹ گیا ہے بلکہ یہ
سوچیں کہ جو آپ نے برے دن الماس کے ساتھ گزارے ہیں وہ آپ کا ایک برا خواب تھا جو آپ کی نیند
کھلنے کی وجہ سے ٹوٹ گیا ہے اور آپ تھوڑا ڈر گئے ہیں مگر اب آپ میں اس خواب سے لڑنے کی ہمت
آ گئی ہے اور ویسے بھی کہتے ہیں نہ کہ انسان کو خوشی کے ساتھ ساتھ دکھ بھی ملتے ہیں کیونکہ خدا دکھ اسے دیتا
ہے جس سے وہ پیار کرتا ہے اور مجھے یقین ہے کہ آپ کے لیے مشکل تو ہوگا مگر نہ ممکن نہیں ہے اور مجھے
یقین ہے میرا بھائی میری بات پر عمل ضرور کرے گا۔

-------------- آیمہ ناز

اسلام علیکم۔ریاض بھائی اور پیارے قارئین کو میرا پیار بھرا اسلام قبول ہو ماہ نومبر کا شمارہ خوب
صورت اور پیارا رسالہ آج ہی پڑھ کے فارغ ہوا ہوں اور اب آپ کی خدمت میں یہ ٹوٹے پھوٹے لفظ
لے کر حاضری دے رہا ہوں والدین کی خدمت اسلامی صفحہ پڑھا پرنس بابر علی بلوچ بہت پیاری باتیں
لکھی ہیں اللہ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین اس کے بعد کہانیاں کا نمبر آیا خاموش محبت
سلمان بشیر بہاولنگر۔اپنی محبتوں کے نام معاویہ عنبر۔میرا ادھورا پیار محمد زاہد اقبال پتوکی۔مجبور محبت ایم
یعقوب۔ادھوری زندگی احمد حسن عرضی۔ہرجائی سجن ارم شہزادی۔چاند میرا ہم سفر تھا کبھی انتظار حسین
ساقی۔حقیقی جج محمد فیاض شدوخیل۔محبت کا فریب محمد بوٹا راہی بہت عرصے بعد نظر آئے ہو۔لالچی لڑکی
میر احمد میر بلتی احساس محبت منظور اکبر تبسم۔تیرا آنچل تیرا گھر اظہر محمود اسلام۔محبت نہ مل سکی اقراء مبین
۔محبت یا لالچ محمد حسین۔مہلت ایس امتیاز احمد۔انتظار محبت سے انتظار موت تک ملک ندیم عباس ڈھکو
۔غزلیں آپی کشور کرن۔راشدہ کی شاعری پسند آئی باقی سب دوستوں کو بھی بہت بہت مبارک ہو اللہ
سب کو کامیاب کرے آمین ریاض بھائی ایک کہانی غم کے بعد ملی خوشی بھیج رہا ہوں امید ہے کہ آپ کے
میعار پر پوری اترے گی سحر فاطمہ لاہور اور ثناء ندیم لاہور سخاوت مانگا منڈی۔اور باقی سب دوستوں کو
پیار بھرا اسلام قبول ہو اللہ جواب عرض کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی دے آمین۔

-------------- رمضان تبسم پرکی چک کوڑے شاہ ساہیوال

اسلام علیکم۔ماہ اکتوبر کا جواب عرض لیا مگر میری کوئی تحریر نہ تھی دکھ ہوا اب آتے ہیں کہانیوں کی
طرف سچا عشق معاویہ عنبر وٹو فیصل آباد کی کہانی پڑھی بہت ہی اچھی لگی اور سبق آموز تھی نمرہ کے ایک لفظ
نے عنبرین کی زندگی بدل دی اور عتیق خاور کو بھی دوبارہ جھکنا پڑا پچھتاوہ ایم جاوید نسیم کی کہانی اچھی تھی
شکیل کو پہلے ہی سوچنا چاہئے تھا غزالہ کی موت کا بہت دکھ ہوا سسکیاں ملک ساجد کی کہانی بہت دکھی اور
اچھی کہانی تھی پر گل کی موت کا بہت دکھ ہوا کاغذ کے رشتے راشد لطیف کی کہانی بہت ہی دکھ بھری تھی میرا
بھائی شاہد۔رفیق سہو کو مشورہ ہے کہ صبر کرے اور کہیں شادی کر لیں کوئی تو مسیحا ہوتا مجید احمد جائی کی کہانی

ہمارے بھائی راشد لطیف صبر والا کی کہانی بہت دکھی کہانی تھی آج کے دور میں کوئی سگا نہیں بنتا میرے
ساتھ بھی بھائیوں نے یہی سلوک کیا ہے۔لگا چنری کو داغ عابد شاہ کی کہانی پڑھ کر دل زخمی ہو گیا اللہ تعالیٰ
علی کا بیڑا غرق کرے اور سدرہ کو سکون نصیب فرمائے آمین آخری ہچکی مقصود احمد بلوچ محبت روح کی غذہ
ہے۔یادیں مقدر میرا۔اچھی کہانیاں تھیں میری طرف سے ان تمام دوستوں کو بہت بہت مبارک باد قبول
ہو اور آخر میں جواب عرض کی پوری ٹیم کو دل کی گہرائیوں سے اخراج تحسین پیش کرتا ہوں

-------------- محمد آفتاب شاد کوٹ ملک دو کوٹہ۔فون نمبر۔0346.4623952

میری زندگی کی ڈائری

دوستو یہ محبت اور دوستی ایک نہیں ہوتے اگر کسی کے ساتھ کرنی ہے تو وفا کرو دوستی کرو اور اگر محبت کرنی ہے تو اس ذات سے کرو جس نے تم کو زندگی دی بلکہ دنیا کی ہر نعمت دی محبت کرنی ہے تو اس رسول سے کرو جو اپنی امت کے لیے ساری ساری رات رو رو کے گزارتے تھے اپنی ماں سے کرو جو ہر وقت تمہارے لیے خوشیوں کی دعا مانگتی رہتی ہے کیا ملتا اس کو آج کل در در کی ٹھوکریں آخر کیوں خدا کے لیے سیدھے راستے پر آجاؤ ہر چڑھتا ہوا سورج یہ ہی پیغام دیتا ہے کے تمہاری زندگی کا ایک دن ختم کرنے کے لیے میں آ گیا ہوں

ملک ندیم عباس ڈھکو

ناصر سلیم کی ڈائری

نسبت جب بھی شمار کرنا اپنانے والے تو اس شخص کو بھلا دینا جس نے بازو پکڑ کر چلنا سکھایا ہے دنیا میں ویسے بھی حسن کو بھلا دیا جاتا ہے ورنہ مشکل ہو جائے گی آپ کے لیے اچھی زیست میں چلنا جہاں آپ جا رہے ہیں وہاں میری چاہت ہو گی محبت کی ڈسی ہوئی شام میں اثر سوال کر جاتی ہیں ناصر تیرا ہمسفر کہاں ہے تو زندگی کے اس راہی کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا کبھی کسی سفر نے منزل نہیں دی لوگ ویسے بھی سوال نہیں کرتے طالب درد نے کہا ہے کہ بھلا غربت وی کوئی وس دا جرم اے جرم وہ بھی ہاد کا اس سے زیادہ قلم کی گنجائش نہیں ہے جانے والے واپس آنے کا کہنا ہوتا تو جاتے یہ کیوں میری محبت میں کوئی کمزوری ہو گی جو کمزوری بنا جو تیرے جانے کی وجہ بنا ایسے تو نہیں راستے تبدیل ہوا کرتے دل کی بات کہتا ہوں بڑی راحت کے دن تھے تیری پہچان سے پہلے عرصہ ہوا نیند آنکھوں سے گئی جہاں شکست ہی مقدر ہو وہاں کمزور انسان اور بے بسی کی چادر نہ پوچھ میرے محبوب کل رات چاند نے سوال کیا تو روشن ہیں تیرے نام کے چاہنے والے مقدر کیوں لے کر آتے ہیں سوچنے سے مقدر کی سیاہی اور تیرے نام کی روشنائی کبھی ختم نہ ہو گی چاند نے چکورا، محبت نے مور تیری یادوں نے بہت رلایا میرے لیے کہنا اور تیرے لیے سہنا مشکل ساتھ والی سیٹ پر کسی مسافر نے سوال کیا کہ اتنے سفر نہیں تھکاتے نہیں ہیں تو تیری یادوں نے آواز دی مٹ جانے والے وعدے منزل کا یقین ساتھ چلنے والے نے تو کبھی سوال ہی نہیں کیا افسوس اس کا نہیں کہ کل گزرے نہ جس کی افسوس صرف اسکا کے میرا اعتماد غلط لوگوں پر تھا غلط تسلیم کریں تو خدا کی ذات راستے بنا دیتی ہے خدا کرے کے زندگی میں کبھی آپ پے حرف نہ آئے

ناصر سلیم خانیوال

کیف کی ڈائری

وہ وقت آج بھی یاد ہے جب جاناں بہت سے وعدے ہوئے تھے زندگی کی سبھی راہوں میں ساتھ ساتھ چلنے کے مجھے آج بھی یاد ہے جب تم کہا کرتی تھی شہزاد کبھی تنہا نہیں چھوڑوں گی تمہاری ہر بات مانوں گی تمہاری عزت کا خیال کروں گی تیری میری منزل کے راستے ایک ہوں گے آپ کو میری منزل کا شعر بہت پسند تھا کوئی ان سے جا کے کہ دے پریشان نہ ہوا کرے